٧٨٦

لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ہ
وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ہ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ہ

میں اس آبادی کی پُر یقین قسم کھاتا ہوں
کہ تم اس آبادی کو قانون کا پابند بنا سکو گے۔
والد اور اس کی اولاد کی بھی قسم ہے۔

اسلام کا معاشی نظام

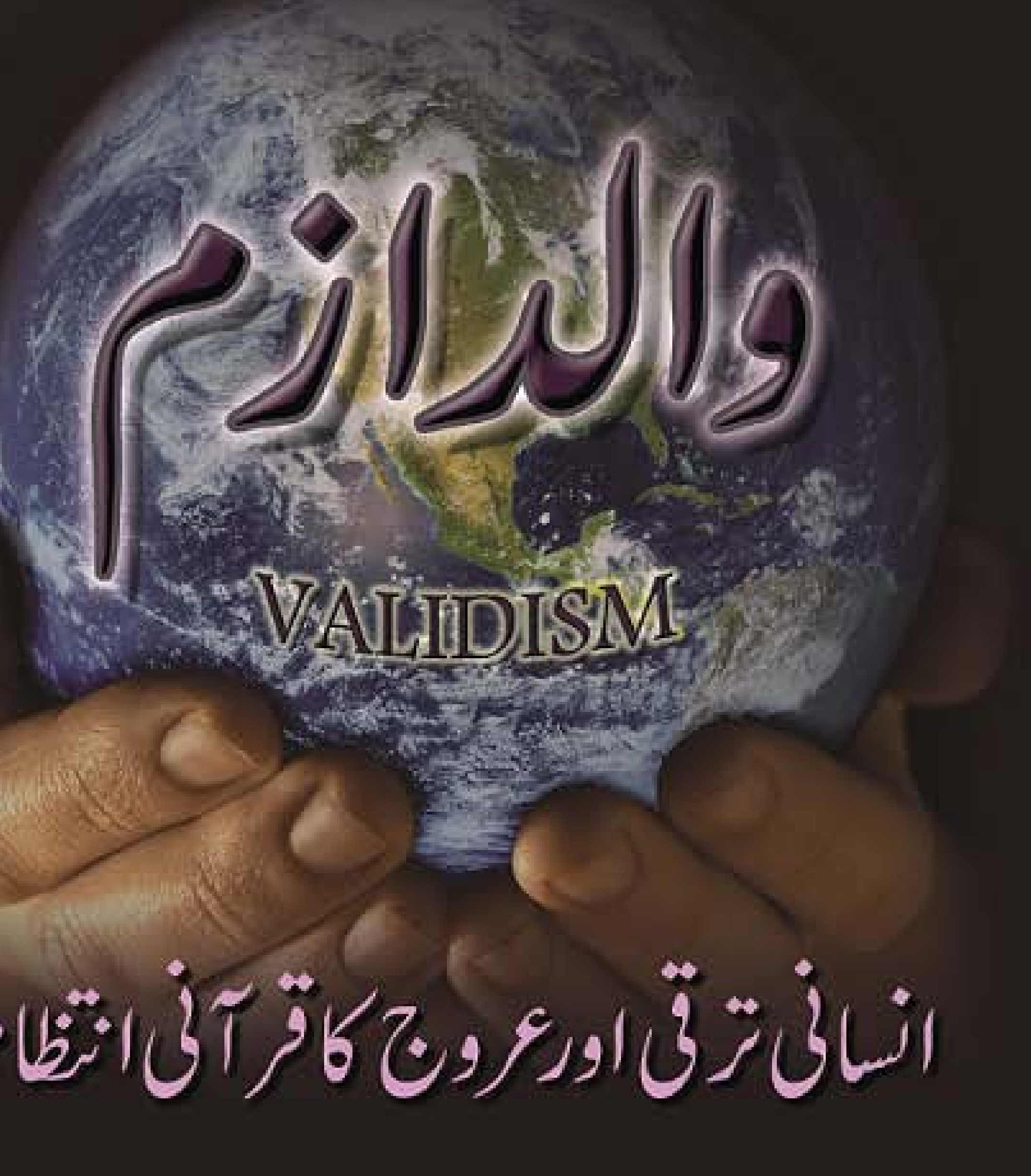

انسانی ترقی اور عروج کا قرآنی انتظام

مصنف: الفقیہ الحکیم السیّد محمد احسن زیدی مجتہد
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

www.insaaniat.org

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام حقوق بحقِ مصنف محفوظ

نام کتاب: والدِ ازم (اسلام کا معاشی نظام)

مصنف : الفقیہ الحکیم السیّد محمد احسن زیدی مجتہد
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

ناشر : سید جعفر رضا

تعداد : 500

طبع : سوم

قیمت : روپے

www.insaaniat.org

مصنف کا مختصر تعارف:۔ الفقیہ الحکیم السیّد محمد احسن زیدی صاحب ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس کے نام سے پاکستان اور ہندوستان کے علماء بخوبی واقف ہیں۔ آپ کے ہزارہا مضامین ملکی و غیرملکی رسالوں میں چھپ چکے ہیں اور لاتعداد کتابیں آپ نے تصنیف فرمائی ہیں۔ آپ 19 سال کی عمر میں جامع ازھر (مصر) سے اعلیٰ ترین سند شھادت العالمیہ حاصل کر چکے تھے۔ بعدازاں بیروت یونیورسٹی میں تعلیمی مدارج طے کر کے پرنسٹن یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ آف ریلیجنز اینڈ سائنس کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کی یہ اسناد، پیشہ ورانہ اسناد مثلاً ایروناٹیکل انجنئرنگ، ایم۔ ایس۔سی فزکس، ایم۔ایس۔سی نیوکلیئر سائنس اور قُم سے اجتہاد کی سند کے علاوہ تھیں۔

اپنے والد بزرگوار السیّد بشیر حسین صاحب کی نصیحت کے مطابق آپ نے ان تمام زبانوں پر عبور حاصل کیا جن میں الہامی کتابیں نازل ہوئی تھیں۔ اس کے علاوہ آپ طب، حدیث، منطق، فلسفہ، تصوف، علم الطبیعات، علم الکیمیاء، علم الابدان، علم ریاضی، علم الکلام، لغت، عربی ادب، علم قانون، مختصر یہ کہ علم کی تقریباً ہر شاخ خواہ وہ روحانی ہو یا مادی، سے آپ پوری طرح واقف تھے۔ جس کا اندازہ اُن کی لاکھوں صفحات پر پھیلی ہوئی تصنیفات و تالیفات کو پڑھ کر بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ جن میں سے چند کے نام کتاب کے آخر میں درج ہیں۔

التماس

(1)　اس کتاب ''والدازم'' کا پہلا ایڈیشن 1969ء میں شائع کیا گیا۔جس میں اُس زمانہ کے حساب سے کاروں، بنگلوں، کپڑوں اور واعظین حضرات کی فیسوں وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔لہٰذا قارئین کرام اُلجھن کا شکار نہ ہوں اور جہاں کہیں کتاب ہٰذا میں مندرجہ بالا حوالہ جات میں رقوم کا ذکر آئے تو فی زمانہ کے حساب سے خود اندازہ فرمالیں کہ آج اُن کا تخمینہ کیا ہوگا۔

(2)　کتاب ہٰذا میں قرآن کریم کے حوالہ جات دئے گئے ہیں۔حوالہ جات میں سورۃ کا نمبر اوپر اور آیت کا نمبر نیچے دیا گیا ہے مثلاً (7/30) میں 7 سے مراد سورۃ الاعراف اور 30 سے مراد سورۃ الاعراف کی تیسویں آیت ہے۔پرنٹ میں ہر ممکن کوشش کی گئی کہ کوئی پروف کی غلطی نہ ہو۔پھر بھی انسانی یا مشینی غلطی ممکن ہے لہٰذا آیات کو اُن کے اصل مقام یعنی قرآن کریم سے بھی دیکھیں۔

(3)　ہر چند یہ کوشش کی گئی ہے کہ یہ کتاب معیاری بنے اور مشینی غلطیوں سے پاک رہے۔اگر معزز قارئین کو اس کتاب میں کوئی کمپوزنگ کی غلطی نظر آئے تو ہمیں مطلع فرمائیں۔ہم انتہائی شکریہ کے ساتھ قبول کریں گے اور آئندہ آنے والے ایڈیشن میں درستگی کے ساتھ شائع کرینگے۔کتاب کے معیار کو مزید بہتر بنانے کیلئے آپ کی تجاویز شکریہ کے ساتھ قبول کی جائیں گی۔

اِبتدائیہ

یُوں نہیں؟ تو یُوں سہی

ابا جان! آپ نے یہ کیا کیا؟

بیٹے تمہیں زندگی بھر نہ بھولنے والا سبق دینے کا کوئی اور طریقہ نہ تھا۔ تمہیں کئی بار اور کئی طرح کہا کہ بیٹے درخت سے اُتر آؤ۔ لُو چل رہی ہے، شدید دھوپ پڑ رہی ہے۔ تم نے ہر دفعہ مؤدبانہ وعدہ کیا مگر برابر دھوپ میں لکڑیاں کاٹتے رہے۔ مجھے معلوم ہے کہ گھر میں ایندھن نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم پورے کنبے کی فلاح و بہبود کے لئے اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کرتے۔ میں یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی بہرحال ایک والد ہوں۔ کوئی باپ یہ نہیں چاہتا کہ اُس کی اولاد اُس کے سامنے مشقت اور تکلیف میں مبتلا ہو۔ تمہارے اندر اس جذبہ کو جگانے اور تمہیں اپنی قلبی کیفیات محسوس کرانے کے لئے میں نے سوچا کہ یُوں نہیں تو یُوں سہی، چنانچہ تمہارے ششماہہ بچے کو دھوپ میں زمین پر لٹانا تھا کہ تم بلا تاخیر گرتے پڑتے درخت سے اُترے اور جلدی سے بچے کو گود میں لے کر چھاؤں میں آ گئے۔ بیٹے ذرا سا غور کرو کہ جب تمہیں اپنے اس ننھے سے بچے سے اتنی محبت ہے جو ابھی تمہارا محتاج ہے تو پھر مجھے تم ایسے کڑیل جوان بیٹے کی کس قدر محبت ہونا چاہئے جو نہ صرف میرا بیٹا ہی ہے بلکہ میری ضعیفی اور ناتوانی کے عالم میں میرا اور میری باقی اولاد کا سہارا بھی ہے۔

2۔ تخلیق کائنات ایک مثالی انسان اور اس کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر کی گئی تھی

کوئی آدمی دو حال سے خالی نہیں ہوتا یعنی یا تو وہ کسی کا والد ہے یا کسی کا بیٹا ہے۔ یہ تو ہوتا ہے کہ ایک آدمی کسی وقت والد بھی ہو اور کسی کا بیٹا بھی ہو۔ لیکن یہ

ہرگز نہیں ہوسکتا کہ وہ نہ کسی کا والد ہو اور نہ ہی کسی کا بیٹا ہو۔ اس لئے کہ ایسی ہستی (لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ) صرف ایک ہی ہوسکتی ہے اور وہ ذات خالق و مالک و پروردگار کائنات ہے۔ قرآن کریم ایسی ہستی کو رب العالمین کہتا ہے جو پیدا کرے پھر وہ تمام سامان فراہم رکھے جس کی وجہ سے مخلوق درجۂ کمال تک جا پہنچے۔ ایسے تمام سامان کو قرآن کریم **رزق یا معاش** کے الفاظ سے ظاہر کرتا ہے۔

3۔ چونکہ ہر والد اور والدہ اپنے پیدا کردہ بچوں کو سامان معاش فراہم کرنے میں رب العالمین کی نیابت کرتے ہیں اسلئے اللہ نے والد اور والدہ کو بھی اُن کی اولاد کا 'رب' کہا ہے (17/24 بنی اسرائیل)۔ یعنی انسان میں اپنی ربوبیت کی صفات رکھ کر اسے ربوبیت میں حصہ دیا۔ مگر ساری کائنات کو پیدا کرنے کے باوجود خود کو ولدیت اور اولاد سے منزہ رکھنا پسند فرمایا ہے اور والد یا بیٹا (مَا وَالِد 90/3 البلد) کہلانا انسان کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔

4۔ نظام کائنات اور کائنات کی ہر شے پکار پکار کر کہتی ہے کہ میں انسان کیلئے پیدا کی گئی ہوں۔ یہاں کی ہر شے انسان کی پرورش، ترقی اور اُسے درجہ کمال تک پہنچانے کیلئے ہے۔ یہ سب اُسکے مزاج اور ضرورت کا لحاظ رکھ کر پیدا کی گئی ہیں۔ یعنی سب سے پہلے ایک پیکرِ انسانی مدنظر تھا جس میں خالق کائنات نے اپنی تمام صفات کا خلاصہ ودیعت کیا تھا اور اُن صفات کی روشنی میں اُس کا منتہائے کمال سامنے تھا۔ اُس کو اپنی ذات کے مجازی ظہور کا مقام بخشا تھا۔ اسکے مزاج سے کائنات اور کائنات کی ہر شے کو پیدا کیا گیا تھا تاکہ وہ سب حسب موقعہ تعاون و تائید کریں اور انسانی ترقی میں کسی نہ کسی طرح مفید ثابت ہوں۔ وہ مثالی انسانؐ، وہ نور مجسم، وہ باعث تخلیق کائنات، وہ مظہر صفاتِ خداوندی، اس کائنات کی ہر ہر شے کا والد یا بنیاد

ہے(90/3،البلد)۔ وہ مجسمہ محبت وشفقت ، وہ منبع رحم وکرم، وہ گنجینہ لطف وعنایت ، وہ مرکز قوت وقدرت ، وہ خزانۂ علم وعرفان ،وہ پیکر حسن ولطافت، وہ معدن نبوت ورسالت وامامت، وہ ذخیرہ ایثار وقربانی، اللہ ومخلوق کے درمیان وسیلہ بنایا گیا (5/35،المائدہ)۔ چنانچہ تمام مخلوقات میں جو جو صفات حسنہ پائی جاتی ہیں وہ سب اُسی مثالی انسان کے توسل سے پہنچی ہیں ۔لہٰذا انسان ہوں یا حیوانات سب میں اپنی اپنی اولاد سے محبت کرنا ،اُن کی فلاح اور بہبود کیلئے اپنی جان تک قربان کردینا اُسی سے حصہ میں ملا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ہرانسان اور ہرحیوان والد کی صفات پیدائشی اورفطری طور پرلیکر پیدا ہوتا ہے ۔ چنانچہ اولاد کا تحفظ ،بقا اور بہبود کی فکر عطیہ خداوندی ہے۔ اکتسابی نہیں ہے یہ خدائی اسکیم کے ماتحت ہے اتفاقی وحادثاتی نہیں ۔ بنابریں وہ اسلوبِ حیات یا وہ معاشی نظام جس کا نتیجہ بنی نوع انسان کی مستقل فلاح ہو،جس سے انہیں روزافزوں قدرت کمال وبقا حاصل ہوتے چلے جائیں ، نہ صرف یہ کہ ہروالد اور ہر بیٹے کا فطری منصب و مطمع نظر ہے بلکہ وہی نظام معیشت مقصود ومطلوبِ رب الارباب بھی ہے ۔<u>اس فطری صورت حال کوسامنے رکھنے والا ہر شخص ایسے معاشی نظام کا نام ''والد اِزم'' ہی رکھے گا</u> اور اِس نام کے بالمقابل باقی تمام نام سیاسی ، مصنوعی ،بے معنی اور غلط ہیں ۔لہٰذا والدازم ہی جائز، باضابطہ اور شرعی (**VALID**) نام ہوسکتا ہے پھر آپ اس حسن اتفاق کوملاحظہ فرمائیں کہ والداور **VALID** دونوں کس لطیف انداز سے پکار کر اپنے ہم آہنگ وہم آواز ہونے کا اعلان کرتے ہیں اورمختلف وغیر مانوس زبانوں کے الفاظ ہوتے ہوئے بھی اختلاف سے محفوظ ہیں ۔

5۔ یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ ہرانسان جب سے انسان ہے والد بھی ہے اورسوائے پہلے جسمانی وانسانی باپ (حضرت آدمؑ) کے بیٹا بھی ہے ۔اسکے برعکس نہ

ہر انسان کمیونسٹ ہے نہ ہی سوشلسٹ ہے۔ بلکہ ہر کمیونسٹ وسوشلسٹ خود بھی کسی کا بیٹا اور والد ہوتا ہے۔ اسی بات کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہر بدمعاش، انسان بھی ہے اور باپ اور بیٹا بھی ہے۔ لیکن ہر انسان یا ہر باپ و بیٹا بدمعاش نہیں ہے۔ یعنی پہلے انسان، انسان ہی تھا اور جب سے وہ انسان تھا اُسی وقت سے باپ یا بیٹا بھی تھا۔ مگر بدمعاشی، کیمونزم یا سوشلزم بعد میں اختیار کیا گیا تھا۔ پیدائشی طور پر نہ وہ بدمعاش تھا، نہ کمیونسٹ اور سوشلسٹ تھا۔ یہ ثانوی چیزیں ہیں، اختیار کی گئی ہیں، فطری نہیں، خالق کا عطیہ نہیں، مصنوعی ہیں اصلی نہیں۔ انسانی سوجھ بوجھ کا نتیجہ ہیں جو ہر لمحہ قابلِ ترمیم ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ فلاح انسانیت کا مستقل نظام نہیں ہوسکتا تجربہ اس کا شاہد ہے تاریخ کا یہی فیصلہ ہے۔

6۔ جیسا کہ معلوم ہوا کہ انسان شروع سے بدمعاش نہیں تھا۔ لیکن وہ شروع سے باپ تھا اور اپنے بچوں کیلئے فطری اور شریفانہ طریقہ سے معاش فراہم کرتا چلا آتا تھا۔ اُسے اپنے بچے ہمیشہ سے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے تھے۔ اسکے سامنے معاشی رکاوٹیں آئیں تو اُس نے اُن رکاوٹوں کو اپنی راہ سے ہٹانے کیلئے جدوجہد جاری رکھی اور جسطرح بھی ہوسکا اپنے بچوں کیلئے معاش فراہم کرتا رہا اس کا نام بدمعاشی پڑ گیا۔ <u>رکاوٹوں کو دور کرنے کا نام اگر بدمعاشی ہے تو رکاوٹوں کو باقی رکھ کر بچوں کو بھوکوں مرتے دیکھنا نیک معاشی ہوا۔</u> والد نے اُس نیک معاشی پر اُس بدمعاشی کو ترجیح دی اور اپنے بچوں کی جان بچانے اور انہیں ترقی پذیر رکھنے کیلئے معاش فراہم کرتا رہا۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ **<u>اگر معاش کی فراہمی والد کے ذمہ ہوتو وہ ہرگز اس میں غفلت نہ برتے گا۔ لہٰذا والد ہی کو یعنی والدازم ہی کو معاش کی ذمہ داری سونپنا چاہیئے۔ کوئی دوسرا اِزم اس قدرتن دہی سے اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرسکتا۔</u>** کمیونسٹ ہو یا

سوشلسٹ ہوں وہ سامان معاش کی فراہمی میں غفلت کر سکتے ہیں، اُس میں سے چرا سکتے ہیں، پورے معاشی نظام سے بغاوت کر سکتے ہیں اور یہ باتیں خود کمیونزم وسوشلزم کے ریکارڈ میں موجود ومعلوم ہیں ۔مگر والد ووالدہ مختار ہوتے ہوئے بھی، تنہائی میں بھی اور خود اولاد کی اجازت کے باوجود، کمزوری ولاغری وضعیفی کے عالم میں بھی ایسا نہیں کر سکتے کہ اولاد کی نظر بچا کر سامان معاش میں چوری یا چوری کا تصور بھی کریں۔ اس جذبہ پر ہر کمیونسٹ وسوشلسٹ گواہ ہے اسلئے کہ وہ خود باپ وبیٹا رہا ہے۔ بلکہ یوں عرض کروں کہ کمیونسٹ کمیونزم سے جب بھی بغاوت کریگا، یہی والد کا جذبہ بغاوت کا پیش خیمہ ہوگا۔

7۔ <u>اگر والد کی راہ میں موانعات نہ ہوں تو اُسے بدمعاشی کی ضرورت نہیں رہتی</u>۔ وہ پیدائشی بدمعاش نہیں تھا اُسے بدمعاشی پر مجبور ہونا پڑا تو بدمعاشی کی۔ اللہ نے انسان کی فطرت میں اولاد کی پرورش کا ایسا مستقل اور بے پناہ جذبہ رکھ دیا ہے کہ وہ ہر حال میں اس فطری فرض کی انجام دہی میں مستعد رہتا ہے۔ جب وہ خود ننگا رہ کر، بھوکا رہ کر، بیمار رہ کر اپنی رعایت نہیں کرتا اور بچوں کی وجہ سے اپنے نفس پر ظلم کر لیتا ہے تو پھر وہ رکاوٹ ڈالنے والوں سے کس طرح رعایت کر سکتا ہے؟ **<u>بدمعاش کا لقب تو ایک طرف وہ اپنے بچوں کے پالنے کے بالمقابل کفر وبے دینی کے فتوؤں تک کی بھی پرواہ نہیں کرتا</u>**۔ آخر اُس کی راہ میں رکاوٹ ڈالی ہی کیوں جاتی ہے؟ اُسے کافر ومنافق وبے دین بنانے کی بجائے اُس کی راہ سے رکاوٹوں کو دور کیوں نہیں کیا جاتا؟ اُن رکاوٹوں کو دور کرنے کیلئے ہی والد نے طرح طرح کی کوششیں کی ہیں۔ اُن کوششوں میں اُس سے غلطیاں بھی ہوئی ہیں۔ غلطیاں کس سے نہیں ہوتیں؟ آپ اگر زیادہ عقلمند ہیں؟ تو بھی والد کو طعن وتشنیع کی جگہ اس کی غلطیوں کی اطلاع دیجئے،

بہتر طریق معاش بتایئے ۔نہایت دانشمندی سے اُسکی راہ سے رکاوٹ دور کر دیجئے ۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے ؟ یعنی خود آپ کیلئے بھی صحیح طریقہ کار ممکن نہیں ہے تو پھر والد کو خطا وار نہ کہئے اور جناب یہ سمجھ لیجئے کہ والد کیلئے اپنے بچوں کو مستقلاً بھوک میں مبتلا دیکھنا ناممکن ہے ۔ وہ اُن کی معاش کیلئے ہمیشہ ایک بے خطا (معصوم) طریق کار کی فکر میں رہتا ہے اگر آپ اُسے بے خطا نظامِ معیشت نہیں بتاتے یا کسی وجہ سے بتانا نہیں چاہتے یا آپ خود بھی کسی بے خطا نظامِ معیشت سے واقف نہیں ہیں تو یاد رکھیں کہ والد اپنے بچوں کی معاش فراہم کرنے میں ہرگز خطا کار نہ ہوگا ۔جس طرح بھی ممکن ہوگا انہیں معاشی ضروریات فراہم کرے دیگا اور انہیں آئندہ آنے والی مشکلات پر مطلع کرے گا اُن کا حل بتائے گا ۔ چنانچہ وہ اس عمل پر عامل ہے ۔ رکاوٹیں اور رکاوٹ ڈالنے والے طرح طرح سے رخ بدل بدل کر سامنے آئے ۔اُس نے اُن سے بچ نکلنے اور اپنے بچوں کو معاش فراہم کرنے کیلئے دوسری راہ نکال لی ۔اُن مختلف راہوں کے نام ہیں سوشلزم ،کمیونزم ، نازی ازم ، فاشزم ،امپیریل ازم وغیرہ وغیرہ ۔نہ معاشی رکاوٹیں پیدا کی جاتیں نہ یہ ازم اختیار کرنے کی ضرورت پڑتی ۔ آپ والد ازم میں تعاون کیجئے تو سب ازم ختم ہو جائیں گے ۔

8۔ سرمایہ داروں نے غربا کو فریب دینے کا نیا ڈھنگ اور ڈھونگ شروع کیا ہے

حصول معاش کی اُن راہوں میں سے بعض ایسی ہیں جو پائیدار نہ تھیں اور مخالف ہواؤں نے نہایت آسانی سے اُن کا نشان تک مٹا دیا ۔بعض ایسی ہیں جن پر چل کر معاشی و معاشرتی مشکلات میں اضافہ ہوا ۔لوگوں نے اُن کو چھوڑ دیا وہ اُجاڑ پڑی ہیں مگر نشانِ راہ باقی ہے ۔بعض ایسی ہیں جن پر بہتر راستہ نہ مل سکنے کی وجہ سے ابھی تک سفرِ زندگی طے کیا جا رہا ہے ۔ مگر فطرت اُن راہوں میں رکاوٹ ڈال رہی

ہے۔ منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی مسافر تھک کر پلٹ رہے ہیں۔ جن کو باندھ کر واپس گھسیٹا جارہا ہے طرح طرح کی مرمت کی جارہی ہے۔ ادھر پست اقوام میں کچھ سرمایہ داروں نے غریبوں کی غربت پر رونا شروع کیا ہے جو اپنی شاعرانہ وادیبانہ تحریروں سے غربا کو فریب دینا چاہتے ہیں۔ وہ خود لاکھوں روپیہ میں تیار کئے ہوئے بنگلوں میں رہتے ہیں دنیا بھر کا سامان عیاشی و بدمعاشی جمع کیا ہوا ہے۔ بڑے بڑے بینک بیلنس کے مالک ہیں۔ سینکڑوں روپیہ کا ایک ایک سوٹ پہنتے ہیں مگر دن رات غربا کے غم میں گھل گھل کر فربہ ہوتے جارہے ہیں۔ گھومنے والی کرسی پر بیٹھ کر کہیں سلیم کو غربت کا مرثیہ سناتے ہیں، کہیں طاہرہ کی تکلیفوں میں رنگ بھرتے ہیں، چاروں طرف ''روٹی ہائے روٹی'' کا فرضی شور بلند کر رکھا ہے۔ کہیں اسلام کی آڑ لیتے ہیں، کہیں کمیونزم و سوشلزم کو اسلامی ٹھپے کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ کہیں حکومت کو بہلاتے ہیں اور کہیں دھمکیاں دیتے ہیں۔ الغرض نئے نئے لیڈر برساتی مینڈکوں کی طرح نکل پڑتے ہیں ملک وقوم کیلئے ایک مصیبت بن کر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ایسے عالم میں ہم پر یہ تقاضا کیا گیا ہے کہ ہم اس صورتحال کو واضح کریں اور اسلام کا وہ معاشی نظام پیش کریں جو تعلیمات خداوندی اور انبیاء کرام علیہم السلام نے پیش کیا تھا۔ تاکہ بنی نوع انسان کو معلوم ہو سکے کہ کمیونزم یا سوشلزم کے مدعی ہزار دفعہ جنم لے کر بھی اسلامی نظام معیشت سے سہل، قابل عمل اور بہتر نظام نہ پیش کرسکیں گے۔ ہم اس تقاضا کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں۔ قارئین سے اُمید ہے کہ ہمیں ہماری کوتاہیوں پر مطلع فرما کر مشکور فرمائیں گے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کی جاسکے۔

والسلام ۔ محمد احسن

ازضربِ کلیم

سب اپنے بنائے ہوئے زندان میں ہیں محبوس
خاور کے ثوابت ہوں کہ افرنگ کے سیّار
پیرانِ کلیسا ہوں کہ شیخانِ حرم ہوں
نے جدتِ گفتار ہے نے جدتِ کردار
ہیں اہل سیاست کے وہی کہنہ خم و پیچ
شاعر اسی افلاسِ تخیل میں گرفتار
دنیا کو ہے اس مہدیؑ برحق کی ضرورت
ہو جس کی نِگہ زلزلۂ عالم افکار
(اقبالؒ)

. . . . . .فَبَشِّرْ عِبَادِ ○ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (39/18،الزمر)

9۔ آپ کو کسی ازم سے خوف زدہ رہنے کی ضرورت نہیں قرآن کو راہنما بنائیے

دانشمند قارئین واحباب کو اس آیۂ مبارکہ کی زبان میں بتانا چاہتے ہیں کہ وہ تمام بندگانِ خدا قابلِ مبارکباد ہیں جو کسی بیان کو اس غرض سے سنتے ہیں کہ اُسکے تمام

پہلوؤں کو اپنی عملی زندگی میں بتدریج مناسب ومفید مقام دینگے اور پھر اُن تمام پہلوؤں کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ایک بہترین پہلو انتخاب کر کے اس پر عمل شروع کر دیتے ہیں اور رفتہ رفتہ پوری اسکیم کو برسر کار لے آتے ہیں۔ خدا کے نزدیک اس قسم کے لوگ وہی لوگ ہیں جو اللہ کیطرف سے ہدایت یافتہ اور دانشمند کہلانے کے مستحق ہیں۔

10۔ ہم نے یہاں پر قرآن کریم کے معجزانہ اور مختصر بیان کو اپنی سادہ زبان میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ ہر پڑھنے والا بغیر اُلجھے منشاء خداوندی کو سمجھے اور اس پر عمل کر سکے اور اسطرح اللہ کی نظر میں ہدایت یافتہ ودانشمند اور قابل مبارکباد قرار پا سکے۔ لہٰذا اس مذکورہ اصول کو ہمیشہ ملحوظ رکھئے پھر بات سنئے۔ کہنے والے کی منشاء تک پہنچنے کیلئے اُس بات کے ہر ہر پہلو پر نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ آپکے موجودہ حالات کے ساتھ اُس پوری بات کا یا اُس بات میں سے کسی حصہ کا تعلق ہے کہ نہیں ہے؟ اگر تعلق نہیں ہے تو وہ بات کسی اور کے لئے ہے۔ آپ فکر نہ کریں دوسری بات کا انتظار کریں اور اگر تعلق ہے؟ تو پہلے یہ دیکھئے کہ اس پوری بات کا کون سا جز سہولت سے اپنایا جاسکتا ہے جس سے آپ کے حالات کی اصلاح وترقی شروع ہوجائے۔ پھر اصلاح شدہ حالات کے ساتھ ساتھ باقی پہلوؤں کو بھی اپناتے چلے جایئے حتیٰ کہ وہ اسکیم عملی صورت اختیار کرلے۔ کسی بیان کی دوسری صورت یہ ہے کہ اس میں وہ طریقے ہوں جن پر عمل کرنے سے آپ کی عملی زندگی کی خرابیاں دور ہوکر ترقی کی صورت نکلتی ہو۔ اب یہ دیکھئے کہ اُس بیان سے آپ کے حالات میں کتنی خرابیاں ثابت ہوتی ہیں۔ اس کے بعد سب سے پہلے اُس خرابی کو دور کیجئے جو نہایت آسانی سے الگ کی جاسکتی ہو۔ سب سے پہلے ایسی خرابی کو دور کر دینا جو حالات کو اور زیادہ خراب کر دے غلط ہوگا۔ یہ ہے بات سن کر اس کے بہترین پہلو سے عمل کی ابتدا کرنا اور پھر بات کی ہر ہر بہتری کو

اپنا عملدر آمد بنا لینا۔ یہی طریقہ قابل مبارکباد ہے اور ظاہر ہے کہ اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں قدم قدم پر عقل و دانش کی ضرورت ہے۔

11۔ قرآن کریم کا یہ اصول سامنے رکھ کر نہایت اطمینان کیساتھ کمیونزم، سوشلزم وغیرہ کے علمبرداروں کی بات سنئیے اور بے فکری کے ساتھ ہر اُس چیز کو اختیار کر لیجئے جس سے صرف اصلاح و ترقی ہوتی ہو اور کسی طرح کی اور کسی مقدار میں خرابی پیدا نہ ہوتی ہو۔ اگر اس قاعدے کے مطابق عمل کیا جائے تو نہ سوشلزم سے آپ کو نقصان پہنچ سکتا ہے نہ کمیونزم ہی سے خطرہ ہوسکتا ہے۔ مفید باتیں اصلاح کرنے والے اقدامات سب آپکی گمشدہ پونجی (سرمایہ) ہے۔ آپ کا اپنا مال ہے جہاں ملے جس سے ملے جو بھی دے واپس لے لو، جو اس اصول پر عمل نہیں کرتے وہ ہرگز دانشمند نہیں ہوسکتے اور جو دانشمند نہیں وہ راہنما بھی نہیں ہوسکتے۔

12۔ نوعِ انسان کی ابتدا اور حضرت آدمؑ کی تخلیق و تعلیم

آپ جانتے ہیں کہ آپ کی پیدائش سے بہت پہلے آپ کا خیال رکھا گیا تھا۔ آپ کو جس شکل میں پیدا کرنا تھا وہ سامنے نہ ہوتی تو آپ کیلئے آپ کی والدہ کے سینے میں دودھ کیوں پیدا کیا جاتا؟ اُس وقت سے لے کر آپ کی پوری زندگی کی ضروریات آپ کی پیدائش کے پہلے سے ہی موجود تھیں۔ بالکل اسی طرح حضرت آدمؑ کو اُس وقت پیدا کیا گیا تھا جب یہ کائنات آدمؑ اور اولادِ آدمؑ کی معاش سے مالا مال کی جا چکی تھی۔ اُن کی فلاح، ترقی اور بقا اور درجۂ کمال تک پہنچانے والا ہر رزق افراط کے ساتھ موجود تھا۔ یہ تمام انتظامات مکمل کرنے کے بعد اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا اعلان کیا (2/30، بقرہ) اُس وقت کی تمام مخلوق سے کہا گیا کہ جیسے ہی میں آدم علیہ السلام کو مکمل کر کے اس میں اپنی روح داخل کروں تم سب سجدہ

میں گر جانا (38/72،ص) ۔سب سے پہلے جسمانی انسان میں اللہ نے اپنے علم وقدرت کا ہر کمال رکھا۔حالانکہ اس ساری کائنات کا خالق اللہ ہے۔مگر اُس نے حضرت آدم کی محیر العقول ہستی کو پیدا کر کے فخر فرمایا اور انہیں اپنے دونوں ہاتھوں کا شاہکار فرمایا ہے (38/75،ص) ۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام خوبیوں کا حسین ترین مجسمہ بنایا (38/72،ص)۔ان کے ہر ہر جز کو ہر عضو کو اور ہر جوڑ و بند کو الغرض ان کے خَلق اور خُلق کو بہترین ہیئت و ماہیت عطا فرمائی (95/4،التین)۔ تا کہ اُن سے فساد وخون ریزی، ظلم وزیادتی سرزد نہ ہو اور ملائکہ و دیگر مخلوق پر نہ صرف علمی بلکہ عملی حجۃ بھی تمام ہو جائے (2/30، بقرہ) اور اُن کا ہر عمل، ہر خیال بلکہ ہر سانس ملائکہ کی مجموعی تسبیح وتقدیس وعبادتوں سے زیادہ وزن دار رہ سکے (2/30، بقرہ)۔تا کہ انسانوں پر کوئی مخلوق فضیلت حاصل نہ کر سکے۔ چنانچہ ان کی داخلی راہنمائی کے لئے اُس نور سے نواز دیا جو بے حد وحساب مدت پہلے سے مثالی انسان بنا کر زیر تعلیم وتقدیس رکھا گیا تھا (15/29، الحجر) (90/3،البد) اور جسے اپنی روح قرار دیا گیا تھا۔(15/29، الحجر)

12 الف۔ حضرت آدمؑ کی استعداد اور ملائکہ وابلیس سے تعارف

ادھر روح خداوندی (15/29، الحجر) نے حضرت آدمؑ کے قلب پر نزول اجلالِ فرمایا اور اُدھر نوامیس فطرت اور وسائط خداوندی نے تائید واطاعت کے لئے سجدہ کیا (15/30، الحجر) تا کہ کائناتی نظام معیشت کے سربراہ سے تعاون کا معاہدہ پورا ہو جائے اور فراہمی معاش میں کسی طرح کی دقت سامنے نہ آنے پائے ۔ حضرت آدم علیہ السلام نے یہاں اپنے ایک دشمن سے تعارف حاصل کیا۔اُس کا فلسفہ توحید ونبوت دیکھا۔اُس کا معیار بزرگی ،ضد، بغاوت وعداوت اور اُن کے دلائل

ملاحظہ کیئے۔ تکبر واطاعت کے معنی سمجھے، کافر ومومن کا فرق دیکھا، ازلی لعین ورجیم کا چیلنج سنا، قیامت تک نظر گئی۔ خلوص باللہ کے ذریعہ شیطان سے محفوظ رہنے کا اقرار سنا، اغوا کرنے والوں کا حشر دیکھا (38/83-85، ص)۔ یہیں پر اپنے سے بلند مرتبہ بزرگوں کو دیکھا جو سجدہ کے حکم سے مستثنیٰ تھے (38/75، ص) اور خود بھی مسجود ملائکہ تھے۔ اُسی وقت حضرت آدمؑ کو بنی آدم کی معیشت سے متعلق تمام اسماء کا علم دیا گیا (2/31، بقرہ)۔ اسی طرح مقام خلیفۃ اللہ واضح ہوا (2/30، بقرہ) یعنی عملاً دکھایا گیا کہ انسانوں میں یہ استعداد رکھ دی گئی ہے کہ وہ معلوم سے ہر نامعلوم چیز کو معلوم کر کے کائناتی خزانوں سے اپنا ضروری سامان حاصل کرتے رہیں اور ہر پوشیدہ چیز کو مشہور کر کے اپنی ترقی میں ممد ومعاون بنالیں۔ چنانچہ حضرت آدمؑ نے ہر ایک مسمی پر اس کا صحیح نام فٹ کر کے ملائکہ کو حیران کر دیا (2/31-34، بقرہ) ان پر علم وقدرت سے فتح پائی اور خالق کائنات نے اس فتح پر فخر فرمایا۔ (2/31-34، بقرہ)

13۔ جنت میں دنیا کے لئے تیاری کا موقعہ دیا گیا، ابلیس سے مقابلہ طے پایا، ابلیس کی استعداد اور قوت

بنی نوع انسان میں فطری اختلاف وافتراق کا سد باب کرنے کیلئے حضرت آدمؑ ہی میں سے اُن کی زوجہ حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کیا (7/189، الاعراف) تاکہ زوج وزوجہ میں عملی وفکری یگانگت قائم رہے (39/6، الزمر)۔ پھر دونوں کو حیات ارضی کی تیاری کیلئے جنت میں موقعہ دیا گیا (2/35، بقرہ) تاکہ وہ جنت کے نقشہ کے مطابق دنیا میں اپنا معاشی نظام وپروگرام بناسکیں۔ بھوک وپیاس، راحت ومشقت، لباس وعریانی، گرمی اور سردی، شکر وناشکری دوستی ودشمنی کا فرق دیکھ سکیں (20/117-119، طٰہٰ) اور خارجی ہدایت یعنی وحی کے الفاظ سے منشائے رب

العالمین کو اخذ کر کے اس پر عمل کرنا سیکھ سکیں (2/35-36، بقرہ)، (7/20، الاعراف)، (20/121 طٰہٰ)۔

14۔ یہاں حضرت آدم علیہ السلام نے ابلیس کا طریقِ کار سمجھا۔ وسوسہ اور دلیل کا فرق متعین کیا (20/119-120 طٰہٰ) جنسی ضروریات پر مطلع ہوئے۔ معاش کی تفصیلات دیکھیں۔ بقا اور فنا کا راز ملاحظہ کیا (20/120-121 طٰہٰ) ابلیس کی دشمنی کا پورا یقین حاصل کیا (20/117 طٰہٰ) الغرض جنت کے قیام کے دوران مجتبیٰ ہونے کی سند پائی (20/122 طٰہٰ) کلمات خداوندی سے فیض یاب ہوئے (2/37 بقرہ) اور اس طرح توابیت نے ہم سفر زندگی رہنے کا وعدہ کیا (2/37 بقرہ) اور آخرکار خلافت ارضی کو اُس کے پاؤں پر کھڑا کرنے کیلئے ایسے عالم میں زمین پر تشریف لائے کہ ایک دائمی دشمن بھی رفیق سفر تھا (20/123 طٰہٰ)۔ جس کو نہ صرف حضرت آدمؑ سے عداوت تھی ۔ بلکہ وہ آپ کی زوجہ اور تمام انسانوں کا بھی دشمن تھا (7/22، الاعراف)، (7/27، الاعراف) سب سے بڑی اور خطرناک بات یہ تھی کہ ابلیس کو قیامت سے ٹکراتی ہوئی غیر منقطع زندگی اور مہلت دی گئی تھی (7/14-15، الاعراف)۔ اس طویل عمر کے ساتھ ساتھ یہ قدرت بھی دے دی گئی تھی کہ وہ ہر ایسی صورت اختیار کر لے جس میں رہ کر بنی نوع انسان کو بہکانے میں سہولت محسوس کرے (17/64 بنی اسرائیل)۔ وہ شیطانی افواج سے مسلح کر دیا گیا تھا (17/64 بنی اسرائیل)۔ وہ انسانوں کے جان و مال اور اولاد میں حلول وشمول پر قدرت رکھتا تھا (17/64 بنی اسرائیل)۔ ایسے بے مہار قدرتوں کے ساتھ آراستہ دشمن کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر خلافۃ اللّٰہ کی ابتداء کی گئی تھی (2/30 بقرہ)۔

15۔ حضرت آدمؑ کی ذمہ داریاں، ابلیس کے بالمقابل کامیابی، آدمؑ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے

اگر آپ کو اپنے اور اپنی اولاد کے دشمن سے باقاعدہ تعارف ہے؟ تو ہم بڑے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ خود کو اور اپنی اولاد کو محفوظ رکھنے کا ہر وہ انتظام کریں گے جو آپ کے علم و وسائل و قدرت سے ممکن ہو گا اور اگر آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ دشمن آپ کے بعد بھی موجود رہے گا؟ تو یقیناً آپ کے انتظام کا دائرہ بھی اتنا ہی وسیع ہوتا جائے گا جتنا کہ دشمنی کا میدان وسیع ہو گا اور اگر آپ کو اور آپکے حریف کو مقابلہ کے میدان میں اتارلانے والا آپ دونوں پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے اور وہ آپ کے حریف سے ناخوش ہے۔ اس لئے کہ اُس نے نافرمانی کی تھی اور نافرمانی بھی خود آپ کی ذات سے متعلق ہے یعنی آپ کے حریف نے آپ کی اطاعت سے انکار کر دیا اور آپ کے مالک نے آپ کی اطاعت کے انکار کو اپنی اطاعت کا انکار سمجھا ہے (38/75ص)۔ آپ کو چیلنج کیا گیا تھا۔ مالک نے آپ کی طرف سے چیلنج قبول کر لیا اور چیلنج کرنے والے کو کامیابی سے محروم اور راندہ درگاہ کر کے اس کی شکست کا اعلان کر دیا (38/75-78ص)۔ اس صورت میں آپ کو ذرہ برابر فکر نہ ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ اگر آپ کی اطاعت مالک کی اطاعت ہے تو پھر آپ کی شکست بھی مالک کی شکست ہے۔ لہٰذا اس مقابلہ میں آپ کو شکست نہیں ہو سکتی۔ یہ مقابلہ تو دراصل مالک کے ساتھ مقابلہ ہے آپ کو محض ذریعہ بنایا گیا ہے۔ <u>آپ کو معلوم ہو یا نہ ہو مگر یہ ضروری ہے کہ مالک نے وہ تمام قوتیں اور استعداد آپ کے اندر ودیعت کی ہوں گی۔</u> جن سے آپ کھلے میدان میں فتح حاصل کریں یا پھر یہ کہ مالک بروقت وہ تمام سامان عطا کرتا چلا جائیگا جس کی آپ کو دوران مقابلہ ضرورت پڑے۔ لہٰذا آپ

کے کرنے کا کام صرف اس قدر ہے کہ اپنے مالک پر پورا پورا بھروسہ رکھیں (3/20 عمران)۔دشمن پر نظر رکھیں جو دراصل مالک کا دشمن ہے۔ ہر خطرہ کا پہلے سے سدباب کریں۔ مالک کے عطا کردہ علم وقدرت ووسائل کو مالک کی ہدایات کے مطابق بر سر کار لائیں۔ <u>ہر حال میں مالک سے وابستہ رہ کر متعلقہ ہدایات حاصل کریں</u> اور ساتھ ہی اپنے بعد کیلئے بھی ایسا محکم اور محفوظ و معصوم (Fool Proof) انتظام کر کے چھوڑیں کہ آپکا حریف ہر میدان میں شکست سے دوچار رہے اور آپکے نقش قدم اور پروگرام پر چلنے والی اولا د روز افزوں ترقی کرتی چلی جائے۔

16۔ <u>ابلیس کے ساتھ ساتھ ہدایت کا مستقل اور مسلسل انتظام ہے۔</u>

<u>معاشی فراوانیاں اطاعت کے ساتھ مشروط اور عام ہیں</u>

یہ صورت حال بالکل فطری ہے عقلی و عملی ہے اور قطعی مقاصد رب العالمین کے مطابق ہے۔ چنانچہ اللہ نے آدمؑ اور اولاد آدم کی حفاظت و کامیابی کا مکمل اور دوہرا انتظام کیا تھا۔ اسی لئے حضرت آدمؑ کی تخلیق میں داخلی طور پر وہ تمام سامان رکھ دیا تھا جو تنہا ابلیس کی شکست کے لئے کافی تھا (38/72ص)۔علم وقدرت کا وہ مجسمہ جسے خالق کائنات اپنے دونوں ہاتھوں سے بنائے۔ ابلیس کے ہاتھوں کیسے ناکام ہوسکتا تھا (38/75ص)۔ پھر میدان مقابلہ میں چھوڑتے ہوئے مسلسل ہدایت کاری کا وعدہ کیا تھا (2/38 بقرہ) اور حضرت آدم علیہ السلام کا وکیل بن کر ابلیس کے تسلط سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کر لیا تھا (17/65 بنی اسرائیل)۔ یہی نہیں بلکہ اولاد آدمؑ میں مسلسل حفاظت، ترقی کے لئے رسالت ونبوت وامامت کا موجود رکھا جانا طے کر دیا تھا (7/35،الاعراف)۔حضرت آدمؑ اور اولاد آدمؑ کیلئے اطاعت واتباع کی شرط پر گمراہی اور مشقتوں سے بچائے رکھنے کا وعدہ کیا تھا (20/123طٰہ) اور معاشی

فراوانیاں عام کی تھیں (20/124 طٰہ)۔ چنانچہ انسانوں کو زمین پر پورا پورا قابو دیا اور ہر قسم کا سامان معاش فراہم کیا تھا (7/10، الاعراف)۔ ان کو بتایا گیا تھا کہ ہم نے تمہارے لئے اس زمین کو بڑا کشادہ بنایا ہے اور یہاں تمام انسانوں کی ضرورت سے زیادہ موزوں مقدار میں ہر چیز فراہم کردی ہے (15/19، الحجر)۔ تمہارے لئے بھی معاش ورزق کا انتظام کردیا ہے اوران کیلئے بھی معاشی سامان موجود ہے جن کے رزق کیلئے تمہیں واسطہ نہیں بنایا ہے (15/20، الحجر) اور ہمارے پاس لاتعداد معاشی خزانے موجود ہیں جن کو صحیح مقدار میں ہمیشہ پہنچایا جاتا رہتا ہے (15/21، الحجر)۔ معاشی تنگی صرف اس صورت میں ہوگی جب کہ ہدایات خداوندی کے خلاف عمل کیا جائیگا (20/124 طٰہ)۔ اسی لئے بار بار ابلیس کی عداوت سے ہوشیار رہنے کی تاکید کی جاتی رہی ہے (18/50 کہف)۔ وہ تمہیں معاشی تنگی کا خوف دے کر غلط کاری پر لگانے کی کوشش کرے گا (2/268 بقرہ)۔ تمہیں اچھی اچھی چیزوں کا ذخیرہ کرنے اور ناکارہ قسم کی چیزوں کو ضرورتمندوں کو دینے کا طریقہ بتائے گا (2/268 بقرہ) حالانکہ ضرورتمندوں کو عمدہ اور مفید چیزیں دینا چاہئیں اور جن چیزوں کو تم خود لینا پسند نہ کرو وہ ضرورتمندوں کو کیوں دی جائیں (2/267 بقرہ) اس ذہنیت کی بہت مذمت کی گئی ہے اور شیطان سے ہمیشہ خبردار رہنے کا تقاضا ہوتا رہا ہے۔ اسلئے کہ انسان کا سب سے بڑا معاشی دشمن ابلیس ہی ہے۔

17۔ حضرت آدمؑ کا جنتی معاشی نظام سب کے لئے عام تھا۔

قدم قدم پر بے حساب رزق موجود رہتا رہا ہے

حضرت آدمؑ نے جو معاشی نظام قائم کیا تھا۔ وہ بالکل ایک کنبے کی طرح تھا۔ ابتدا میں وہ تھے، اُن کی زوجہ محترمہ تھیں، اُن کے بچے تھے۔ ساری زمین اور اُس

سے ملنے والے تمام رزق یا معاشی سامان اُن کے اور اُن کی اولاد کیلئے تھے۔ آسمان سے نازل ہونے والی تمام نعمتوں کے وہ مالک تھے۔ وہ اپنی اولاد کے حسب حال بہترین صورت میں پروان چڑھانے کیلئے سامانِ معاش استعمال کرتے تھے۔ ساری زمین کا مقصد پوری اولاد آدمؑ کی نشوونما کا سامان پیدا کرنا تھا۔ سارے آسمان انسانوں کو معراج کمال تک پہنچانے کیلئے تھے۔ ہر شخص اپنی موجودہ استعداد کے مطابق زمین و آسمان سے رزق حاصل کرتا اور ہر فرد کی موجودہ ضروریات اطمینان سے پوری ہوتی تھیں۔ اسکے ساتھ ہی استعداد کو بڑھاتے چلے جانے اور اُسکے مطابق ضروریات کے پورا ہوتے رہنے کا بھی انتظام تھا۔ آدم علیہ السلام باپ تھے اور ساری اولاد آدمؑ اُن کا خاندان تھا (49/13، الحجرات)۔ اُن کا نظام معیشت خاندانی تھا وہی نظام آج ہر گھر میں ہر کنبہ میں موجود ہے۔ ساری اولاد آدمؑ ایک خاندان ہے۔ اس خاندان سے کہا گیا تھا کہ اس زمین کو اللہ تعالیٰ نے تمام جانداروں کیلئے قائم کیا ہے کسی خاص جاندار کی تخصیص نہیں کی گئی ہے۔ اس میں سب کے لئے نخل اور ثمر پیدا کر دیئے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ صاف نظر آجاتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جن کو غلافوں یا خول کے اندر محفوظ کر دیا گیا ہے۔ تاکہ جلد خراب نہ ہوسکیں اور اُنہیں پہچاننے اور ان کا کھوج لگانے میں انسانوں کو عقل استعمال کرنی پڑے (6/99، الانعام)۔ پھر اسی زمین میں اناج غلہ اور چرندوں کے لئے گھاس پھونس کا بندوبست کیا گیا ہے (55/10-12، الرحمٰن)۔ یہ بھی بتایا کہ ان نعمتوں کے مقاصد کی تکذیب وخلاف ورزی بہت ہی ناپسندیدہ ہے (55/13، الرحمٰن)۔ اسی مقصد کو یوں واضح کیا گیا کہ اس زمین پر سفر حیات میں مصروف ہر ہر فرد کا رزق اللہ نے فراہم کر رکھا ہے (11/6 ھود) اور رزق کی فراوانی اس قدر ہے کہ ہر ہر مسافر کو اپنا توشہ سفر اٹھائے

پھرنے کی ضرورت نہیں ہے (29/60 عنکبوت) اور جب ہم ان کو رزق دیتے ہیں تو تمہیں رزق دینے میں کیا مانع ہوسکتا ہے چنانچہ تمہیں بھی رزق دیا جارہا ہے (29/60 عنکبوت) اور تمہارے چاروں طرف رزق پھیلا دیا گیا ہے۔

18۔ حقیقی رازق اللہ ہے، مخلوق کی تخلیق سے پہلے رزق و معاش کا پیدا کرنا، ہر بنی آدم کو عبادت گاہوں سے ہر قسم کا رزق ملے گا، رزق سب کیلئے عام ہے

یہ معلوم ہے کہ زمین و آسمان کا خالق اللہ ہے اور اُن میں جس قدر معاشی ذخائر ہیں وہ بھی اللہ ہی نے پیدا کیئے اور حضرت آدمؑ سے کہیں پہلے پیدا کیئے تھے۔ لہٰذا حقیقی رازق اللہ ہی ہے جس نے مخلوق کی پیدائش سے پہلے ہی ان کی نشو ونما کیلئے ہر قسم کی معاش کے ذخائر پیدا کردیئے۔ لہٰذا اللہ کا یہ فرمانا کہ فَابْتَغُوا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ (29/17 عنکبوت) رزق اللہ ہی سے طلب کرنا چاہیئے۔'' بالکل حق بجانب ہے اور چونکہ اُس نے رزق کا یہ عظیم الشان نظام قائم کردیا ہے۔ لہٰذا اسی کی عبادت اور شکر کرنا چاہیئے۔ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ (29/17 عنکبوت) اسی بنا پر تمام اولادِ آدم کو حکم دیا گیا ہے کہ تم سب اپنی اپنی توجہات مساجد سے وابستہ کرلو اور دین کو خالص اللہ کی طرف سے مان کر اُسی سے دعا کیا کرو (7/29، الاعراف) اور اسکے بعد تمام ضرورتمندوں کو اپنی اپنی ضروریات کے حصول کیلئے بھی مساجد سے وابستہ کردیا۔ یعنی جس مقام پر تمام بنی آدم کی توجہات کو مرکوز کیا وہیں پر ہر دعا مانگی جائے گی اور وہیں وہ دعائیں پوری ہوں گی اور وہیں سے تمام سامان معاش مرکزی حیثیت سے ملا کریگا۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ اَے اولادِ آدم (يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ) حاصل کیا کرو یا لیا کرو اپنی زینتیں (خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ) تمام مساجد سے (عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ) اور کھاؤ پیو (وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا) اسراف نہ کرو (وَلَا تُسْرِفُوْا) (7/31، الاعراف) یعنی اللہ

سے رزق مانگنا اور معاش کیلئے دعا کرنا اور پھر رزق یا معاش کا ملنا تمام مرکزی حیثیت سے مساجد سے متعلق کیا گیا تھا اور اسی مطلب کو سمیٹ کر فَابۡتَغُوا عِنۡدَاللّٰهِ الرِّزۡقَ (29/17 عنکبوت) میں سمو دیا گیا تھا۔ تفاسیر میں زینت کے ذیل میں مکانات، لباس، کھانے پینے کی تمام نعمتیں، بہترین ازواج، اولاد، سواریاں وغیرہ بیان ہوئے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ خود قرآن کریم نے واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ:

19۔ <u>اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَى الۡاَرۡضِ زِيۡنَةً لَّهَا (18/7 کہف)</u>

<u>**جو کچھ بھی زمین پر ہے ہم نے اُسے زمین کی زینت بنایا ہے**</u>

یہ تراجم یا مفاہیم جو ہم نے یہاں لکھے ہیں قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اس لئے اختلاف کنندگان کے لئے ایک چیلنج ہیں۔ قواعد کے پابند رہ کر تو یہی تراجم ومفاہیم صحیح ہیں۔ ان کے علاوہ باقی سب خارجی تاثرات کا نتیجہ اور غلط ہیں۔ یہ کتابچہ قواعد کی بحث برداشت نہیں کرسکتا۔ یاد رکھیں کہ ہم آئمہ علیہم السلام کی منشا کے خلاف ہرگز ہرگز کوئی ترجمہ یا مفہوم نہیں لکھتے۔ <u>**جو لکھتے ہیں اس پر قرآن واحادیث سے سندات کا انبار لگا دیا کرتے ہیں۔ ہم تفسیر بالرائے اور قیاس کو حرام سمجھتے ہیں۔**</u>

20۔ یہ بھی واضح ہو گیا کہ مرکزی طور پر جو رزق ملے گا وہ قیدیوں یا بورڈنگ ہاؤس کی طرح نہ ہوگا۔ اس لئے کہ نپے تلے راشن میں اسراف کی گنجائش چھوڑی ہی نہیں جاتی اور یہاں تو لَا تُسۡرِفُوۡا (اسراف نہ کرنا) بتاتا ہے کہ یہ مرکزی رزق جس میں انسانی ضرورت کی ہر چیز ہوگی اس افراط سے ملے گا کہ اس میں اسراف کی کھلی ہوئی آزاد گنجائش رکھی جائے گی۔ اسی سے یہ بھی ثابت ہے کہ لوگوں پر پورا اعتماد کیا جائے گا۔ چوروں کی طرح اُن کی نگرانی یا CID نہ ہوگی۔ ہر شخص آزاد ہوگا چاہے تو اپنی ضرورت کے مطابق استعمال کرے اور اگر چاہے تو ضائع بھی کردے۔ آخر میں

فرمایا کہ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ o (7/31،الاعراف)۔ہم یقیناً اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔اس کے بعد ایک قانون بیان فرمایا ہے کہ جن چیزوں کو اللہ نے زینت قرار دیا ہے وہ تمام حلال ہیں ان کو کوئی حرام نہیں کرسکتا اور یہ کہ تمام چیزیں دنیا میں مومن و کافر دونوں کے لئے عام ہیں۔مگر قیامت میں اور اس کے بعد کی زندگی میں خالصتاً مومنین کے حصے میں ہیں (7/32،الاعراف)۔منکرین کا اُن میں اس لئے حصہ نہیں ہے کہ وہ نہ قیامت ...... کے قائل ہیں۔اور نہ بعد قیامت کی زندگی کو مانتے ہیں (2/200 بقرہ)۔چونکہ ان کی تمام سعی وعمل دنیاوی زندگی میں سہولت اور فراوانی کیلئے ہیں۔لہٰذا اس کوشش کا نتیجہ ضرور مرتب ہوگا اور انہیں ان کے عمل کے مطابق جزا دی جاتی رہے گی (17/18 بنی اسرائیل)۔پھر ایسے لوگوں کو نہایت شفقت سے متوجہ کیا اور ایک عقلی سوال ان کے سامنے رکھا گیا تاکہ وہ غور کریں اور ہدایت اختیار کرلیں۔تم ایسی ہستی کا انکار کرتے ہو جس نے اس زمین کو پیدا کیا، پہاڑ پیدا کیئے، ہر قسم کی برکتیں پیدا کیں،تمہارے لئے خوراک کا بندوبست کیا،تمام عالمین کی پیدائش، پرورش (نشوونما) اور درجہ کمال تک پہنچانے کا محکم انتظام کیا۔اس زمین کی پیداوار کو تمام ضرورتمندوں کے مناسب حال عام کردیا۔ایسی ہستی کا انکار اور اسکے بالمقابل کسی اور کو اختیار کرلینا کہاں کی عقلمندی ہے (41/9-10 حم سجدہ) یہاں پر سَوَآءً لِّلسَّائِلِیْنَ o فرما کر یہ بات واضح کردی کہ کافر ہو یا مومن، انسان ہو یا حیوان، یہ زمین اور اس کی ہر پیداوار (مَاعَلَی الْاَرْضِ) سب کیلئے عام ہے۔ ہر ضرورت مند کی ضرورت کے مطابق معاش کا ملتے رہنا لازم قرار دیا گیا ہے۔مگر عام انتظام یہ کیا جانا چاہیئے کہ اتنا ملے کہ ہر سائل اپنی ضروریات پوری کرلینے کے اور اسراف کی گنجائش ہوتے ہوئے بھی اسراف نہ کرے۔لہٰذا اگر کسی سائل یا ضرورتمند کو

اس کی ضرورت کے مطابق بھی نہیں مل رہا ہے تو اسکے معنی یہ ہیں کہ کوئی اور شخص یا اشخاص اس میں سے اپنی ضرورت سے زیادہ ہی نہیں لے رہے ہیں بلکہ بڑی بے دردی سے مستقل طور پر اسکیم بنا کر اسراف کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں سے کہا گیا تھا کہ اے انسانو! (کافر و مومن کمزور و قوی سب) جو کچھ زمین میں ہے اُسے حلال اور طیب طریقے پر کھاؤ، شیطانی طریقہ اختیار نہ کر لینا کہ وہ تمہارا ازلی اور مستقل دشمن ہے (2/168 بقرہ)۔ حَلّ اور حلال کے معنی ہیں کھولنا، کھلا ہوا ہونا، عام ہونا (مشکل کا حل، حلال مشکلاتؐ)۔ واضح ہوا کہ زمین سے پیدا ہونے والی یا رب العالمین کی عطا کردہ ہر وہ چیز جائز ہے جو سب کیلئے حکم خدا کے مطابق کھلی رکھی جائے۔ جس کے استعمال کرنے میں کوئی انسانی عائد کردہ بندش نہ ہو۔ ہر ضرورتمند اس سے استفادہ کے لئے آزاد و خود مختار ہو۔ ورنہ وہ چیز خدا کی طرف سے حرام ہے ہر اس شخص پر جو دوسروں کو منع کرے اور خود استفادہ کرنا چاہے۔

21۔ ہر کنبہ میں حضرت آدمؑ کا معاشی نظام موجود ہے،

ہر والد سربراہ نظام ہے، سربراہ نظام معیشت وہ ہوگا جو قربانی اور ایثار میں سب سے بڑھ کر ہو

یہ تھا وہ معاشی نظام جو حضرت آدمؑ نے اس زمین پر شروع کیا تھا بالکل یہی نظام ہر کنبے میں اب تک موجود ہے۔ تمام آمدنی والد یا والدہ کی تحویل میں رہتی ہے اور یہ دونوں اپنے بچوں کی عمر اور ضرورت حال و استقبال کو مدنظر رکھ کر سب کو مساوی رکھتے ہیں۔ یعنی ہر ایک کے لئے اتنا خرچ کرتے ہیں کہ جو اُسے ترقی پذیر رکھے۔ جو بیٹا بی اے (B.A) میں پڑھتا ہے اُس کا خرچ زیادہ ہوتا ہے اس بچے سے جو دوسری جماعت میں ہے۔ سب کی پتلون یا پاجامہ ایک سائز کا بنانا جمہوری یعنی بے عقلی کی

بات ہے۔ سب کی ہر بات پوری کرنا حماقت ہے ۔کسی کو ڈانٹا جاتا ہے اور تنبیہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔کسی کی بات مانی جاتی ہے۔ وہ سب والد کی مرضی کے مطابق کام کرنے میں اپنی سعادت، فلاح و بہبود کا یقین رکھتے ہیں۔ والد اس لئے بزرگ خاندان نہیں ہے کہ وہ زیادہ قوی ہے، ڈنڈے والا ہے،قوت اور ڈنڈا ایک روز دونوں ختم ہو جاتے ہیں۔وہ اس لئے بزرگ ہے کہ:۔

(الف) وہ اُن سب سے پہلے موجود ہے لہٰذا زیادہ علم رکھتا ہے اور قوت بھی اور،

(ب) اس نے اپنی عقل وبصیرت سے اپنے حالات کو ترقی پذیر رکھنے اور بہترین نسل کیلئے ایک ترقی پذیر اور تعاون کرنے والی زوجہ کا انتخاب کیا پھر،

(ج) پیدا ہونے والی اولاد کا قبل از وقت خیال رکھ کر شادی کی ۔انکی پیدائش ، پرورش،تربیت وتعلیم کا محکم بندوبست کیا یعنی،

(د) جان مار کر دن رات محنت کی ،کمایا، زوجہ کو ہر قسم کی مسرت وراحت فراہم کی ، اولاد کے متعلق ہدایات دیں، آنے والی ذمہ داریاں بتائیں، زوجہ کو اولاد کی تربیت سکھائی۔

(ہ) یہ دونوں والد اور والدہ اپنے آرام وچین وسہولت کو نظرانداز کرنے اور اولاد کی فلاح و بہبود کو ترجیح دینے میں کسی حالت میں کوتاہی نہیں کرتے۔چنانچہ اولاد موجود ہی نہ تھی تو والد کو بزرگ بنانے کے لئے ووٹ کیسے دیتی ؟ اور جب تک ہوش سنبھالا ہر لمحہ والد ووالدہ کی طرف سے قربان جانے اور فدا کاری کا عمل دیکھا۔ ووٹ دینے کے قابل ہونے تک یہ یقین مکمل ہو گیا کہ والد اور والدہ کے بالمقابل ساری دنیا میں ان کا کوئی بھی زیادہ ہمدرد وبہی خواہ نہیں ہو سکتا اس لئے وہ ہی ہمارے حاکم ہیں۔

22۔ یہ بزرگی محض فدا کاری ،قربانی اور ایثار نفس کی بنا پر ہے، فطری ہے۔اس میں شورش وشوریٰ کو دخل نہیں ہے۔یہی وہ بزرگی ہے جس پر بلا شبہ اعتماد کیا جاتا ہے۔

یہ ایسا محکم رشتہ ہے کہ جمہوری عدالت میں بھی اس کا ایک مستقل مقام ہے۔یعنی وہاں والد کے حق میں بیٹوں کی ،شوہر کے حق میں زوجہ کی شہادت قبول نہیں کی جاتی۔اسی طرح بیٹوں کی طرفداری میں والداور والدہ کی گواہی منظور نہیں ہوتی۔یعنی قانون کے ذمہ دار حضرات کو بھی اس کا یقین ہے کہ شوہر، زوجہ اور اولاد کی فطری پوزیشن ایسی ہے کہ وہ ہر حال میں ایکدوسرے کی طرفداری کریں گے۔اسی یقین کی وجہ سے ہزاروں بیش بہا نصیحتیں اوراحکام رد کردیئے گئے اور کہہ دیا گیا کہ فطری محبت کی بنا پر ایسا کہا گیا ہے۔ لہٰذا قابل قبول نہیں ہے۔یعنی ہر ایسے قول وعمل کو نا قابل اعتنا اور نا قابل اعتبار کہہ کر ٹال دیا گیا جو کسی قریبی رشتہ دار کے حق میں ہوتا تھا۔اس محبت اور تعلق کی مثال اور کسی قسم کے رشتہ میں نہیں ملتی۔دوست احباب قانون کے اس مقام پر نہیں آسکتے۔

23۔ ہر نبیؑ پوری نوع انسانی کا والد اور سربراہ نظام معیشت تھا ابلیس نے بنی آدم میں معاشی فساد پیدا کیا جو جس کو ملا دبا کر بیٹھ گیا

حضرت آدم علیہ السلام کا قائم کردہ معاشی نظام اِدھر فطری حیثیت سے ان کی سرکردگی وسربراہی کو قبول کرتا تھا۔ ادھر اللہ نے ظہور حضرت آدمؑ کے وقت جو ماحول رکھا تھا اس میں وسیع زمین اور افراط معاش کی بنا پر دلوں میں تنگی کا پیدا ہونا ممکن نہ تھا۔اس وقت کے انسان سادہ دل تھے۔ابھی شیطان نے بھی اپنی تعلیمات کو بے اثر سمجھ رکھا تھا۔ وہ رفتہ رفتہ اُن سادہ دل لوگوں کا رخ موڑنے کیلئے اسکیم بنا رہا تھا۔ اُدھر حضرت آدم علیہ السلام پر تجربہ اور الہام ربانی یہ واضح کر رہا تھا کہ خدا کے پیدا کردہ تمام معاشی وسائل بنی نوع آدم کیلئے عام ہیں۔عرصہ دراز تک تمام انسان ایک اُمت اور ایک خاندان کی طرح رہتے رہے۔حضرت آدمؑ کا قائم کردہ والدازم رب العالمین کا بتایا ہوا معاشی نظام برابر جاری رہا۔ہر زمانہ میں ایک نہ ایک والدؑ یا پیغمبرؑ اس نظام کا

مرکز ہوتا تھا اور تمام بنی نوع آدم کی نشو ونما مرکزی حیثیت سے اُس کی ذمہ داری ہوتی تھی ۔ یہاں تک کہ ابلیس نے اولاد آدم میں سرکشی پھیلا دی (2/213 بقرہ) اور وہ اولاد کو والدیا پیغمبرؑ کے خلاف لے جانے میں کامیابی حاصل کرنے لگا۔ اُن کو فریب آمیز وعدوں کی آڑ میں (17/64 بنی اسرائیل) فقر و فاقہ سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنا طریقہ سکھایا (2/268 بقرہ)۔ ان کی آرزؤں کو وسیع کیا اور اُن میں رنگینیاں بھر دیں (4/119 نساء)۔ انہیں بنی نوع انسان پر قابو حاصل کرنے کی لذت سے آشنا کیا (8/48، الانفال)۔ لہٰذا اولاد آدم میں بغض وعداوت کا بازارگرم کردیا (5/91 مائدہ) اور اس طرح اُس فطری معاشی نظام میں تغیر کرا دیا (4/119 نساء)۔ رفتہ رفتہ فساد کو عام کردیا (17/53 بنی اسرائیل) اور یہ سب کچھ اولاد آدم کے نفوس واموال واملاک میں داخل ہوکر کیا گیا (17/64 بنی اسرائیل)۔ لہٰذا وہ اولاد جس کو ابلیس نے والد ازم کے خلاف کھڑا کردیا تھا زمین اور دیگر معاشی ذخیروں پر قبضہ کرنے کی ابلیسی اسکیم پر چلنے لگی (18/7 کہف) اور اموال واملاک پر گن گن کر قبضہ کرنا شروع کردیا (104/2-3، الھمزہ)۔ ضرورتمندوں کو محروم کرنے کا انتظام شروع کیا (107/7، الماعون)۔ محتاج وبے سہارا لوگوں کو معاشی ذخائر سے دور رکھنے لگے (107/2، الماعون)۔ پرورش عامہ کے اصول کو نظر انداز کردیا (107/3، الماعون) اور اللہ کے بتائے ہوئے پورے نظام معیشت کی تکذیب کردی (107/1، الماعون) اور بظاہر غربا کی امداد کا ڈھونگ بھی رچائے رکھا (107/5، الماعون)۔ یہی لوگ تھے جو گلی سڑی اور بے کار قسم کی چیزوں کو اپنے لئے برا سمجھ کر اللہ کے نام پر غربا کی مدد کے لئے دیا کرتے تھے (2/268 بقرہ)۔ رفتہ رفتہ اُنکے دلوں سے انسانیت (انس) نکل گئی اور قساوت قلبی

انہیں مفید معلوم ہونے لگی (6/43،الانعام)۔زمین پر انفرادی تسلط سے حرام خوری کو جاری کرلیا(2/168 بقرہ) اس کے باوجود خود کو ہدایت یافتہ سمجھتے رہے (7/30،الاعراف)۔اس طرح سلامتی کے نظام سے نکل کر ابلیسی نظام پر چلنے لگے (2/208 بقرہ)۔ بستیاں کی بستیاں سرمایہ دارانہ نظام میں داخل ہوگئیں (28/58،القصص)اور دنیا میں معاشی افراتفری پھیل گئی۔

24۔ انفرادی ملکیت کا غلط استعمال، انبیاؑء سب کی پرورش حسب حال کرتے تھے،انبیاؑء کے تیار کردہ افراد کا عملدرآمد دوسروں پر قربان ہونا تھا

ابلیس نے جو کچھ اپنے چیلنج میں کہا تھا اس پر کاربند رہا۔ جو اولاد آدمؑ اسکے نظام میں داخل ہوتی جاتی تھی وہ برابر سرمایہ داری کو فروغ دیتی جاتی تھی۔اُدھر انبیاء علیہم السلام اپنا نظام برابر چلاتے رہے۔ یہ نظام آپس میں برسرجنگ رہتے چلے آتے ہیں۔جب سرمایہ داری کا ظلم وستم حد سے بڑھ جاتا تھا تو اللہ کی طرف سے ان کو معاشی ابتری پھیلانے کی سزا ملتی اور ایسے تمام شہر تباہ وبرباد کردیئے جاتے جہاں اس قسم کے سرمایہ داروں نے زمین واملاک پر ذاتی تصرف جاری کیا تھا (28/58،القصص) اور ایک دفعہ پھر ان کی املاک وخزانے والد ازم کے ماتحت آجاتے تھے(59/6،الحشر) اوراس زمانہ کا رسولؑ تمام ضرورتمندوں میں معاشی سہولتیں عام کردیتا تھا(59/6-7،الحشر) یہ کشمکش برابر جاری رہی۔انبیاء علیہم السلام کسی پر جبر نہ کرتے تھے سب کو آزادی سے عمل کرنے کی تاکید کرتے تھے۔ جولوگ اُن سے وابستہ رہتے تھے اُن میں برابر اُسی نظام معیشت کو جاری رکھتے تھے جو حضرت آدم علیہ السلام کی معرفت اللہ نے جاری کیا تھا اور خود ایک والد کی حیثیت سے تمام متعلقین کی نشوونما فرماتے تھے۔یہی نہیں بلکہ منکرین کے ساتھ بھی محبت وشفقت کا

سلوک کرتے تھے۔ ہر بنی آدم کو اپنی ضرورتوں پر ترجیح دیتے تھے اسلئے غریب وفادار رہتے تھے۔یعنی انبیاء علیہم السلام سے وابستہ رہنے والا خاندان ہمیشہ غربت کے عالم میں بھی مطمئن اور خوش رہتا تھا اور دوسرے افرادِ بنی آدم کو ہمیشہ اپنے اوپر ترجیح دیتا تھا۔انبیاء علیہم السلام کے ساتھی حقیقی طور پر ایک والد کے جذبات سے سرشار ہوتے تھے۔ وہ سب ہر لمحہ بنی آدم پر قربان ہوجانے اوران کی ہر تکلیف کو دور کرنے کیلئے تیار رہتے تھے۔ دن رات لوگوں کیلئے دعائیں کرنا (59/10،الحشر) خود بھوکے رہ کرضرورتمندوں کی حاجت رفع کرنا ان کا معمول رہتا تھا۔(59/9الحشر)

25۔ نبیؑ کے انصاراللہ کے مددگار،حضرت عیسیٰؑ اورآنحضرتؐ کا معاشی نظام انجیل اورقرآن سے،کمیونزم حقیر ترین نظام ہے

وہ لوگ جو انبیاؑئے سابقہ کے ساتھ ایک کنبہ کی طرح رہتے تھے اور ہر قسم کی تکلیف اور دِقتوں کو برداشت کرتے تھے اُن کی ایک مثال یہاں پیش کی جاتی ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ آج ہمارا فریضہ کیا ہے ؟اور ہمیں کس قسم کے مسلمان ہونا چاہیئے۔چنانچہ قرآن کریم اُن حالات کی مرقع کشی فرماتا ہے جن میں جناب عیسیٰ علیہ السلام منکرین کے محاذ کے بالمقابل فرماتے ہیں کہ:۔

(1) کوئی ہے جو خدا کے احکام کی تنفیذ میں میرا مددگار بنے ؟ اس پر چند نیک بندوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار یعنی انصار ہیں۔ ہمارے پالنے والے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو تونے نازل کیا اور تیرے اس رسولؐ کے نقش قدم پر چلنے کا عہد کرتے ہیں۔لہٰذا ہمیں بھی اپنے گواہوں میں درج کرلے۔(3/52-53 عمران)

<u>یہاں دو باتیں توجہ کرنے کی ہیں</u>۔اوّل یہ کہ حضرت عیسیٰؑ یہ نہیں کہتے کہ کوئی ہے جو اللہ کا انصار بنے ؟ بلکہ وہ اپنا مددگار چاہتے ہیں اور یہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے

مددگار بننے کو تیار ہیں۔ یعنی نبیؑ کے مددگار ہی دراصل اللہ کے مددگار ہوا کرتے ہیں۔

یہ تعلیم صحابۂ عیسیٰؑ کو بذریعہ وحی دی گئی تھی چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ:۔

(2)۔ جب ہم نے حواریوں کو وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسولؐ پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور گواہ رہنا کہ ہم مسلم بن گئے (5/111 مائدہ)۔ آپ نے دیکھا کہ یہ لوگ نہ نبیؑ ہیں نہ رسولؑ ہیں۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وحضرت خاتم النبیین صلوٰۃ اللہ کے درمیان کوئی نبوت ورسالت نہیں مانی جاتی۔ لہٰذا یہ یادرکھئے کہ جن لوگوں کو انصاراللہ یا انصار رسولؐ کہا جاتا ہے وہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو اللہ سے براہِ راست بھی ہدایت مل سکتی ہے۔

(3)   اسی قاعدے کی رو سے تمام مومنین سے قرآن کریم کہتا ہے کہ اَے لوگو! جو دعویٰ ایمان کرتے ہو تم اللہ کے انصار بن جاؤ۔ بالکل اُسی طرح جس طرح حضرت عیسیٰؑ کے کہنے سے حواری اللہ کے انصار بنے تھے۔'' (61/14، الصّف)

یہاں یہ چیز غور طلب ہے کہ جو لوگ آنحضرتؐ پر ایمان لا چکے اور پھر اُن کے احکامات کی تعمیل کرنے لگے، نماز روزہ اختیار کرلیا، زکوٰۃ وخمس وجہاد پر کمر بستہ ہوگئے، اُن سے یہ کہنا کہ تم حضرت عیسیٰؑ کے صحابہ کی طرح انصاراللہ بنو، کس بات کا تقاضا کرتا ہے؟ وہ کون سی چیز تھی جو حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کا طرۂ امتیاز تھا؟ جسے اختیا کرنے کی تاکید ہورہی ہے؟ ساری دنیا جانتی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے حواریوں نے اپنا سب کچھ ترک کر کے خدا کی راہ میں قدم رکھا تھا۔ یہود کے بالمقابل وہ ایک ایسا معاشی نظام قائم کرنے پر مصر تھے جس میں یہودیوں کی سرمایہ دارانہ زندگی دم توڑ دے۔ جس سے یہودیوں کا پنجۂ استبداد سسکتی ہوئی انسانیت کی گردن چھوڑ دے جو غریبوں، محتاجوں اور تباہ حال انسانوں کو زمین وآسمان کی

بادشاہت عطا کردے۔اس مقصد تک پہنچنے کے لئے انہوں نے سب سے پہلے اپنی جان ومال واملاک کو حضرت عیسیٰؑ کے روبروپیش کردیا اور پھراسی تعلیم کو عام کرنے میں مصروف ہوگئے۔اس تعلیم کو جناب عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی سنئے فرماتے ہیں کہ:۔

(4) کسی آدمی میں یہ استطاعت نہیں ہے کہ وہ دو پروردگاروں کی اطاعت (یاعبادت) کرسکے اس لئے کہ یاایک سے بغض رکھے گا اوردوسرے سے محبت یا ایک کی ملازمت کرے گا اوردوسرے کورذیل خیال کرے گا۔تم میں یہ قدرت نہیں ہے کہ اللہ اور مال دونوں کی عبادت کرسکو(لَاتَـقْـدِرُوْنَ اَنْ تَعْبُدُ وااللّٰهَ وَالْمَالَ) اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ (فَلِهٰـذَا اَقُولُ لَكُمْ)اپنی فکرنہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے اورنہ اپنے جسم کی پرواہ کرنا کہ ہم کیا پہنیں گے(لَاتَهْتَـمُّـوا لِاَنْـفُسِـكُـمْ بِـمَـاتَـاكُـلُـوْنَ وَلَا لِاَجْسَادِكُمْ بِمَاتَلْبِسُونَ) کیاتمہاری ذات افضل نہیں اس کھانے سے جوتم کھاتے ہو؟ اورکیاتمہارا جسم بہترنہیں ہے اُس لباس سے جوتم پہنتے ہو؟ آسمان میں پرواز کرنے والے پرندوں پرغورکروکہ وہ نہ کھیتی کرتے ہیں نہ فصل کاٹتے ہیں اورنہ ذخیرہ کرتے ہیں۔اس کے باوجود(اَبُـوْكُـمُ السَّماوِیُّ یَقُوْتُهَا) تمہارا آسمانی باپ اُن سب کوخوراک فراہم کرتا ہے۔کیاتمہارے خیال میں خدا کے نزدیک تم اُن پرندوں سے افضل نہیں ہو؟ تم میں سے کوئی ایسا ہے جواپنی کوشش وہمت سے اپنا قد ہاتھ بھرلمبا کر دکھائے ؟ تم کس لئے لباس کی فکر کرتے ہو؟ جنگلی سوسن کو دیکھوکہ کس طرح نشوونما پاتی ہیں۔نہ وہ محنت مشقت کرتی ہیں۔نہ چرخے سے سوت کاتتی ہیں ۔ میں تمہیں بتاؤں کہ حضرت سلیمان بھی اپنی پوری شان وشوکت کے باوجودان میں سے کسی کے مقابلہ میں نہیں آسکتے۔لہٰذا جب خدااس میدان کی گھاس کو جوآج یہاں ہے اورکل چولہے میں جھونک دی جائے گی ۔ ایسا لباس پہنا سکتا ہے

تو اَے بد اعتقادو کیا تمہیں اُس سے بھی اچھا لباس فراہم نہ کر سکے گا۔ چنانچہ گھبرا گھبرا کر یہ نہ کہا کرو کہ ہم کیا کھائیں گے اور کیا پہنیں گے۔ یا (فَلَا تَهْتَمُّوا قَائِلِيْنَ مَاذَا نَأْكُلُ اَوْمَاذَا نَشْرَبُ اَوْمَاذَا نَلْبَسُ) کیا پئیں گے؟ کیونکہ اس قسم کی فکر کرنے والے ہماری اُمت کے علاوہ ہیں۔ تمہارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے۔ اور یہ کہ تم صرف اسی سے لینا چاہتے ہو لہٰذا اللہ سے مانگنے میں پہلا نمبر ملکوت (حکومت) اور نیکی کو دینا چاہیے یہ چیزیں خود بخود مل جائیں گی۔

(انجیل مقدس متی فصل چھٹی (6)۔ آیات 24 تا 34) (6/24-34)

(5) اس تعلیم پر عمل کرنے والے انصار اللہ کہلاتے ہیں۔ اس پوری تفصیل کو قرآن کریم نے چند جملوں میں سمیٹ کر یہ فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنین سے اُن کی جانیں اور اموال جنت کے بدلہ میں خرید لئے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں اور قتل کرتے ہیں۔ یہ ایک عہد ہے جو توریت اور انجیل اور قرآن میں مذکور ہے اور معاہدہ کو پورا کرنے میں اللہ سے بڑھ کر کون ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اپنی جان فروشی پر بشارتیں دو اور خوشیاں مناوٴ۔ اسلئے کہ اس معاہدہ میں پورا اُترنا ہی فوز عظیم ہے (9/111 توبہ)۔

آپ نے دیکھا کہ کس طرح قرآن کریم نے سابقہ تعلیمات کی تصدیق کی ہے اور کس حُسن کے ساتھ مقصد جانفروشی کو واضح کیا ہے۔ یعنی ہماری جان و مال اس لئے لی گئی ہے کہ ہمیں اس کے بالعوض جنتی زندگی فراہم کردی جائے۔ یہ ہے وہ تجارت جس میں ہر طرح نفع ہی نفع ہے۔ بشرطیکہ نصرت نظام معیشت میں جان و مال دونوں سے جہاد کیا جائے (61/10-11، الصّف)، (35/29، الفاطر)۔

(6) ایک مومن کے لئے اسی قدر ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنی جان اور اموال کو

رسولؐ کے حوالے کر دے بلکہ یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔
کہہ دو ''اگر تمہیں اپنے باپ دادا، اولاد، بھائی بند، ازواج اور اہل قبیلہ اور مال ومتاع جو جمع کر رکھا ہے اور تجارت وکاروبار، اپنے مکانات اللہ ورسولؐ کے مقابلہ میں زیادہ پیارے ہیں تو عذاب خداوندی کا انتظار کرو (9/24 توبہ)۔ ایسے فاسق لوگوں کو اللہ ہدایت نہیں کرتا (9/24 توبہ)''۔ یہ تو اللہ نے آنحضرؐت کی زبان مبارک سے اعلان کرایا۔ مگر اس اعلان سے کہیں پہلے جناب عیسیٰؑ فرما چکے تھے کہ:۔

اَتَیۡتُ لِاُفَرِّقَ الۡاِنۡسَانَ عَنۡ اَبِیۡهِ وَالۡاِبۡنَةَ عَنۡ اُمِّهَا وَالۡكَبَّةَ عَنۡ حَمَاتِهَا اَعۡدَاءَ الۡاِنۡسَانِ اَهۡلُ بَیۡتِهٖ مَنۡ اَحَبَّ اَبًا اَوۡ اُمًّا اَكۡثَرَ مِنِّیۡ فَلَنۡ یَّسۡتَحِقَّنِیۡ وَمَنۡ اَحَبَّ اِبۡنًا اَوۡ بِنۡتًا اَكۡثَرَ مِنِّیۡ فَلَنۡ یَسۡتَحِقَّنِیۡ۔
(انجیل متی فصل 10۔ آیات نمبر 37-35)

فرمایا کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ آدمی کو اس کے باپ سے، اور بیٹی کو اس کی ماں سے، اور بہو (دلہن) کو اس کی ساس سے جدا کر دوں اور آدمی کے دشمن اس کے گھر والے ہو جائیں گے۔ جو کوئی باپ یا ماں کو مجھ سے زیادہ پیار کرتا ہے۔ وہ میرے لائق نہیں ہے اور جو بیٹے یا بیٹی کو مجھ سے زیادہ پیارا سمجھتا ہے مجھ پر اس کا کوئی حق نہیں ہے۔ (متی۔ 37-10/35)

(7) قرآن کریم نے بھی طرح طرح سے اُس اولاد یا ازواج کی مذمت کی ہے اور انہیں دشمن قرار دیا ہے جو رسوؐل کے مشن میں رکاوٹ بنتے ہوں (58/22، المجادلہ)۔ قرآن کریم نے یہ رعایت کی ہے کہ عوام کی اشد ضرورت کے وقت اُنہیں آنحضرتؐ اجازت دے دیں۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھ شریک کار بنا لینے کے بعد ایک بیٹے کو اپنے والد کی تجہیز وتکفین کی بھی اجازت نہ دیتے

تھے چنانچہ ان کے شاگردوں میں سے ایک نے کہا کہ:۔

یَارَبِّ ائْذَنْ لِیْ اَنْ اَمْضِیْ اَوَّلًا وَاَدْفِنَ اَبِیْ.

اے میری پرورش کے ذمہ دار مجھے اجازت دے کہ میں پہلے جا کر اپنے والد کو دفن کر دوں جواب دیا کہ:۔

فَقَالَ لَهٗ یَسُوْع اَتْبَعْنِیْ وَدَعِ الْمَوْتٰی یَدْفِنُوْنَ مَوْتَاهُمْ ۔

اُس سے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ میری اتباع کرتے رہو اور مُردوں کو اپنے مردے دفن کرنے کے لئے چھوڑ دو۔(8/21-22 متی۔انجیل مقدس)

(8) یہاں پر یہ واضح ہوگیا کہ اسلامی نظام معیشت کو پہلے جن لوگوں میں نافذ کیا جائے گا وہی لوگ دراصل اس نظام کے لئے نمونہ اور آئندہ ذمہ دار ہوں گے اور انہیں لازم ہوگا کہ تمام مال و دولت ،زمین و جائیداد، مکان و کاروبار،اولاد و ازواج وغیرہ کو اس نظام کی بنیاد میں رکھ کر اس عمارت کی تعمیر میں **انقطاع الی اللّٰہ یا مخلصین له الدین** کے ساتھ زندگی کو وقف کر دیں۔ پھر یہ بھی نوٹ کیجئے کہ اُس شاگرد نے سربراہِ نظام معیشت کو رب کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ چنانچہ ہر باپ ہر پرورش کرنے والا خواہ حقیقی ہو یا مجازی ہواُسے رب کہنا منع نہیں ہے۔ بشرطیکہ یہ معلوم ہو کہ حقیقتاً تمام مخلوق کا رازق اللہ ہے اور باقی لوگ وسیلہ ہیں ۔ اسی لئے اللہ کو **رَبُّ الْاَرْبَاب** کہا گیا ہے۔

(9) تمام سرمایہ کو خدمت رسولؐ میں پیش کرنے کی ایک مثال اور ملاحظہ فرمائیں کہ ایک شخص تمام احکام پر عمل کرتا ہے ۔یعنی خون ناحق اور زنا، چوری ،جھوٹی گواہی سے محفوظ رہتا ہے ۔ ماں باپ کی خدمت کرتا ہے ۔ ہمسایوں کے ساتھ اپنے جیسا سلوک کرتا ہے ۔ اس بنا پر حضرت عیسیٰؑ سے دریافت کرتا ہے کہ میں ان تمام

احکامات پر عمل پیرا ہوں اب مجھ میں کیا کمی ہے؟ فرمایا کہ:۔

اِنْ کُنْتَ تُرِیْدُ اَنْ تَکُوْنَ کَامِلًا فَاذْھَبْ وَبِعْ کُلَّ شَیْیءٍ لَکَ وَاَعْطِہٖ لِلْمَسَاکِیْنَ فَیَکُوْنُ لَکَ کَنْزٌ فِی السَّمَآءِ وَتَعَالَ اتَّبِعْنِیْ۔

اگر تو نے یہ ارادہ کرلیا ہے۔ کہ درجہ کمال تک پہنچوں۔ تو جا اور جو کچھ تیری ملکیت میں ہے۔ سب فروخت کر کے مساکین کے لئے عطا کر۔ چنانچہ تیرے لئے اس کے بدلے میں آسمان سے خزانہ ہوگا۔ پھر میری پیروی کے لئے چلا آ''۔

اسی مقام پر یہ بھی فرمایا کہ:۔ اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں سے گذر جانا آسان ہے اس سے کہ دولت مند آسمانی حکومت میں شامل ہو۔

(اَنْ یَدْخُلَ غَنِیٌّ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ (19/16-24 متی۔ انجیل)

(10) یوں ایک ایک دو دو مخلص انسانوں کو انتخاب کرلیا جاتا تھا اور انہیں اس نظام معیشت میں داخل کرلیا جاتا تھا جو حضرت آدم علیہ السلام نے ابتدا میں قائم کیا تھا۔ چنانچہ تمام سرمایہ کو ایک مرکزی مقام پر جمع کر کے تمام متعلقہ افراد کی نشوونما کرنے کی ایک آخری مثال ملاحظہ ہو:۔

وَکَانَ لِجُمْھُوْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ قَلْبٌ وَاحِدٌ وَنَفْسٌ وَاحِدَۃٌ وَلَمْ یَکُنْ اَحَدٌ یَقُوْلُ عَنْ شَیْیءٍ یَمْلِکُہٗ اِنَّہٗ خَاصٌّ بِہٖ بَلْ کَانَ لَھُمْ کُلُّ شَیْیءٍ مُشْتَرَکاً وَبِقُوَّۃٍ عَظِمَۃٍ کَانَّ الرُّسُلُ یُؤَدُّوْنَ الشَّھَادَۃَ بِقِیَامَۃِ الرَّبِّ یَسُوْعَ وَکَانَتْ مَعَ جَمِیْعِھِمْ نِعْمَۃٌ عَظِیْمَۃٌ. فَاِنَّہٗ لَمْ یَکُنْ فِیْھِمْ مُحْتَاجٌ لِاَنَّ کُلَّ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَمْلِکُوْنَ ضِیَاعاً اَوْبُیُوْتاً کَانُوا بَبِیْعُوْنَھَا وَیَاتُوْنَ بِاَثْمَانِ الْمَبِیْعَاتِ . وَیَلْقُوْنَھَا عِنْدَ اَقْدَامِ الرُّسُلِ فَیُوَزِّعُ لِکُلِّ وَاحِدٍ عَلٰی حَسَبِ اِحْتِیَاجِہٖ. وَاِنَّ یُوْسُفَ الَّذِیْ لَقَّبَہُ الرُّسُلُ بَرْنَا بَاالَّذِیْ تَاوِیْلُہٗ اِبْنُ الْعَزَآءِ اللَّادِیّ

الْقُبْدُسِیَّ الْاَصْلِ کَانَ لَهُ حَقْلٌ فَبَاعَهُ وَاَتیٰ بِثَمَنِهٖ وَاَلْقَاهُ عِنْدَاَقْدَامِ الرُّسُلِ۔ (37-4/32 اعمال الرسل)

''تمام گروہ مومنین کیلئے ایک دل وایک نفس تھا۔اُن میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اپنی ملکیت کو اپنی ذات سے مخصوص قرار دیتا ہو۔ بلکہ ان سب کیلئے ہر چیز مشترک تھی۔ یہ سب لوگ نہایت عظیم الشان قوۃ کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ کے قیام ربوبیت کیلئے شہادت کا پیغام دیتے تھے۔اُن سب کیلئے عظیم الشان نعمتیں موجود تھیں۔اُن میں سے کوئی بھی ضرورت مند (محتاج) نہ تھا۔اس لئے کہ وہ تمام لوگ جو زمینوں مکانوں اور جائیدادوں کے مالک تھے۔اُن سب کو فروخت کر کے اُن کی قیمت کو حاضر کرتے اور نہایت ادب سے پیغام پہنچانے والوں کے پیروں میں رکھ دیتے تھے۔ جسے ہر ضرورتمند کو اسکی احتیاج کے حساب سے دیدیا جاتا تھا۔ ایک شخص جس کو پیغام پہنچانے والوں نے برنباس جس کی تاویل فرزند عزا ہے کے لقب سے نوازا تھا اور جو یوسف نامی قبرص کا باشندہ تھا۔اُس نے اپنی پوری فصل معہ زمین کے بیچ کر اُس قیمت کو رسولوںؑ کے قدموں پر چڑھادیا تھا۔''

26۔ اسلام اور اس کا نظام معیشت ہی وہ بنیاد ہے جس پر تمام مفید منصوبے بنائے گئے یہ ایک چیلنج ہے جو ہمیشہ قائم اور ثابت رہیگا

قرآن کریم اور انجیل مقدس کے یہ چند مقامات ہی کافی ہیں۔ایک صاحب ایمان کو اس سے زیادہ دلائل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔لیکن اس کتاب کو صرف مومنین ہی کیلئے نہیں لکھا جارہا ہے۔ بلکہ اس کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ لوگ جن کو اسلام کی خودغرضانہ تعبیرات کے چکروں میں اُلجھا کر اسلام سے بیزار کردیا گیا اور جن کو ہمارے سیاسی مترجمین اور افتراق واختلاف پھیلانے والے غلط قائدین نے اسلام

کی جگہ عرب کی جاہلیت سے روشناس کیا ہے اُن پر تعلیمات خداوندی کو واضح کیا جائے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی دکھا دیا جائے کہ اس دنیا میں ہر نظام اور ہر اسکیم جس کو بنی نوع انسان کی فلاح کے لئے اختیار کیا گیا ہے اُس کی جڑیں تعلیماتِ خداوندی سے اخذ کی گئی ہیں۔ یہ تو ہوا ہے کہ بعض ناشکرے لیڈروں نے تعلیمات انبیاؑء میں اپنی ضرورت کے مطابق قواعد واضوابط لئے اور انہیں رنگ دے کر اپنے نام سے پیش کر دیا۔ ورنہ **یہ ایک چیلنج ہے کہ ہر وہ اسکیم جو فلاح انسانیت کی ضامن بنتی رہی ہے وہ کتب ہائے خداوندی میں پہلے سے موجود رہتی چلی آتی ہے اور کوئی ایک مفید کام ایسا نہیں بتایا جا سکتا جس کا موجد یا ابتدا کنندہ کوئی آدمی ہو اور وہ اس شخص کی پیدائش سے پہلے کسی الہامی کتاب میں موجود نہ ہو**۔ یہ وہ حقیقت ہے کہ جس کے خلاف ساری دنیا مل کر بھی ثبوت نہیں لا سکتی۔

27۔ ہر فردِ بنی آدم کو آزاد رکھ کر معاشی فراوانی بہم پہنچانا اصل مقصد ہے، جبر و تشدد کسی حالت میں جائز نہیں ہے

حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے اب تک ابلیس اور اس کے نمائندوں نے جس چیز سے فائدہ اُٹھایا اور اُس فطری یا اسلامی نظام معیشت کو ہمہ گیری اختیار نہ کرنے دی۔ **وہ چیز تھی ہر فردِ بنی آدم کی اپنے اعمال و افعال میں مکمل آزادی**۔ تعلیمات الٰہیّہ نے ہر آدمی کو بالکل آزاد رکھا ہے۔ اسلام میں کسی پر کسی قسم کی ایسی زبردستی جائز نہیں ہے جو اس کی مرضی کے خلاف مجبور کر کے اس سے کوئی کام کرائے۔ یہاں تک کہ کسی کو اُس کی رضامندی کے خلاف اللہ کو ماننے یا اسلام اختیار کرنے پر بھی مجبور نہیں کیا جا سکتا (18/2 کہف)۔ اگر اللہ بنی نوع انسان کو آزاد نہ رکھنا چاہتا تو وہ سب کو جبلی طور پر اطاعت شعار بنا سکتا تھا (5/48 مائدہ) لیکن ایسا کرنے سے انسان

اور حیوان میں کوئی فرق نہ رہتا اورانہیں اُن کے افکارواعمال پر ذمہ دار نہ بنایا جاسکتا تھا(5/48 مائدہ)۔لہٰذاہر انسان کواللہ نے عقل وآزادی سے نوازا ہے یہی نہیں بلکہ ابلیس کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ انسانوں کو اللہ کے احکامات کے خلاف بروقت مشورہ دے اوراس طرح انسان ہر بات کے ہر پہلو پر مطلع ہوکراچھے اور برے جائز وناجائز کوسمجھ کراختیار کرے۔تاکہ اُسے اُس کے اعمال واقوال اوراُن کے نتائج کی جزادی جاسکے (41/25 حم سجدہ)اور مختار رکھا گیاخواہ ایمان لائے یا کفر اختیار کرلے(18/29 کہف)۔زندہ رہنے کا سامان کرے یاخودکشی کرلے۔ہر نبیؑ نے واضح کیا کہ عمل خواہ اچھا ہو یابراہواس کانتیجہ ضرورمرتب ہوتا ہےاورنتیجہ بالکل عمل کے مطابق ہونا ضروری ہے۔یہ نہیں ہوسکتا کہ عمل براہواورنتیجہ اچھا نکل آئے۔اسی اصول کے مطابق تمام انسانوں کوچیلنج کردیا گیا ہے کہ تم اپنے مقام پر جو بہتر سمجھتے ہو عمل کرواور ہم اپنی جگہ احکامات خداوندی کے مطابق عمل کریں گے۔نتیجہ خود بتادے گا کہ ہم میں سے کون صحیح طریقے پر عمل کرتا ہے(6/135،الانعام)۔اللہ چاہتا ہے کہ انسان جوکچھ بھی کرے سمجھ کرآزادی کے ساتھ کرے۔تاکہ اُسے اس کے عمل کا مختار عامل قراردیا جائے اوروہ اس عمل کے نتیجہ کا حق دار بن سکے۔لہٰذا اسلام میں کسی پر جبر نہ کیا جائے گا نہ کسی کی مرضی کے خلاف اس سے کام لیا جائے گا(2/256 بقرہ)۔یہ تھی وہ رعایت جس سے ابلیس اوراس کے نمائندے شروع سے فائدہ اُٹھاتے چلے آرہے ہیں۔اگران آیات پر عمل کیا جائے اورکسی سے کسی قسم کی زبردستی نہ کی جائے، ہر شخص کوآزادرکھ کراس کی مرضی کے مطابق کام کرنے میں اس کی مدد کی جائے۔تب بھی اسلامی نظام معیشت قائم ہوجاتا ہے۔یعنی کوئی مزدور یا محنت کش خوشی سے جب ہی کام کرے گا جب کہ اُسے اُس کی محنت کا پورا پورا صلہ ملے گا اوراگر ہر شخص کواس کی

سعی وکوشش ومحنت کے مطابق صلہ ملنا شروع ہوجائے (53/39،النجم) تو خود بخود اسلامی نظام معیشت قائم ہوجاتا ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ چاروں طرف بنی نوع انسان کواُن کی مرضی کے خلاف مجبور کرکے اُن سے کام لیا جارہا ہے اور اُنہیں اُن کی محنت سے کم صلہ دے کر خود حرام کھایا جارہا ہے۔

28 ۔ جبر کرنے والے ملعون ہیں،

ہر حال میں والد اور والدہ کا کردار پیش کرنا لازم ہے،

لیڈروں سے ہوشیار، اُنکے آلہ کار نہ بنیں، سرمایہ دار لیڈر کو جواب

(1)۔اسلامی آزادی وحریت کی بنا پر ہر مسلمان کیلئے لازم وواجب ہے کہ جب بھی وہ اسلام کے معاشی نظام کی ابتدا کرے تو دوسرے انسانوں پر کسی قسم کی زبردستی نہ ہونے پائے۔اُنہیں اپنے معاشی نظام پر عمل کرنے کیلئے مجبور نہ کرے۔اس اصول کی وجہ سے آپ کو لازماً والدازم کے مقاصد کو ایک حقیقی والد کی طرح بتدریج بروئے کار لانا ہوگا تاکہ حضرت آدمؑ کی باقی اولاد کے قائم کردہ معاشی نظام (یا معاشی بدنظمی) بھی جبر وتشدد کا شکوہ نہ کرسکیں۔باقی انسان بھی آپ کی اولاد ہیں۔اگر آپ جبر وتشدد کو اپنے اور اپنے بچوں کیلئے ناپسند کرتے ہیں تو یہ سلوک دوسروں کے ساتھ کیسے اور کیوں پسند کروگے؟ یعنی اپنی اور اپنے بچوں کی معاش کیلئے جب تک شریفانہ طریق حصول رزق ممکن ہو،کوئی انسان ہرگز بدمعاشی کو پسند نہیں کرتا۔جب وہ مجبور کردیا جاتا ہے تو پھر مجبوراً جبر کرتا ہے لیکن اُسے پسند نہیں کرتا۔لہٰذا لازم ہوا کہ ہر انسان اپنے اپنے مقام پر فرداً فرداً جبر وتشدد سے باز رہے اور اپنے حلقہ احباب واعزہ میں جبر وجابر وظلم وظالم، زبردست اور زبردستی، غصب اور غاصب کذب وکاذب، غدر وغادر سے جدا رہنے کی نصیحت جاری رکھے۔ایسے لوگوں کے اعمال

واسکیم پر نظر رکھے اور ہمیشہ اس کوشش میں کامیاب اقدامات کرے کہ یہ لوگ اپنے غلط مقاصد میں محروم (ملعون) رہیں۔ اور اُن کے برعکس رواداری، رحم وکرم، حق پرستی، حق گوئی اور فلاح عامہ کیلئے عمل پیرا رہنے اور رکھنے کی تذکیر جاری رکھیں (90/17، البلد) ہر وہ کوشش کریں جس سے حق اُبھرے اور باطل مٹتا چلا جائے (103/3، العصر) جو لوگ ان چیزوں میں تعاون کریں وہ سب ایک کنبہ کی طرح مل کر رہیں اور جن لوگوں سے اس سلسلہ میں کمزوریاں یا خلاف ورزیاں ظاہر ہوں اُن کی اُسی طرح اصلاح کریں جیسے اپنے بچوں کی اصلاح کی جاتی ہے۔ اُن کی قوت، اُن کی عقل، اُن کی مجبوریاں اور پیش آمدہ مواقع اور حالات کی رعایت ایک والد کی طرح ملحوظ رکھیں۔ اُن کی قوت وعقل میں اضافہ فرمائیں۔ اُن کے سامنے آنے والے موانعات اور رکاوٹوں کا قبل از وقت دفعیہ کریں۔ اُنہیں مناسب موقع دیں امتحان لیں اور اُن کی کامیابی کیلئے ایسی راہیں کھولیں کہ جن کو وہ اپنی عقل سے خود ہی تجویز اور اختیار کریں تاکہ وہ لکیر کے فقیر اور مقلِّد بن کر نہ رہ جائیں اور اپنی اس کوشش میں تھک کر نہ بیٹھ جائیں۔ آپ جانتے ہیں کہ خواہ انسانی والد اور والدہ ہو یا حیوان ماں باپ ہوں۔ وہ اُس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے جب تک کہ اولاد اپنے پاؤں پر کھڑی نہ ہو جائے۔ جب تک اولاد کی فطری ضرورت کا والد یا والدہ سے تعلق رہتا ہے، جب تک اولاد بالکل آزادی کے ساتھ اور سہولت سے زندگی بسر کرنے کے قابل نہیں ہو جاتی، اُس وقت تک جانور بھی اپنی اولاد سے تغافل نہیں برتتے۔ ایک مرغی اپنے بچوں کی حفاظت کیلئے کتے اور بلی پر حملہ کر دیتی ہے اور یہ بھول جاتی ہے کہ وہ خود لقمہ اجل بن سکتی ہے۔ یہ جان نثاری کا جذبہ ہے جو اللہ نے ہر والد و والدہ میں ودیعت کر کے رکھ دیا ہے۔ جس کی بنا پر وہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنے بچوں کی

حفاظت کرتے ہیں ۔ جب بچے یا اُن کا مستقبل خطرہ میں نظر آتا ہے تو یہی جذبہ بغاوت کراتا ہے ۔ اسی جذبہ کو ابھار کر سیاسئین اور شیاطین غربا کو حکومت کی قوت کے مقابلہ میں لاکر کھڑا کر دیا کرتے ہیں اور کامیابی کی صورت میں خود حکومت پر قبضہ کر کے حاکم بن جایا کرتے ہیں ۔ غریب والدین اور زیادہ مصائب کا شکار ہوکر رہ جایا کرتے ہیں ۔ پھر یہ تازہ دم حاکم اُن غریب والدین کو کچلنے کی تازہ اسکیمیں بناتے ہیں تا کہ اُن کا مخالف سیاسی لیڈر پھر بغاوت نہ کرا سکے ۔ **یاد رکھیں کہ ہر قسم کی بغاوت وطغاوت اسلام میں حرام ہے (16/90 نحل)** اور بغاوت سے بہتر یہ ہے کہ سامان معیشت کم ملتا رہے (42/27 شوریٰ) یعنی روٹی کیلئے اس آیہ مبارکہ میں بغاوت کو خصوصاً منع کیا ہے ۔ اس آیت کو قرآن کریم میں ضرور دیکھیں اور یہ سمجھ کر آگے بڑھیں کہ اگر زیادہ رزق ملنے کی وجہ سے بغاوت کا اندیشہ ہو تو اللہ بھی رزق میں افراط نہیں کرتا ۔ یعنی نپا تلا رزق اس کثرت رزق سے بہتر ہے جو بغاوت پر منتج ہو (42/27 شوریٰ) ۔ لہٰذا ہمارا مسلک یہ ہونا چاہئے کہ ہم ہرگز ہرگز بغاوت نہ کریں گے ۔ اسی لئے ہر وہ نظام جس میں بغاوت ضروری ہے باطل ہے خواہ وہ مسلح بغاوت ہو یا کسی دوسری طرح کی بغاوت ہو ۔ اسکے معنی یہ نہیں ہیں کہ اپنے اُن حقوق کو طلب نہ کیا جائے جو خود حکومت نے قانونی طور پر دیئے ہیں ۔ مگر یہ طلب حق ، حق پرستی کے ساتھ ہوگی ورنہ اس کو بھی بغاوت کہیں گے اور وہ حرام ہے ۔

(2) ۔ چنانچہ غریب والدین پر لازم ہے کہ وہ اپنی قوت صرف اپنی اولاد کی بہبود پر صرف کریں ۔ فلاح وصلاح اور امن عامہ کو پہلا نمبر دیں ۔ فساد کی ہر قسم حرام ہے (5/32 مائدہ) ۔ جس عمل سے انسانوں میں افتراق وانتشار پھیلتا ہو حرام ہے اور ہر حرام اسلام میں قیامت تک حرام ہے (9/107 توبہ) ۔ لہٰذا ایسے لیڈروں ،

راہنماؤں، مسٹروں اور ملاؤں سے ہوشیار رہیں جو شیطان کی طرح تمہیں ہوائی وعدوں پر سبز باغ دکھائیں کہ:۔

''کل ہم تمہارے لئے یہ کر دیں گے۔ تمہیں بلا محنت بہترین کپڑے، کھانا، سونے چاندی کے برتن اور ہر قسم کا سامان آسائش و آرائش ملے گا۔ محلات ملیں گے تمہارا راج ہوگا حکومت صرف اللہ کی ہوگی کوئی انسان تم پر حکم نہ چلائے گا۔ سب کے حقوق برابر برابر ہوں گے جو تم کہو گے وہی ہوگا۔''

(3)۔ اسی قسم کا اُدھار لالچ دینے والوں کو فوراً پہچان لو۔ یہ ضرور فریب ساز ہیں۔ محنت ہر حال میں کرنا ہوگی۔ حاکم ضرور کوئی نہ کوئی انسان ہوگا۔ سب کے حقوق برابر ہو جانا ایک کھلا ہوا فریب ہے۔ سب کبھی اور کہیں بھی برابر نہیں ہو سکتے نہ ہونا چاہئے۔ ایسے لوگوں سے کہہ دو کہ جاؤ یہ تمام سامان لے کر واپس آنا اور دیکھو کہ کسی دوسرے والد یا بچوں کی حق تلفی کر کے کوئی چیز ہمارے پاس نہ لانا وہ ہمارے لئے حرام ہوگی۔ **کسی انسان پر زیادتی نہ ہونے پائے، کسی فرد بشر کا دل نہ دکھنے پائے، دل دُکھا کر ہمیں جنت کی بھی ضرورت نہیں ہے**۔ اگر تم ایسا انتظام کر سکتے ہو تو اسے پورا کر کے آ جاؤ۔ ورنہ تم کو ہم نے پہچان لیا ہے۔ تم وہی ہو جو مال و اولاد کو ذریعہ بنا کر اغوا کرنے کا اعلان کر چکا ہے (17/62-64 بنی اسرائیل)۔ آپ کا یہ جواب ہر مفسد و فتنہ انگیز لیڈر کو دم بخود اور مایوس کر دے گا **اور مومن کا کام ہی یہ ہے کہ ابلیس کو مایوس کرتا چلا جائے**۔ آپ کا خیر خواہ لیڈر وہ ہے جو آپ کو اور آپ کی اولاد کو ہر حال میں خود پر اور اپنی اولاد پر ترجیح دے۔ وہ حضرات جو پچاس ہزار روپے کی کار میں نکلتے ہیں۔ جس کے ہر جوڑے پر پانچ سو روپے سے کم خرچ نہیں ہوتے، جن کا بنگلہ لاکھوں روپے کھا کر بنا ہے، جن کے مکانات کے فرش و فروش اور آرائش پر ہر سال

ہزاروں روپے صرف ہوتے ہیں، جن کے یہاں سونے چاندی کے ظروف مارے مارے پھرتے ہیں، وہ اگر کسی وقت بھی غربا کے ہمدرد ہوتے تو یہ ساز وسامان اُن کے پاس جمع نہ ہوا ہوتا۔ یہی تو وہ قصاب ہیں جو دن رات غریب انسانوں کا خون چوستے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو غربا کے بچوں کی ہڈیوں میں گودا پیدا ہونے نہیں دیتے۔ یہی تو وہ لوگ ہیں جن کی وجہ سے یہ ازم نکل کر کھڑے ہوگئے۔ جنہوں نے انسانوں کو خدا ورسولؐ کے خلاف بغاوت کا ثبوت دیا۔ یہی تو وہ خبیث انسان ہیں جن کے خلاف یہ ازم اُٹھے اور اُن سے انتقام لینے میں خود دین سے بھی انتقام لے لیا گیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کسی رعایت کے مستحق نہیں۔ مگر اللہ ورسولؐ نے فساد سے منع کیا ہے۔ بغاوت کی اجازت نہیں دی ہے اور کہا کہ اُن سے بھی یہ امید رکھو کہ شاید آج نہیں تو کل درست ہوجائیں اُن کو مہلت دی گئی ہے۔ اُن سے کہئے کہ جناب اسلامی نظام معیشت بلا بغاوت وفساد اور کشت وخون کے قائم کیا جاتا ہے۔ وہ امن عامہ کو دھچکہ لگے بغیر مومن وکافر دونوں کی فلاح و بہبود کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس کا **الف** یہ ہے کہ آپ جلدی سے واپس جائیں اور اپنی تمام جائیداد کو فروخت کردیں اور اپنا تمام ساز وسامان نقدی کی صورت میں تبدیل کر کے گورنمنٹ کے بینک میں جمع کرادیں اور اسی طرح اپنے دوسرے دوست واحباب واعزّہ سے عمل کرالیں اور ہمارے ساتھ روکھی سوکھی روٹی کھانے کیلئے آجائیں اور ہمارے ساتھ رہ کر محنت کر کے کمانا اور کھانا سیکھیں بس! اسلامی نظام معیشت قائم ہوگیا۔ اس نظام کی ب یہ ہے کہ یہاں بزرگ یا لیڈر رہ ہوسکتا ہے جو ہمیشہ اپنی روزی کمائے، اپنے آرام کے اوقات میں ہمارے آرام وراحت کیلئے بیدار رہ کر ہماری فلاح و بہبود کے متعلق فکر وعمل کرے اور ضرورت پڑنے پر ہمارے لئے اپنی جان ومال صرف کرنے میں دریغ نہ کرے۔ حتّٰی کہ اپنی

اولاد کو ہم پر ترجیح نہ دے ۔ ہمیں محفوظ رکھے، انہیں قربان کردے ۔ ایسی اولاد تیار کرے کہ وہ ہم پر قربان ہو جانے کو عبادت خیال کرے ۔ بالکل عقلی اور فطری ثبوت فراہم کرے کہ اُسے واقعی دوسروں کی اولاد اپنی اولاد سے زیادہ عزیز ہے اور اس محبت و دیانت ،فداکاری و ایثار و قربانی کا ایسا بندوبست کرے جو ابدالاباد تک جاری رہے اور نسل بنی آدم یقین کر لے کہ ان کی سلامتی ،ترقی و عروج کمال تک پہنچنے کیلئے یہ انتظام یقیناً کامیاب رہتا چلا جائے گا۔

29۔ آپ میں وہ صفات موجود ہیں جن پر اسلامی نظام معیشت کا دارومدار ہے اور آپ اپنے سے بہتر انسان پیدا کر سکتے ہیں

(1) آپ ایک نہایت کامیاب ڈاکٹر ہیں ۔ ایک نزلہ کا مریض آتا ہے ۔ آپ اسکا معائنہ کر رہے ہیں ۔ عین اس حالت میں ایک عورت بھرائی ہوئی آواز سے کہتی ہے ڈاکٹر میرا بیٹا نمونیہ میں مبتلا ایڑیاں رگڑ رہا ہے اُسے موت سے بچایئے ۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ فوراً مریض کا معائنہ چھوڑ دینگے اور وہ مریض برا نہ منائے گا ۔ سب جانتے ہیں کہ خطرناک مریض زیادہ ہمدردی کا مستحق ہے ڈاکٹر کی زیادہ ضرورت اُسے ہے۔

(2) آپ اپنے بارہ سالہ بیٹے کو اسی لئے گود میں اُٹھاتے ہیں کہ وہ اپنے پاؤں پر چل کر ڈاکٹر کے پاس نہیں جا سکتا ۔ اسے گود میں دیکھ کر ننھا بے زبان بچہ ضد کرتا ہے کہ مجھے گود میں لو اُسے کیوں گود میں اُٹھایا ہے ۔ آپ اور بڑا بیٹا دونوں خوشی سے اس چھوٹے بچے کو موقعہ دینگے اور اُسے بہلا پھسلا کر خیال بدل کر پھر ڈاکٹر کے پاس جائینگے ۔

(3) ایسا روز ہوتا ہے یہ بالکل عقلی ،فطری و عملی صورت حال ہے اس پر عمل کرنے میں کوئی اعتراض نہیں کرتا ۔ بلکہ اس کے خلاف عمل کرنا مذموم کہلاتا ہے ۔ وہ دونوں ہی مریض تھے اور یہ دونوں بھی بیٹے ہی تھے ۔ ترجیح مریض کو مریض پر اور بیٹے کو بیٹے پر

اسلئے دی گئی ہے کہ ایک کی ضرورت میں زیادہ شدت ہے اور ایک کی سمجھ کم ہے۔ لہٰذا ہر وہ شخص جو حقیقت پسند ہے اور ایسا کوئی عقلمند ہو ہی نہیں سکتا جو حقیقت پسند نہ ہو تو وہ ہمیشہ ضرورت کی صحت وشدت کو دیکھ کر دوسروں کو خود پر ترجیح دینے یا ترجیح دیئے جانے پر راحت ومسرت واطمینان محسوس کرے گا۔ اسی اصول پر ایک اور عملی صورت سامنے لائیے۔

(4) ہر وہ شخص جو والد ہے اور والد کے فرائض کو کسی حالت میں نظر انداز نہیں کرنا چاہتا۔ وہ جانتا ہے کہ اگر میں دوسرے لوگوں کی راہ میں رکاوٹ بنوں گا تو یقیناً میری اور میرے بچوں کی راہ میں دوسرے والدین کو رکاوٹ ڈالنے کا حق ہوگا اور چونکہ یہ حق خود میرے غلط عمل سے پیدا ہوگا۔ اسلئے میں تمام والدین اور اُن کی اولاد اور خود اپنی اولاد کی نظر میں قصوروار ٹھہروں گا۔ اس کے برعکس اگر میں دوسرے والدین کی راہ میں کشادگی پیدا کروں اور اُن کیلئے باعث ترقی رہوں تو خود بخود، بطورِ نتیجہ، باقی تمام والدین میری مدد کریں گے۔ گویا میں نے اپنے فیاضانہ عمل سے اپنی اولاد کیلئے ترقی وتعاون کی راہیں کھول دی ہیں۔ میں نے لوگوں کی صرف دو ہاتھوں سے مدد کی تھی مگر میری مدد کیلئے لاتعداد ہاتھ برسر کار آ گئے۔ پھر،

(5) ایسے فکر وعمل رکھنے والے والد کی اولاد آنکھ کھولنے کے بعد برابر اپنے والد کا طرز معاش ومعاشرت دیکھتی ہوئی جوان ہوگی۔ والد کے عمل در آمد سے بہرہ یاب ہوگی اور عقلاً وتجربتاً یقین کرلے گی کہ ہمارے والد کا دوسروں کی اولاد کو ہم پر ترجیح دینا مفید ہی مفید ہے۔ چنانچہ وہ اس ترجیح کو ہر حیثیت سے پسند کرینگے۔ وہ جانتے ہیں کہ اُنکے والد کو قربانی اور ایثار میں قدامت حاصل ہے۔ اُسی قربانی اور ایثار کی وجہ سے خود اُن کی بھی عزت کی جاتی ہے۔ ہم باقی والدین کی اولاد سے نسبتاً زیادہ عقلمند ہیں۔

والد کی تربیت نے ہمیں صبر وایثار کرنے کی لذت سے آشنا کر دیا ہے۔ہمیں دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ تکالیف برداشت کرنے کیلئے تیار کیا ہے۔لہٰذا اس اولاد کو قربانی وایثار سے فطری و پیدائشی محبت ہوگی۔اس طرزِ معاشرت سے انہیں بے اندازہ مسرت حاصل ہوا کریگی جسے وہ کسی قیمت پر چھوڑنا نہ چاہیں گے۔پھر اُنکی تمام اعلیٰ صفات اُن کی اولاد میں بطور وراثت منتقل ہونگی۔وہ اس بڑھتے ہوئے حسین ماحول میں نسبتاً بہتر ہاتھوں میں تربیت پائیں گے اور پہلی نسل سے برتر وراسخ تر کردار کے حامل ہوں گے۔الغرض یہ غیر منقطع ترقی پذیر ماحول ومعاشرت وتربیت وتجربہ بہتر سے بہتر نتائج مرتب کرتا چلا جائیگا۔چنانچہ یہ نسل فداکاری وجاں نثاری کا عملی پیکر بنتی چلی جائیگی۔

30۔ آج کی نسل انسانی پہلے کی نسل انسانی سے خود بخود بلند کردار وعلم رکھتی ہے۔مزید بلند معیار کی کامیاب کوشش جاری ہے۔اسلام خود معیار ہے

(1) ہم نے ابھی ابھی جو عملی مثالیں اور صورتیں پیش کی ہیں۔ان پر نہ صرف عقل مطمئن ہے بلکہ فطرت کی طرف سے خود ایسا انتظام جاری ہے کہ ہر آنے والی نسل سابقہ نسل سے بہتر وبرتر مقام حاصل کرتی جارہی ہے۔اِس حقیقت کا انکار صرف وہی لوگ کریں گے جن کو اپنی لیڈری کیلئے کچھ دوسری قسم کا مسالا درکار ہے۔اس فطری انتظام کو اگر تعلیمات انبیاء علیہم السلام سے مدد دے دی جائے تو ہماری بیان کردہ اور موصوفہ نسل آج بھی تیار کی جاسکتی ہے۔چنانچہ آج ہم اس مقام پر پہنچ چکے ہیں جہاں تعلیم وتربیت کے ایسے ادارے کامیابی کے ساتھ کام کررہے ہیں جن میں ہمارے ان ہی بچوں کو ایک نئی نسل میں تبدیل کیا جارہا ہے۔اس سلسلہ میں میڈام مانٹسوری کا نام نامی سب سے زیادہ قابل تعریف ہے۔جنھوں نے طریقہ تعلیم میں ایک ایسا انقلاب پیدا کیا ہے کہ جسے بیان کرنے کیلئے ایک کتاب لکھنا پڑے گی۔

یہاں صرف اُن کی اسکیم کی دو چیزوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو مخصوص ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ مکمل انقلاب اور صحیح تعلیم کیلئے اپنے مدرسہ (CHILDREN HOME) کے زچہ خانہ میں اُس حاملہ کو داخل کرنا چاہتی ہے جس کا بچہ اس ادارہ میں تعلیم مکمل کرے گا۔ پیدائش کے بعد والدہ رخصت، بچہ اکمالِ تعلیم تک درس گاہ میں رہے گا۔ ماں باپ کو کبھی کبھی مقررہ اوقات میں خود آ کر مل لینے کی اجازت ہوگی۔ دوم یہ کہ وہ بچوں کی عزت کیلئے یہ کہتی ہے کہ پیغمبروںؑ سے زیادہ اُن کی عزت کرو۔ ان کو کم از کم باپ کے برابر رکھا اور سمجھا جائے۔

(2) یہ چیلنج کیا جا چکا ہے کہ ہر اسکیم کی ہر مفید چیز انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات سے اخذ کی گئی ہے اور اسکے خلاف کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ آپ کو معلوم ہے بلکہ غیر مسلم حضرات بھی جانتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے بلا ناغہ اپنی بیٹی حضرت فاطمہ علیہا السلام کی کھڑے ہو کر تعظیم کی ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ مخدومہؑ تشریف لائی ہوں اور سرکارؐ دو عالم ازراہِ تعظیم کھڑے نہ ہوئے ہوں۔ اپنے بچوں کیلئے اونٹ بن کر چاروں ہاتھوں پیروں سے مجمع عام میں چلنا۔ حتّٰی کہ سجدہ میں سوار ہو جانے والے بچہ کو اُتارنے اور نماز کو جاری رکھنے سے خود اللہ کا ...... منع فرمانا۔ یہی بچہؑ تھا جس کا سجدہ مشہور ہے کہ سجدہ کیا تو پھر خود سے سر نہیں اُٹھایا۔ بہرحال یہ کتاب معاشیات سے متعلق رہنا چاہیئے۔ یہ اشارات وہ ماخذ ہیں جن پر میڈام مانٹسوری کی پوری اسکیم منحصر ہے۔ آج یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر بچہ اپنی ظاہری پیدائش سے کم از کم سو سال پہلے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی اسکی تعلیم سو سال پہلے سے شروع کر دیا جانا ممکن ہے۔ علم النفس (PSYCHOLOGY) کے ماہرین آج یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ قوانین تخلیق پر باقاعدہ اور مسلسل عملدرآمد سے چند پشتوں کے بعد ایسے افراد پیدا کیئے

جاسکتے ہیں جن کے قد وقامت خدوخال اور عادات وخصلت میں نمایاں اورحسب پروگرام تبدیلی ہوجائے اور یہ کہ لوگوں کے پیدائشی اندھے یادوسرے نقائص کے ساتھ پیداہونے میں خالق کی طرف سے خطانہیں ہوتی ۔ بلکہ یہ ہمارے غلط معاشرہ کی خطاہوتی ہے اس کی ذمہ داری خودانسانوں پر ہے اللہ پرنہیں ہے ۔ ہماری غذاہمارارہن سہن ہمارے غلط نظریات وعقائد واعمال اس کے ذمہ دارہیں۔ اگر انسانی زندگی سوفیصد قوانین خداوندی اورتعلیماتِ انبیاؑء کے مطابق ہوتو ہرگز غلط نتائج مرتب نہیں ہوسکتے ۔ ہوتا یہ ہے کہ کہیں انفرادی اورکہیں اجتماعی خلاف ورزیاں غلط نتائج مرتب کرتی ہیں اور چونکہ ہرنتیجہ کسی نہ کسی قانون خداوندی سے متعلق ہوتا ہے۔ اورقوانین تمام خالق کائنات کے ہیں لہٰذا یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ خدانے اندھا پیدا کیایا غریب پیدا کیاہے۔ یعنی خداکے جس قانون پرعمل کیا ویسا نتیجہ مرتب ہوگا ۔ زہر کھانے سے اچھا نتیجہ مرتب نہیں ہوسکتا۔ محتاط غذا کھانے سے نقصان نہیں ہوسکتا دونوں پرانسان کواختیار دیا گیا ہے۔ مگرنتائج کواُلٹ دینے کا اُسے اختیارنہیں ہے وہ مقدرشدہ ہیں۔

31۔ ابلیس کے گمراہ کن وجود کے ساتھ اس سے حفاظت کا مضبوط ترین انتظام لازم ہے

اس قانونی دُنیا میں نوع انسانی کی ابتدا کرنے والے اورتمام انسانوں کے جسمانی والد جناب آدم علیہ السلام ہیں ۔ جنکی تخلیق وتجربہ وتعلیم کا مختصراً تذکرہ ہوچکا ہے ۔ یہ بھی معلوم ہوچکا کہ ابلیس کا چیلنج اوراسکے متعلق ابلیسی اقدامات تاحدقیامت موجودرہنے والے ہیں۔ بالکل اسی طرح ابلیس کے بالمقابل بنی نوع انسان کی حفاظت وہدایت کا خدائی انتظام لازم ہے ۔ جس طرح شیطان کی عمر

اور مہلت تا حد قیامت ہے بالکل اسی طرح نظام ہدایت وحفاظت کو بلا انقطاع موجود رہنا چاہیئے۔ چونکہ خدا نے اس چیلنج کو قبول فرمایا تھا لہٰذا لازم ہے کہ یہ انتظام ابلیس کی تمام قوتوں اور استعداد سے زیادہ قوی ہو، تاکہ نظام ہدایت کی پناہ میں رہنے والے ابلیسی قوتوں کے سامنے سرنگوں نہ ہوسکیں ۔ بلکہ قدم قدم پر ابلیس کو شکست سے دوچار رکھیں ۔ان تمام عقلی تقاضوں کو ہر ہر حیثیت سے پورا کرنے کا اللہ نے انتظام کیا اور اپنے انتظام کو بالکل محفوظ طریقے پر قرآن کریم کے ذریعہ آپ تک پہنچا دیا جسکی تفصیل کیلئے ہماری دوسری تصانیف سے رجوع لازم ہے۔ یہاں جلدی جلدی چند اشاروں پر اکتفا کرتے ہیں۔

32۔ حضرت آدمؑ سے قیامت تک نظام ہدایت کی تفصیل، جو اِبلیس کو ہر قدم پر شکست دیتا رہا

حضرت آدم علیہ السلام وہ اجمال ہیں جس کی تفصیل پوری نوع انسانی ہے۔ وہ تعمیر انسانیت کی بنیاد، حسن ورعنائیوں کا پیکر اور تمام امکانات کا مجسمہ ہیں ۔اسلئے انہیں تخلیق انسانی کی انتہائی منزل اور بہترین تقویم میں بنایا گیا (95/4،التین)۔ چونکہ اُن کی زوجہ اُنہی سے بنائی گئیں (4 / 1 نساء) لہٰذا یہ جوڑا ایک مثالی جوڑا تھا جس میں کسی قسم کا نقص بلکہ نقص کا شبہ تک نہ تھا۔اُن کی شخصیت کو صرف دیکھ کر ہی ابلیس نے اعلان کر دیا تھا کہ وہ ایسی تقویم رکھنے والی شخصیتوں پر قابو نہ پاسکے گا (15/40،الحجر) اور دونوں کے خالق نے بھی اس کا انتظام واعلان کر دیا تھا (17/65 بنی اسرائیل)۔اسی لئے ادھر حضرت آدم علیہ السلام کی داخلی وذاتی ہدایت کیلیئے روح خداوندی ہم سفر کر دی گئی (2/38 بقرہ) اور ادھر خارجی وبیرونی ہدایت کیلیئے بذریعہ وحی راہنمائی کا وعدہ کرلیا گیا (20/123 طہٰ) تاکہ کسی حیثیت سے بھی

احسن تقویم میں فرق نہ آنے پائے جنت کے قیام میں مجتبیٰ کا لقب حاصل کیا تھا (20/122 طٰہٰ) اس کے بعد دنیا میں ایک ایسا خاندان یا ذریت تیار کی جس میں حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور اُن کی آلؑ پاک جیسی ہستیاں پیدا ہوئیں اور اس بنا پر مصطفٰی ہونے کا لقب پایا اور ایک مصطفٰی ذریت چھوڑی ۔جس کا جواب ساری کائنات میں نہ تھا (34-3/33 عمران) ۔ اُدھر اُن کی ازواج و مستورات میں بہترین نسل طلب کرنے کے لئے اللہ سے مَنّت اور نذر کا طریقہ جاری رہا (3/35 عمران) جس سے اُن کی تیار کردہ اولاد شیطان کے شر سے محفوظ رہتی چلی جائے (3/36 عمران) ۔اُن کے لئے پاک و پاکیزہ غذا کا انتظام براہ راست اللہ کی طرف سے ہوتا تھا (3/37 عمران) ۔ اُن میں کا ہر نبیؑ اللہ سے بہترین اور پاک ذریت کی استدعا کرتا رہتا تھا (3/38 عمران) اُن کو طاہر و مطہر اور زمانہ کی سردار اولاد کی بشارتیں دینے کیلئے ملائکہ حاضر ہوتے تھے (3/39 عمران) ۔اس ذریت کی صالحیت کی ذمہ داری اللہ لیتا تھا(3/39 عمران) ۔ اُن کے خاندان میں ضعیفی یا بڑھاپے کا غلط اثر نہ پڑتا تھا (3/40 عمران) ۔ اُن کی پیدائشوں کیلئے معجزات و آیات دکھائی جاتی تھیں (3/41 عمران) ۔اُن کے مرد ہی نہیں بلکہ اُن کی عورتیں بھی مصطفٰی ہوتی تھیں جن کی نظیر عالمین میں ملنی ناممکن تھی (3/42 عمران) ۔انکے گھروں میں ملائکہ کا نزول ہوتا تھا جو انہیں بشارتیں دیتے رہتے تھے (3/42 عمران) ، (3/45 عمران) ۔اس ذریت طاہرہ کے بچے پیدائشی اور فطری طور پر معصوم ہوتے تھے ۔ یہ سب مقرب بندے ہوتے تھے ۔کمسنی میں بھی اسی طرح کلام کر سکتے تھے جیسا کہ عام لوگ علما ہو کر کلام کرتے ہیں (46-3/45 عمران) ۔اُن کی تخلیق عام قانون تخلیق سے بلند تر رکھی جاتی تھی (3/47 عمران) ۔ اُن کے بچوں کو سابقہ تمام کتب

خداوندی کا علم بطور ورثہ ملتا چلا آتا تھا (3/48 عمران)۔ انہیں خدا کی مہربانی واجازت سے تخلیق پر اختیار دیا جاتا تھا۔ وہ مُردوں کو زندہ کردینے کی قدرت دیئے جاتے تھے۔ وہ ظاہراور غائب چیزوں پر مطلع ہوتے تھے (3/49 عمران)۔ اُسی ذریت طاہرہ میں سلسلہ نبوت ورسالت وامامت بلاانقطاع جاری کیا گیا تھا (7/35، اعراف)۔ یہ وہ مسلسل ذریت طاہرہ ہے جس میں اباواجداداور بیٹے اور بھائی بلاانقطاع ہدایت یافتہ اورمجتبیٰ گذرتے رہے ہیں (6/84-88، انعام)۔ مجتبیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ ذریتِ آدمؑ انعامات خداوندی سے ہمیشہ مالامال رہتی چلی آئی ہے (19/41-59 مریم) اس تمام ذریت میں ہر فرد خدا کی طرف سے اپنے والدین کو ہبہ کیا گیا تھا (6/84، انعام)۔ اس سلسلہ کا ہر فرد اللہ سے یہ دعا کرتا تھا کہ اَے ہمارے پالنے والے ہماری ازواج سے ہمارے لئے ایسی ذریت ہبہ فرما کہ جس سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور ہمیں اور ہماری اولاد کو متقین کی امامت عطا فرما دینا۔ یہ ایسی ذریت کا تذکرہ ہے جس میں ہر فرد جنتی ہے۔ جن پر جنت میں سلام کیا جایا کرے گا (25/74-75 فرقان)۔ اُن میں کوئی بھی لغویات سے تعلق نہ رکھتا تھا، یہ سب مکرم بندے تھے، یہ آیات کی تعمیل سمجھ بوجھ کر کیا کرتے تھے (25/72-73 فرقان)۔ یہ ذریت براسلوک کرنیوالوں کے جواب میں ہمیشہ اچھا سلوک کرتی تھی (13/22 رعد)۔ یہ وہی ذریت تھی جس کے لئے خود ابلیس نے کہہ دیا تھا کہ میں اُن کی بیخ کنی نہ کرسکوں گا (17/62 بنی اسرائیل)۔ چنانچہ شیطان اوراُس کی ذریت اُس ذریت پر غالب نہ آسکتے تھے (3/36 عمران) اُسی ذریت کے افراد کو ابلیس نے اللہ کے مخلص بندے کہا تھا (15/40، الحجر) اوراللہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی شان میں فرمایا کہ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ہ وہ

ہمارے مخلص بندوں میں سے ایک تھے (12/24 یوسف)۔اسی ذریت میں سے کچھ ایسے افراد گذرے جن کو اللہ نے پوری کائنات کا امام مقرر کیا اور بتایا کہ امام صرف ایسی ہستی کو بنایا جائے گا جس سے کسی قسم کا اور کسی مقدار میں ظلم سرزد نہ ہو اور جو ہر چیز کو برمحل برقرار رکھے۔فطرت اور قانون میں ذرہ برابر اُلٹ پلٹ اور غلطیاں نہ کرے (2/124 بقرہ)۔اسی ذریت کے روبرو کائنات کی ہر شے مسخر تھی (33-14/32، ابراہیمؑ) (45/13 جاثیہ)۔اللہ اور انبیاء علیہم السلام کی تیار کردہ اس ذریت طاہرہ کا سلسلہ برابر جاری رہا اور اس ذریت کے سربراہ ہرزمانہ میں وہ نظام معیشت قائم کرتے اور باقی رکھتے چلے آئے جو عین منشائے رب العالمین کے مطابق تھا اور جس کی مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور اُن کی تربیت دادہ ذریت میں اور حواریوں کے عملدرآمد سے دی جاچکی ہے۔یہ معاشی نظام ہرآنے والے نبیؑ کیلئے جائے پناہ اور گھوارۂ تربیت بنتا چلا آیا۔یہاں تک کہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ اس دنیا میں رحمت ولطف وکرم کا مجسمہ بن کر تشریف لائے۔آپؐ کن لوگوں کی آغوش میں تربیت پاتے ہیں؟ آپؐ کے پالنے والے کیسے حضرات تھے؟ یہ تمام تفصیلات ہماری کتاب ''عظمتِ رسولؐ قرآن سے'' میں موجود ہیں۔ یہاں سرسری تذکرہ لازم ہے تاکہ زیر بحث معاشی نظام کی تکمیل ہوسکے۔

33۔ سرکارِ کائناتؐ اور دوسرے انبیاءؑ کا مقام،

انبیاؑ نے اُنؐ کے ظہور کیلئے دعائیں مانگیں،آپ کی بعثت مومنین پر احسان ہے وہ لوگ مومن تھے جن کی آغوش میں رسولؐ اللہ تشریف لائے

(1) یہ معلوم ہوچکا کہ تخلیق کائنات کی غرض تکمیل انسانیت ہے اور تکمیل انسانیت کی غرض خالق کائنات ورب العالمین کی صفات کا ظہور ہے۔اسی لئے

فرمایا گیا تھا کہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا مجھے یہ پسند آیا کہ میں ظاہر ہوجاؤں ۔ چنانچہ اَے محمدؐ میں نے تمہیں پیدا کردیا اور اگر تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا تو یہ کائنات یہ افلاک وسماوات وغیرہ پیدا نہ کرتا ۔ چنانچہ آنحضرتؐ اوّل المسلمین اوراوّل العابدین ہیں (6/164،انعام)،(43/81 زخرف)اور چونکہ کائنات کی ہر شے اسلام لائی ہے (3/83 عمران)۔لہٰذا کائنات کی ہر شے سے پہلے مسلم ہونا ثابت ہے۔ پھر کائنات کی ہر شے اللہ کو سجدہ کرتی ہے(13/15 رعد)اور ہر شے عبادت کرنے میں مشغول ہے(24/41 نور) لہٰذا آنجنابؐ کی عبادت تمام مخلوق سے پہلے شروع ہونا ثابت ہوا۔یعنی سرکارؐ کائنات سب سے پہلی مخلوق ہیں اسی لئے حضورؐ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ نے جو چیز پیدا کی وہ میرا نور تھا۔یہی نور وہ روح خداوندی ہے جس کی معیت سے حضرت آدمؑ اور تمام نبیؑ فیض یاب ہوتے رہے ۔ آپ نے واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ میں اُس وقت بھی نبیؐ تھا جب کہ آدمؑ کی مٹی اور پانی بھی الگ الگ تھے۔ یعنی ابھی اُن کے اجزا کو ترکیب بھی نہ دی گئی تھی ۔ یہی وہ زمانہ ہے جب کہ انسان کی ہستی ابھی قابل تذکرہ نہ تھی (76/1 دھر)۔تمام انبیاء کرام علیہم السلام دراصل تمہید نبوت محمدؐیہ تھے ۔ وہ اوراُن سب کی اُمتیں اس بات پر مامور تھے کہ آنحضرؐت کی نصرت کریں اور ہر زمانہ میں اُن پر ایمان لائیں۔یعنی تعلیمات محمدؐیہ کی ہر قسط پر ایمان لائیں اوراُسے نافذ کرنے میں مدد ہوں اور ہر آنے والا نبیؐ بنی نوع انسان کو ترقی دیتا ہوا چلا جائے۔حتّٰی کہ وہ ترقی یافتہ نسل انسانی جنم لے جس کی براہ راست ہدایت سرکارؐ دوعالم کے ذمہ ہو،تا کہ نوع انسانی معراج کمال تک پہنچادی جائے ۔تمام انبیاءؑ نے اپنے اپنے زمانہ میں مذکورہ بالا مقصد کو مدنظر رکھ کرعمل کیا اور برابر آنحضرتؐ سے اپنی اُمتوں کو روشناس کراتے رہے۔اُن کے ظہور کی بشارتیں دیتے رہے۔ان تفاصیل کو

ہماری کتاب ''عظمت رسولؐ قرآن سے'' کے مختلف حصص میں بیان کردیا گیا ہے۔
یہاں تسلسل قائم کرنے کے لئے دو تین مقامات دکھاتے ہیں۔

(2)۔ آج سے چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم اور جناب اسماعیل علیہم السلام کعبہ کی عمارت کو بلند کرتے ہوئے خدا سے دعا فرماتے ہیں:۔

''ہم دونوں کے پروردگار ہماری اس خدمت کو شرف قبولیت عطا فرما۔ ہمیں اپنا مسلم بنادے اور ہماری ذریت میں سے بھی اپنے لئے ایک مسلم اُمت قائم رکھ اور اس مسلم اُمت میں سے ایک ایسا رسولؐ قائم کرنا جو اس مسلم امت کو الکتاب اور الحکمۃ کی تعلیم دے اور اُن کا تزکیہ نفس کردے''۔(2/127-129 بقرہ)

یہاں جو چیز قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پیغمبر ہیں، خلیل ہیں، امام ہیں۔ اس کے باوجود مسلم بنائے جانے کی دعا کرتے ہیں اور بالکل وہی دعا اپنی ذریت میں سے ایک خاص جماعت کے لئے فرماتے ہیں۔ بس اس سے اتنا سمجھ لیں کہ اسلام کا یہ مقام مقام نبوت ورسالت وامامت وخُلّت سے یقیناً بلندتر ہے۔ یہاں پر آپ سابقہ پیرے (32) کی اس ذریت کا تعین فرمالیں جسے انبیاء علیہم السلام تیار کرتے چلے جاتے تھے۔ اس کے بعد یہ دیکھیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا برابر قبول ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ اللہ اس مقبولیت کو بطور احسان یاددلاتا ہے ارشاد ہے کہ:۔

(3)۔ یقیناً ہم نے مومنین پر احسان وانعام کیا (لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ) جب کہ ہم نے مومنین میں مومنین ہی میں سے ایک رسولؐ مبعوث کیا (اِذْبَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ 3/164 عمران)۔ یہاں ان الفاظ کو بار بار پڑھیں اور دیکھیں کہ:۔

نمبر 1۔احسان مومنین پر حالت ایمان میں کیا گیا ہے یعنی مذکورہ بالا اُمت مسلمہ یاذریت طاہرہؑ موجود تھی اُن پراحسان ہوا کہ: نمبر 2۔ اللہ نے اُن ہی میں سے ایک رسوؐل کو مبعوث کیا ۔یعنی رسوؐل اللہ کافروں میں سے مبعوث نہ ہوئے تھے ۔ بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے عین مطابق اُمت مسلمہ میں سے آنخضرؐت کو مبعوث کیا گیا تھا۔ نمبر 3۔ یہ بھی نوٹ کریں کہ یہ اُمت مسلمہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے معیار کے مطابق افراد پر مشتمل تھی ۔ یہی حضراتؑ ہیں جن کی گود میں سرکارؐ دوعالم تشریف لائے ،یہی وہ لوگ ہیں جو حضرت آدم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے جاری کردہ معاشی نظام کے وارث اور سربراہ تھے ۔یہی وہ بلند مقام ہستیاں ہیں جن کو اللہ نے آنخضرتؐ کے لئے آویٰ یعنی ملجا و ماویٰ قرار دیا ہے (93/6 ضحیٰ)۔ جنہوں نے رسالت کو پالا اور پرورش کیا، چلنا سکھایا (93/4 ضحیٰ)۔ اپنا سب کچھ قربان کر کے آنخضرؐت کو مستغنی کر دیا تھا (93/8 ضحیٰ) اور سرکار سے وابستہ ہونے والے اصحاب کی پرورش کے لئے اپنے بچوں کو بھوکا پیاسا رہنے کی عادت ڈالی تھی ۔ یہی ہیں وہ افراد جنہوں نے آخری دفعہ والدازم یا اسلام کے معاشی نظام کی بنیاد رکھی اور اس کو برقرار رکھنے کے لئے تا قیامت چلنے والا انتظام کیا۔ یہ تذکرہ دوبارہ آپ کے سامنے آنے والا ہے ۔ یہاں تو یہ دکھانا تھا کہ قانون خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے اور اولاد کی تربیت کا نتیجہ ہر فرد نوع انسان کے لئے ایک ہی نکلتا ہے۔ نسلیں بنائی جاسکتی ہیں، بگاڑی جاسکتی ہیں۔ جنت سے پہلے اس دُنیا کو جنتی زندگی میں تبدیل کیا جا سکتا ہے اور اسی دنیا کو جہنم سے پہلے ہی جہنم بنانا انسان کے اختیار وقدرت کے اندر ہے ۔کل سے آپ طے کر لیجئے کہ آپ کا ہر اقدام قانون فطرت یا اسلام کے مطابق ہوگا ۔ پرسوں سے نتائج مبارکباد دینا شروع کر دیں گے ۔ اسلامی قوانین

اُدھار نہیں بلکہ نقد اور پیشگی نتائج مرتب کرتے ہیں ۔ اُن کا دوہرا ثمرہ ہوتا ہے ۔ ایک اِس دنیا میں دوسرا آخرت میں سامنے آنا لازم ہے ۔ روزہ ہو یا نماز، حج ہو یا زکوٰۃ الغرض ہر عبادت کا نتیجہ اگر آپ کے سامنے دنیا میں نہیں آ رہا ہے تو آپ عبادت نہیں کرتے ہیں بلکہ کچھ اور کر رہے ہیں ۔ بالکل اسی طرح ایثار و قربانی کے نتائج ساتھ کے ساتھ نکلتے ہیں ۔ دین کا کوئی کام اُدھار نہیں ہے ۔ جو نتائج نکال کر نہیں دکھا سکتے وہ دین سے ناواقف ہیں یا یہ کہ اُنہوں نے اپنے دین میں ابلیسی اصول داخل کر رکھے ہیں ۔ اس لئے انہیں اُن کی سچائی، دیانت داری، ایمانداری، روزہ، نماز وغیرہ مایوسی سے دوچار کرتی ہے اور روزانہ تباہی کے غار کی طرف دھکیلتی جارہی ہے ۔ ایسے ہی نمازیوں کے لئے قرآن کریم میں (وَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ) تباہی کی اطلاع دی گئی ہے جو نماز پڑھتے ہیں مگر مقاصد نماز سے منہ پھیرے ہوئے ہیں ۔ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ o (107/4-5 ماعون) یعنی وہ حضرات اسلام کے نظام معیشت کے خلاف عمل پیرا ہیں ۔ بظاہر دیکھنے میں چوکور مسلم و مومن و مقدس لوگ، لیکن حقیقتاً افلاس واحتیاج وگداگری کو جنم دینے اور برقرار رکھنے والے ہیں ۔ روزمرہ کی ضروریات سے انسانوں کو محروم رکھنے والے، مختصراً یہ کہ پورے دین کی کھلی تکذیب وتردید کرنے والے مومن ہیں (107/1-7 ماعون) ۔

اس لئے پورا اسلامی قانون اُن کی تباہی کا بندوبست کرنے میں مصروف ہے ۔ پوری کائنات اُنہیں گھیر کر بربادی کی طرف لا رہی ہے اُن کا ہر نیک عمل تباہ ہو رہا ہے ۔ اُن کی اصلاحی اور تبلیغی اسکیمیں گمراہی پر منتج ہو رہی ہیں ۔ اُن کی پیشانیوں پر کلنک کے ٹیکے لگتے جا رہے ہیں ۔

34۔ ہمارے دلائل، عقلی اور تجربہ سے متعلق ہیں، ان کو ماننے کیلئے عقیدتمندی کی ضرورت نہیں ہے یہ فطری ہیں جمہوری نہیں

جو حضرات مذہب کے طریقۂ استدلال سے برگشتہ کردیئے گئے ہیں ہم اُن سے بھی مخاطب ہیں۔ اس لئے یہ گذارش کرنا ضروری ہے کہ اگر ہر والد کو اپنی اولاد کی پیدائش، پرورش اور تربیت میں مکمل آزادی اور اختیار حاصل نہیں ہے تو یہ لازم ہے کہ وہ اولاد ہر طرح ناقص رہے۔ اسی طرح اگر کوئی اور نظام معیشت آزادی اور اختیارات سے محروم کردیا جائے تو وہ بھی متعلقہ معاشرہ کو ناقص و نامکمل رکھنے پر مجبور ہوگا۔ لٰہذا یہ ماننا پڑے گا کہ جس طرح دیگر نظام ہائے معیشت کو مختار و آزاد رکھنا ضروری ہے بالکل اُسی طرح والدازم میں بھی اختیار و آزادی کا بحال رکھنا لازم ہے۔ چنانچہ آپ کو معلوم ہے کہ ہر کنبے میں والد بالکل آزاد و خود مختار ہوتا ہے۔ یعنی اس کنبے کا کوئی فرد حتّٰی کہ والدہ بھی والد کی راہ میں رکاوٹ بن جانے کی مجاز نہیں ہوتی۔ والد کا ہر وہ فیصلہ تسلیم کرنا لازم ہے جو اُس کے نزدیک کنبے کی فلاح و بہبود کیلئے ضروری ہو اور کسی فرد خاندان کو یہ اختیار نہیں ہوتا کہ وہ اس کے فیصلوں پر تنقید یا چوں و چرا کریں سب کیلئے فطری طور پر لازم ہے کہ اُس سے زیادہ کسی اور کو اپنا بہی خواہ نہ سمجھیں۔ یہ گفتگو پہلے (پیرا نمبر 22-21) ہو چکی ہے۔ اولاد تو کیا زوجہ بھی موجود نہ تھی تو شادی کے لئے کیسے مشورہ دیتی؟ کس طرح تنقید یا چوں و چرا کرتی؟ انتخاب صحیح نکلے تو زوجہ کیسے اعتراض کرتی اور شادی کے بعد شادی پر اعتراض حماقت ہوتا۔ اولاد پروگرام کے ساتھ پیدا ہوئی۔ والد کی حسب منشا وجود میں آئی۔ اس اسکیم کے ہر گوشے نے پردہ شہود پر آ کر زوجہ کو قدر کرنے پر اُبھارا۔ اُس کی توجہ اور فداکارانہ عملدرآمد زوجہ کو قدم قدم پر قربان ہو جانے کا پیغام دیتا رہا۔ مختصراً یہ کہہ دیں کہ زوجہ ہو یا اولاد اُن

میں سے اگر کسی کے سر میں والد پر اعتراض کا خبط پید ہوتا ہے تو وہ بڑا ہی بد بخت ، ناشکرا، احسان فراموش اور یقیناً ابلیس کا اغوا کردہ ہے۔ والد قانوناً و شرعاً ایسی ازواج یا اولاد کو عاق و محروم کر سکتا ہے۔ اُنہیں اپنے کنبے سے کاٹ کر الگ پھینک سکتا ہے۔ اس کے برعکس والدازم کے علاوہ جس قدر بھی معاشی نظام ہیں اُن کے سربراہ کی طرف سے کوئی فطری یا قانونی ضمانت نہیں دی جاسکتی کہ وہ تمام متعلقہ معاشرہ کے ہر ہر فرد کے ساتھ ایسا فدا کارانہ و والہانہ و خود فراموشانہ سلوک برقرار رکھ سکیں گے۔ البتہ تجربہ و تحقیق سے اُن کی اکثریت غدار، خود غرض اور معاشرہ کے لئے مضر ثابت ہوتی رہی ہے۔ اُن کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ معاشرہ میں کسی فرد کو تکلیف مثلاً بخار ہو اور اُنہیں نیند نہ آئے۔ اُن کی پوزیشن مصنوعی ہے جو نا قابل اعتماد اور ناپائیدار رہتی چلی جائے گی۔ لہٰذا آپ خواہ بامذہب ہوں یا لامذہب ہوں (اور ہم تو لامذہبیت کو بھی استقلال کی شرط پر ایک مذہب ہی کہتے ہیں) ہماری گفتگو کا ہر پہلو پہلے عقلی معیار کے مطابق ہے جو عین مذہب اسلام ہے۔

چنانچہ یاد رہے کہ اگر آپ کو اولاد آدم علیہ السلام کی روز افزوں ترقی، فلاح اور تکمیل درکار ہے اور اُس کی راہ میں کسی قسم کی رکاوٹ پسند نہیں ہے تو والد کو بے حد وحساب اختیارات وقدرت کا دیا جانا منظور کرنا ہی پڑے گا اور آپ رضامند ہوں یا ناخوش ہوں اس سے حقیقت حال پر ذرہ برابر اثر نہیں پڑتا۔ آپ کی رضامندی اور نارضامندی دوسرے نظامہائے معیشت پر تو واقعی اثر انداز ہوتی ہے مگر والدازم آپ کی دسترس سے باہر ہے اور آپ خود والد ہوتے ہوئے اس پر گواہ ہیں۔ ہمارے ہر لفظ کے مطابق آپ کا عمل ہے۔ آپ اسمبلی ہال میں دوسرے جمہوروں کے ساتھ جمہوریت پر گفتگو کریں۔ بجا درست لیکن اُس ہال میں آنے والا ہر فرد اپنے اپنے کنبے

میں جمہوریت سے باغی ہے وہاں والدازم ہے ۔ چنانچہ یہاں مشورہ کو دخل نہیں ، رائے شماری یہاں بے معنی چیز ہے ۔،سب کا برابر ہونا یہاں حماقت ہے، یہاں ایک شخص کی حکومت ہے وہ والد ہے،اپنی صوابدید میں قطعاً مختار ہے۔وہ اپنے تمام وسائل وذرائع کو اپنے اوراپنی اولاد کی بقاو بہبوداورترقی و تکمیل کے لئے پوری پوری دیانت اورعقل سے استعمال کرتا ہے۔وہ ہرگز اپنی اولاد میں سے کسی کی حق تلفی نہیں کرتا۔وہ سب کواُن کی عمروضرورت وحالات کےمطابق سامان معیشت فراہم کرتا ہے۔ بیمارکو تندرستوں پر ترجیح دیتا ہے مگراپنی بیماری وکمزوری کی پرواہ نہیں کرتا ۔کم سن بچوں یا کمزوروں کی خودبھی خدمت کرتا ہے اورخاندان کے موزوں افراد سے بھی اُن کی خدمت کراتا ہے۔وہ سب کے کپڑے یادیگرضروریات کو برابرنہیں رکھتااورنہ اسے صحیح سمجھتا ہے۔وہ ہرایک کے لئے آج کا بھی خیال رکھتا ہے اورکل کی بھی فکرکرتا ہے۔ جن کی ضرورت آج کم ہےکل اُن کی بڑھ جانے والی ضرورت کو آج ہی سے مدنظر رکھتا ہےتا کہ جوجس سن وسال وحال میں ہےاُسی سن وسال وحال میں آنے والا کوئی اورفردِخاندان خسارہ میں نہ رہے ۔ اور ہرفرد ہرآنے والی گھڑی میں ترقی پذیراورمطمئن رہے ۔ یہ ہروالد کا مقصد ومطمع نظر ہوتا ہے اور ہروالد اس مقصدکو حاصل کرنے میں کوئی کمی یاکوتاہی نہیں کرسکتا اوراس مقصدکوحاصل کرنے کے لئے سہل ترین وکامیاب ترین طریق کاراختیارکرنے کے لئے ہرلحہ آمادہ رہتا ہے۔اسی جذبہ کوسامنے رکھ کرسیاسئین اُسے بہکانے کا انتظام کرتے ہیں،فریب سازی سے سبز باغ دکھاتے ہیں،طرح طرح کے نظام یاازم گھڑتے ہیں۔تا کہ اُسے والدازم سے ہٹا کرخودمصنوعی والدبن بیٹھیں اوررفتہ رفتہ اولادآدمؑ کوتباہ وبربادکردیں۔یہی وہ مقصدتھاجسے ابلیس نے اللہ وآدمؑ کے روبروبطورچیلنج پیش کیا تھا۔

35۔ ہمیں ہر وہ ازم پسند ہے جو بنی نوع انسان کو مجموعی حیثیت سے فراوانی معاش فراہم کرے، کسی کو خسارہ نہ ہو، کوئی مجبور نہ کیا جائے

ہم ہر اُس نظام معیشت کے طرفدار ہیں جس نے بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کو بحیثیت مجموعی سامنے رکھا ہو۔ آج کل جو معاشی نظام ہر شخص کی زبان پر ہے اور جس نے سرمایہ داروں اور غلط مذاہب کے اجارہ داروں میں خوف و ہراس پھیلا رکھا ہے، جس سے آج کل کے تمام ازم لرزہ براندام ہیں وہ ہے کمیونزم۔ آپ نے دیکھا تھا کہ ہم نے تمام ازموں کو وہ راہیں قرار دیا ہے جو والد نے مزاحمت کرنے والوں پر غالب آنے کے لئے اختیار کی تھیں۔ اگر ہماری یہ بات صحیح ہے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ کمیونزم ہو یا کوئی اور ازم ہو وہ سب والد ازم کی شاخیں ہیں۔ اُن سب کی بنیاد دراصل والد ازم ہے۔ ہم نے یہ بھی عرض کیا ہے کہ والد سے اپنی کوششوں میں غلطیاں بھی ہوئی ہیں اور یہ کہ انسان سے عقل کے استعمال میں غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ وہ غلطی اور غلط کاری سے صرف اُسی حالت میں محفوظ رہ سکتا ہے جب کہ وہ اپنے فکر و عمل کو سو فیصد کائناتی قوانین سے ہم آہنگ رکھے۔ یعنی اُسے نہ صرف یہ کہ تمام قوانین فطرت پر عبور حاصل ہو بلکہ وہ اپنی زندگی کے تمام کاروبار کو اُن قوانین کے ماتحت رکھے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر انسان سے ہر ہر قدم پر غلطی کا ہونا قابل تعجب نہیں ہے۔ یہ امکان مذہب عطا کرتا ہے۔ خالق کائنات ہی خالق قوانین ہے اور وہ ان قوانین کو بنی نوع انسان تک پہنچانے کا ذمہ دار ہے۔ اس ذمہ داری کو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے پوری کرتا رہا ہے اور قیامت تک ایسا محکم انتظام کر دیا گیا ہے کہ جس کو ہم معصوم یا فول پروف انتظام کہتے ہیں۔ بہرحال تمام وہ ازم جو والد نے اپنی عقل سے ایجاد کئے ہوں یا وہ جزئیات جن میں اُس نے قوانین خداوندی سے مدد نہ

لی ہو یا اُن میں اپنی عقل سے ترمیم و تنسیخ کردی ہو۔ اُن میں غلط چیزیں داخل ہوئیں اور اُن غلط چیزوں کی وجہ سے نبی نوع انسان کو کہیں بھی بحیثیت مجموعی نہ فائدہ پہنچا نہ آئندہ ایسا ہوسکتا ہے تجربہ اور عالمی ریکارڈ اس پر گواہ ہے۔

36۔ کمیونزم سے تعارف، اس کی قدامت، کمیونزم اور سوشلزم کا فرق، ان کا طریق کار و دائرہ عمل

کمیونزم کے بنیادی اصول کا تاریخی سہرا افلاطون کے سر باندھا جاتا ہے۔ اُنکے بعد اُن کے بیان کردہ فلسفہ پر بہت سے علما نے اضافے کئے ہیں۔ ہم ان تفصیلات میں جانا نہیں چاہتے۔ صرف اس قدر بتانا چاہتے ہیں کہ سوشلزم اور کمیونزم دونوں کا ایک ہی مقصد ہے اور مقصد ہمیشہ اچھا ہی ہوا کرتا ہے۔ فرق دونوں میں یہ ہے کہ سوشلزم اُس مقصد تک پہنچنے کے لئے امن پسندی اور تدریج کا تھوڑا سا لحاظ رکھنا ضروری سمجھتا ہے۔ اس کے برعکس کمیونزم اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جائز و ناجائز، ظلم و ستم، جبر و تشدد، بغاوت اور فریب کو لازم قرار دیتا ہے۔ پھر یہ دونوں ازم ایک دم پورے ملک میں حکومت کی سطح پر نافذ کئے جانے ضروری ہیں۔ یعنی یہ دونوں کوئی ایک معاشرہ پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ حکومت کی قوت اُن کی پشت پر لازم سمجھی جاتی ہے۔ یعنی حکومت پر بلا قبضہ کئے یہ دونوں ازم قابل عمل نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکومتیں اُن سے خائف ہیں۔ اور اسی وجہ سے ہمارے مسلم مفکران دونوں ازموں پر اسلام کا لیبل لگا کر مسلم ممالک کے سربراہوں کو بہکانے کی حد بھر کوشش کر رہے ہیں۔ دن رات قرآن کریم واحادیث کا گلا گھونٹ کر اُنہیں ان ازموں کے قبول کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ یعنی اُن نو مسلم مفکرین قرآن کے نزدیک اسلام میں اس قدر بھی جان نہیں ہے جو کمیونزم و سوشلزم کے بالمقابل معاشیات پر کوئی بہتر اصول

پیش کر سکے۔اسی چیز سے متاثر ہو کر جناب یعقوب صاحب (پشاور) نے ہمیں مجبور کیا کہ اس سلسلہ میں ایک مختصر سا کتابچہ پیش کریں۔اور یہ دکھائیں کہ دنیا کا کوئی ازم اسلام سے بہتر طرز معاش و معاشرت پیش کر ہی نہیں سکتا اور اس سلسلہ میں جو کچھ کہا گیا ہے یا کہا جائے گا۔وہ سب اسلامی ذخیرہ میں سے لیا گیا ہے۔جب ضرورت ہو چوری پکڑ کر دکھائی جاسکتی ہے۔

37۔ کمیونزم اور مذہب،

لینن اور مارکس کے قلم سے تشدد قتل وغارت اور فریب سازی کا جواز

کمیونزم کے مخالفین تو ایک طرف خود پاکستانی مفکرین نے نہایت بے دردی اور بد دیانتی کے ساتھ ان دونوں ازموں کی مذمت کی ہے۔تاکہ مسلمانوں کو اُن پر یہ شبہ نہ ہوسکے کہ وہ حضرات کمیونزم یا سوشلزم ہی کو اسلامی لیبل کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔اہل مذاہب نے کمیونزم کی مذمت اس لئے کی ہے کہ کمیونزم میں خدا اور مذہب دونوں کا انکار لازم کیا گیا ہے۔مثلاً لینن لکھتا ہے کہ:۔

(1)۔ ''سرمایہ داری کی غیر مرئی قوتوں نے ذہن انسانی میں ایک خوف کی حالت پیدا کر دی تو ایک حاکم اعلیٰ کے تخیل کی بنیاد پڑ گئی۔اس حاکم اعلی کو انسان نے خدا کا نام دے دیا۔جب تک خدا کا تخیل انسان کے دماغ سے فنا نہ کر دیا جائے یہ لعنت کسی طرح دور نہیں ہوسکتی'' اور سنئے:۔

(2)۔ مذہب لوگوں کیلئے افیون ہے۔اسلئے مارکس ازم کی رو سے دنیا کے تمام مذاہب اور کلیسا سرمایہ داری کے آلہ کار ہیں۔جن کے توسط سے مزدور جماعت کے حقوق کو پامال کیا جاتا ہے اور انہیں فریب دیا جاتا ہے۔لہٰذا نفس مذہب کے خلاف جنگ کرنا ہر اشتراکی کیلئے ضروری ہے تا آنکہ دنیا سے مذہب کا وجود ہی مٹ جائے۔''

مارکس کی بات بھی سن لیں:۔

(3)۔ ”مذہب انسانی ذہن کی پیداوار ہے۔انسان مذہب کی پیداوار نہیں ہے۔ مذہب سے وہی انسان وابستہ رہ سکتا ہے جو یا تو ابھی تک اپنے مقام انسانیت سے بے خبر ہے یا جس نے اس مقام کو پا کر کھودیا ہے۔ مذہب مظلوموں کی سسکیاں، ایک پتھر کی دنیا کا قلب اور اُن حالات کی روح ہے جن میں روحانیت کا نام نہیں۔ مذہب کے فنا میں حقیقی انسانی مسرت کا راز پنہاں ہے۔ مذہب، مابعدالطبیعات اور اسی قسم کے تمام تصورات حقیقی آزادی کے دشمن ہیں۔“ دوسری جگہ لکھتا ہے۔

CRITIQUE OF THE PHILOSOPHY OF LAW OF HEGEL

(4)۔ ”سرمایہ داروں نے جو ظلم وتشدد برپا کر رکھا ہے۔اسکا واحد علاج یہ ہے کہ دنیا سے جماعتی تفریق کو مٹا دیا جائے۔عمرانی زندگی کے مصائب وآلام صرف جماعتی امتیازات کی بنا پر ہیں۔اور اس کا ازالہ مزدوروں کی جماعت کا برسراقتدار آکر عالمگیر یکسانیت ومساوات پیدا کرنا ہے۔اس تحریک کا مقصد یہ ہے کہ دنیا سے ذاتی ملکیت اور شخصی اور انفرادی حقوق کے خیال کو فنا کر دیا جائے۔اور اس طرح جب مزدوروں کی جماعت کو تسلط حاصل ہو جائے تو تدریجاً سرمایہ داروں کے تمام املاک وخزائن پر قبضہ کر لیا جائے۔ یہ مقاصد صرف اس طرح حاصل ہو سکتے ہیں کہ موجودہ نظام معاشرت کو مسلح قوت کے ذریعے تباہ وبرباد کر دیا جائے۔“ لینن نے لکھا ہے کہ:۔

(5)۔ ”سرمایہ دارانہ نظام حکومت کی جگہ اشتراکی حکومت کا برسراقتدار آجانا تشدد آمیز انقلاب کے بغیر ناممکن ہے۔“

(6)۔ ”انقلاب ایک ایسا عمل ہے جس کی رو سے آبادی کا ایک حصہ دوسرے حصے پر اپنا اختیار اور تسلط، قوت وقہر ونوک شمشیر، گولیوں کی بوچھاڑ اور آتشیں گولوں

کے دھماکوں سے زبردستی کراتا ہے۔‘‘اس نظام کا سربراہ کیسا ہوگا؟ یہ بھی سنتے چلیں:۔

(7)۔ ڈکٹیٹر ایسا مختار کل انسان ہوتا ہے جو ہر قسم کی قوتوں کا مجسمہ اور مرکز ہو ایسا مطلق العنان شخص جو کسی قانون اور قاعدہ کا پابند نہ ہو۔قانون کے ماتحت رہ کر حکومت چلانے کے قائل لوگ غور سے سن لیں کہ ڈکٹیٹری نظام کے معنی ہیں غیر محدود قوت قاہرہ جو جبر و ستم پر منحصر ہو اور جو قوانین و دستور اور آئین و شریعت سے بے نیاز ہو۔

آخری بات یہ کہ سربراہان کمیونزم و سوشلزم اپنی کمیونسٹ جماعت سے بھی بددیانتی اور فریب جائز سمجھتے ہیں۔

(8)۔ ’’اشتراکی اخلاق کی رُو سے یہ فریضہ سب سے اہم ہے کہ اسے تسلیم کیا جائے کہ عندالضرورت بددیانتی اور بے ایمانی سے کام لیا جا سکتا ہے۔یہ سب سے بڑی قربانی تھی۔جس کا ہم سے انقلاب نے مطالبہ کیا تھا۔‘‘انا للہ وانا الیہ راجعون۔

38۔ کمیونزم اور سوشلزم حکومت پر قبضہ کئے بغیر قائم ہی نہیں ہو سکتے، ان دونوں ازموں میں قاعدہ قانون اور دستور بے معنی ہیں

ان بیانات میں خدا اور مذہب کا انکار واضح ہو گیا۔ مذہب اور خدا کے نام اور تصور تک کو مٹا دینا لازم قرار دیا گیا ۔ مزدوروں اور سرمایہ داروں میں نفرت اور اشتعال پھیلا کر نظام حکومت پر مسلح قوت کے ساتھ قبضہ کر لینا ضروری کہا گیا۔ لوگوں کی املاک چھین لینا اور ظلم و جبر و ستم کی تمام صورتیں جائز ہو گئیں۔بددیانتی لازم قرار پائی۔قوانین،قواعد وضوابط اور شریعت وغیرہ بالکل بالائے طاق رکھ دیئے گئے۔ یہی ہم نے عرض کیا تھا کہ سوشل ازم ہو یا کمیونزم ہو یہ دونوں ایسے نظام ہیں جن پر انسان فرداً فرداً عمل کر ہی نہیں سکتا۔اُن میں مسلح بغاوت لازم ہے۔لاکھوں انسانوں کا خون بہائے بغیر اور حکومت پر قبضہ کئے بغیر یہ دونو ازم قائم نہیں ہوتے۔چنانچہ روس

میں کمیونزم کو نافذ کرنے کے لئے سابقہ حکومت کو تباہ و برباد کرنا پڑا تھا۔ حاکم خاندان کے افراد کے ساتھ جو سلوک ہوا تھا وہ تو ایسا ہولناک ہے کہ ہم اس کا تذکرہ کرنا بھی پسند نہیں کرتے ۔ یوں سمجھ لیں کہ اُنیس (1900000) لاکھ انسان موت کے منہ میں جھونکے گئے ، بیس یا بائیس لاکھ آدمیوں کو سنگین قسم کی سزائیں دی گئیں ، ساٹھ ستر لاکھ افراد کو ملک چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ اس کے بعد چند سال کے اندر ہی اندر روس کا جو حال ہوا وہ چین سے دریافت کرلیں۔ چنانچہ وہاں کمیونزم نے دم توڑ دیا ہے اور آج کل اہل چین اُس کی لاش کو اپنے یہاں دوبارہ زندہ کرنے میں بڑی تندہی سے مصروف ہیں۔ ہمارے پاکستان کے ایک عالم نے درخواست کی ہے کہ اُنہیں اُس لاش کو دیکھنے کی اجازت دے دی جائے تاکہ وہ پھر اس کارِ خیر میں حصہ لینے کے لئے اپنے نسخہ جات استعمال کرسکیں ۔ اُدھر ایک پاکستانی علامہ نے عرصہ ہوا کہ اُس لاش کے قصائد لکھنا شروع کردیئے ہیں اور دن رات دعائیں مانگ رہے ہیں کہ جناب ماؤزے تنگ صاحب اُن کا خودساختہ اسلام اختیار کرکے اُن سے ایک ایسی دوربین لے لیں جس کے ذریعہ سے وہ زیادہ کامیاب ہوسکیں گے۔ ہم دونوں حضرات کے لئے دعائے خیر کرتے اور آمین کہتے ہیں۔

39۔ کمیونزم کی ضرورت اور مذہب کا انکار اگر ظلم واستبداد سے بچنے کے لئے ہے؟ تو آپ کو مایوس ہونا ہوگا

ہم نہایت واضح الفاظ میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس مذہب میں ظلم وستم ، جبر وتشدد، قہر واستیلا جائز ہو، جس میں بنی نوع انسان کے ساتھ وہ سلوک روا رکھا جانا جائز ہو جس کی وجہ سے مذہب کا انکار کیا گیا ہے وہ مذہب ہمارے نزدیک بھی قابل فنا ہے۔ ایسے مذہب کا خدا سے کوئی تعلق نہیں ہوسکتا ہم بھی ایسے مذہب سے

بیزار ہیں۔اس قسم کے مذاہب میں ابلیسی دست برد کو دخل ہے یعنی وہ ابلیس کا مذہب ہے۔لہٰذا اُس مذہب کے بنانے والے کا انکار خدا کا انکار نہیں بلکہ ابلیس کا انکار ہے جو ہر عقلمند پر لازم ہے۔اوراسی بنا پر ہم کمیونزم کا انکار کرتے ہیں کہ اس نظام میں بنی نوع انسان پر ظلم وتعدی کی ہر قسم اور ہر مقدار جائز قرار دی گئی ہے۔ یہ بددیانت اورظالم وجابر وقاہر سربراہ چاہتا ہے۔اگر کمیونسٹ بنی نوع انسان کی ہمدردی میں مذہب کا انکاراس لئے کرتے ہیں کہ اس میں ظلم وجبر کیا جاتا ہے تو ہمیں اُن ہی کے اصول سے کمیونزم کا انکار کرنا لازم ہے کہ وہ ہمدردی کی آڑ میں اُسی ظلم وستم اورجبر وتشدد کو جائز کر لیتے ہیں۔چنانچہ کمیونزم بھی اُسی طرح ایک لعنت ہے جس طرح ابلیس کے نمائندوں کا پیش کردہ مذہب ایک لعنت ہے اوراُن دونوں سے بنی نوع انسان کو آزاد کرانا ہراُس شخص پرواجب ولازم ہے جووالد یا بیٹا ہو۔جوظلم وستم سے متنفر ہو جوظالم وغاصب کوحقارت کی نظر سے دیکھتا ہواوراُنہیں دنیا سے فنا کر دینا چاہتا ہو۔

40۔ کمیونسٹ اورسوشلسٹ ایک بات دل میں چھپائے رہتے ہیں جسے ظاہر کرنا ہمارا حصہ تھا

آپ نے عنوان نمبر 37 میں دیکھا تھا کہ سربراہان اشتراکیت نے نہایت بےتکلفی کیساتھ اپنے ظلم وتشدد کا اعلان کیا ہے اورمحسوس تک نہیں کیا کہ وہ کیسی بےرحمی اورقساوت قلبی کو دھڑلے سے نشر کر رہے ہیں۔وہ بددیانتی اوربےایمانی ایسی رذیل چیزوں کو اپنا فریضہ قرار دیتے ہوئے بھی نہ شرمائے۔مگرایک بات ہے جس سے وہ سب شرماتے ہیں حتّٰی کہ ہمارے وہ مسلم ومسٹر ومُلّا بھی اُس بات کو زبان پر نہیں لاتے جو بظاہر سارے دن کمیونزم میں کیڑے ڈالتے اورنکالتے رہتے ہیں۔کیونکہ دل کی گہرائیوں میں وہ بھی سوشل ازم وکمیونزم کواسلام کے لیبل کیساتھ پیش کرنے کے قائل

ہیں ۔لہٰذاوہ کمیونزم کے عیوب گنوانے میں اُس بات کا بالکل تذکرہ نہیں کرتے۔وہ بات کیا ہے؟نظام اشتراکیت (سوشلزم وکمیونزم) کی تیسری بنیاد یااُن کے نزدیک بنی نوع انسان کی ترقی کی تیسری رکاوٹ یعنی کسی خاص عورت کا شوہر بن کر رہنا۔نظام اشتراکیت چاہتا ہے کہ؛ **مذہب، ذاتی ملکیت اورشادی** کا کلیتًا خاتمہ کردیا جائے ۔تمام جائیداداوراملاک کیساتھ ساتھ عورتوں کو بھی مشترک رکھنا صحیح کمیونزم ہے۔ان ازموں میں مکمل کامیابی جب ہی ہوسکتی ہے جب کہ مذہب ختم ہوجائے ،املاک مشترک ہوجائیں اورکوئی شخص کسی بچے کا والد نہ ہو بلکہ ہر شخص ہر بچے کا والد ہو۔تمام بچے مخلوط ہوں کہ فطری محبت کسی خاص رخ کواختیار ہی نہ کرسکے۔ہرمرد ہرعورت بلکہ تمام عورتوں کا شوہر ہواور ہرعورت ہرمرد بلکہ تمام مردوں کی زوجہ ہو۔ہر بچہ پورے ملک کا بچہ ہو والدکو پتہ ہی نہ لگنے پائے کہ اس سے پیداہونے والا بچہ کہاں پیداہوااوراب کہاں ہے؟اسکے برعکس اگروالد یہ جانتا ہوکہ وہ فلاں بچے کا باپ ہے توہر جاننے والا باپ فطری طور پراپنے جگر گوشے ،اپنے دلبند اوراپنے پیارے بچے سے مخصوص سلوک کا متمنی رہے گا اوراس قسم کا جذبہ آتے ہی نظام اشتراکیت تباہ ہوجائے گا۔ہماری زبان میں یہ دونوں ازم دراصل والدازم کودنیاسے رخصت کرنے کیلئے قائم کئے جارہے ہیں اوراسلام کے معاشی نظام کانام والدازم رکھنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ آج کے مفکرین کو یاددلایاجائے کہ والد یا بیٹے ہوکرخودکوتباہ نہ کریں۔

41۔ کمیونزم اورسوشلزم کی تیسری بنیادکونہایت تدبراورسادگی سے عام کیاجارہاہے۔سخن ہائے ناگفتنی

کمیونزم پرسب سے پرانی تحریراورریکارڈ افلاطون کی کتاب میں موجود ہے جو املاک وجائیداد وغیرہ کے ساتھ ساتھ اولاد اورعورتوں کو بھی مشترکہ رکھنے پر

زور دیتا ہے مگر عورتوں اور بچوں کے اشتراک کو صرف اوپر کے دو طبقوں یعنی نگران حکومت (مفکرین) اور محافظین حکومت (اہل شمشیر) تک محدود رکھتا ہے۔ نچلے طبقوں میں اس اشتراک کو مفید خیال نہیں کرتا۔ اُس وقت سے اب تک صرف ایک ارسطو اُس سے متفق نہیں ہے ورنہ کمیونزم کے موئدین اس کو لازم قرار دیتے ہیں۔ مگر اس کو کھل کر بیان کرنے میں ذرا سا تکلف کرتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ غریب عوام اس سے بھڑک اُٹھیں گے۔ لہٰذا وہ مسلم علامہ جو کمیونزم کو کامیاب بنانے کی فکر میں ہیں اُنہوں نے عورتوں اور بچوں کے اشتراک تک پہنچانے کے لئے تدریجی راستہ اختیار کیا ہے۔ اُنہیں یقین ہے کہ اُن کے غریب مسلمان بھائی اس خبیث اشتراک کو قبول نہ کریں گے۔ مگر اُنہوں نے جو دوسرے انتظام کر رکھے ہیں وہ قوم کو ایک دن غیر محسوس طور پر سوشل یا روشن خیال بنا کر چھوڑیں گے اور ایک دن یہ خواہ مخواہ غیریت وحمیت دور ہو جائے گی۔ یہ مخلوط تعلیم، یہ فنون لطیفہ، یہ اسلامی ثقافت، یہ کلب اور روشن خیالی پیدا کرنے والے مختلف ادارے، یہ محافل رقص وسرود، یہ مشاعرے، یہ ریڈیو سنگر اور سٹاریں۔ یہ سینما یہ ہماری تعلیم یافتہ خواتین کا مردوں کے دوش بدوش قوم کی ترقی میں ہاتھ بٹانا، یہ قرآنی انقلاب اور نظام ربوبیت کی تقاریر میں مردوں اور عورتوں کا والہانہ اور بے نقاب شانہ بشانہ بیٹھنا۔ دل وجان سے قرآن کا سننا اور آپس کی دوئی اور غیریت کو مساوات پر صدقہ کر دینا۔ یہ اونچی قسم کے لوگوں کے یہاں بوائے فرینڈز، دیہاتی بیوی کی جگہ ایک اور سوشل گرل سے محض اس لئے شادی کرنا کہ سوشل محافل اور حلقہ احباب میں سلیقہ مند بیگم صحیح پارٹ ادا کر سکے۔ یہ مختلف عہدوں پر فائز ہو کر عملی درس دینا آخر ایک دن قومی جہالت وتعصب کو دور کر کے مردوں عورتوں کو نظام اشتراکیت کے لئے تیار کر دے گا۔ واضح رہے کہ ہمارے مفکرینِ قرآن کی نظر

ہماری قوم ومذہب کے پس ماندہ افراد کی اصلاح پر جمی ہوئی ہے۔ ہمارے لیڈر ہروقت اسی فکر میں مبتلا ہیں کہ قوم وملت پر چھائے ہوئے جہالت کے بادل ہٹادیئے جائیں اوروہ پردہ جوروشن خیالی اورآزادی کی راہ میں حارج ہو، اُسے رفتہ رفتہ پھاڑ ڈالنے کا انتظام کیاجارہا ہے۔غورفرمایئے کہ انسانی اعضاء تمام معلوم ہیں اورخصوصاً گوشت خوراقوام ہرعضوپر مطلع ہیں۔جب یہ معلوم ہے کہ انسانوں کے تمام اعضاءایک دوسرے سے مشابہ ہیں، تعداد میں بھی برابر ہیں پھران کو چھپانے کی ضرورت کیاہے؟ مجمع عام میں نہ سہی مگر بے تکلف احباب میں کون سی عقلی دلیل سے ممانعت ہے۔دیکھنے سے نہ کوئی چیزکم ہوجاتی ہے نہ چھپانے سے تعداد میں اضافہ ہوسکتاہے۔چنانچہ رائل ایرفورس کے زمانہ میں ہمارے غسل خانوں اور پاخانوں میں دروازے لگانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی تھی۔دوست احباب مل کرنہاتے تھے،ایک دوسرے کوتناسب اوراعضاءاورخوبصورتی پرداددی جاتی تھی۔ جب تک پہلاشخص فارغ نہ ہوجائے سامنے کھڑے ہوکر اِدھراُدھرکی باتیں کرتے تھے۔بیرکوں میں ایک دوسرے کو بلانے یاٹائم دریافت کرنے کے لئے بلاتکلف اور بلاجھجک سب کے درمیان سے گذرتے چلے جاتے تھے۔کئی کئی سوآدمی دورویہ کھڑے کرکے ڈاکٹری معائنہ کیاجاتاتھا۔جب ائیرفورس ہندوستانی بن گئی تویہ باتیں ذرامعیوب سی ہونے لگیں،مردبھی پردہ کرتے نظرآنے لگے۔اورجب پاکستان بن گیاتوچاروں طرف سے لاحول ولاقوۃ کی صدائیں آنے لگیں۔وہی لوگ جوبلدیوسنگھ کے ڈیفنس منسٹربننے پرانبالہ میں حلال گوشت میں جھٹکے کا گوشت ملاکرکھانے کوتیارتھے آج کل تازہ لیڈربنے ہوئے نظرآرہے ہیں۔وہاں مساوات اورفراخ دلی کا ثبوت دینے کے لئے اسلام کا جھٹکا کردیاتھاتویہاں خودمساوات کا جھٹکا کئے دے رہے ہیں۔یادرہے کہ

سوشل لائف میں سب سے بڑی اور نا قابل معافی تنگ دلی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی اہلیہ سے اس کے دوستوں کو نہ ملنے دے۔ یہ ایک خداداد نعمت ہے بالکل اسی طرح جس طرح زمین، ہوا، روشنی، پانی وغیرہ نعمتیں ہیں۔ آخران نعمتوں پر کوئی ایک فرد قابض ہوکر کیوں بیٹھ جائے۔ انفرادی ملکیت کولعنت قرار دینے والے اس نعمت کو بھی عام رکھنا چاہتے ہیں۔ تمام دن غریبوں کی غربت پر ہمارے مفکرین آنسو بہاتے ہیں۔ بارہ انڈوں کا ناشتہ کرکے جو کتاب لکھنے بیٹھتے ہیں تو مرغ مسلم کی اذان تک کافی کی چند پیالیوں پر بھوکے بیٹھے رہتے ہیں۔ اور سلیم کی غربت وفلاکت پر اپنا دردِدل اورعلاج پیش کرتے ہیں۔ بادلِ ناخواستہ چند شیر مال حلق سے اُتارتے ہیں اور پھر طاہرہ کے مصائب پر آنسو بہاتے ہیں۔ وہ گھومنے والی کرسی، بیش بہا فرنیچر، یہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن وبال جان ہوکر رہ گیا ہے۔ عیاشی کا ہر سامان موجود ہوتے ہوئے اُنہیں عطر میں بسی ہوئی مسہری پر نیند نہیں آتی۔ رہ رہ کر غریب مسلمانوں کا خیال ستاتا ہے۔ روزمرہ فکر میں وزن بڑھتا جا رہا ہے۔ مزدوروں اور محنت کشوں کی تکالیف موٹاپے کی بیماری بن کر لپٹ گئی ہے۔ خوراک اس قدر کم ہوگئی ہے کہ اس کو پورا کرنے کیلئے بیس روپیہ فی وقت بھی کافی نہیں ہیں۔ یہ ہیں وہ حضرات جو غربت دور کرنے کیلئے ریس (RACE) لگاتے ہیں اور ہمیشہ بازی جیتنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ معاشیات کوترقی دینے کے لئے اپنا نام ونشان تک مٹ جانے کی پرواہ نہیں کرتے۔ مگر افسوس کہ آج تک نہ حکومت نے ان کی قدر کی نہ پبلک ہی نے ان کی بات مانی۔ یعنی ان لیڈروں کو محض کتابوں کا سوداگر بنا کر چھوڑ دیا۔ اسی لئے اب وہ چین میں تلاش قدردان کررہے ہیں۔ سالک چینی کی خوشامد ہورہی ہے جنت کے لئے بستر بندھا رکھا ہے۔

42۔ عربوں میں اشتراک کی تیسری صورت موجود تھی

ہم نے کتاب مواخذہ میں واضح آیات سے دکھایا ہے کہ مندرجہ بالا اشتراک عربوں میں موجود تھا۔ شراب وشعر، ساقی ومینا، رقص وسرود نیز عورتوں کا اشتراک عمل اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ وہاں عمدہ نسل پیدا کرنے کے لئے کراس بریڈنگ (CROSS BREEDING) کا قانون معلوم اور معمول تھا۔ جسکے نتیجہ میں نابغہ (GENIUS) پیدا کیا جاتا تھا۔ سوشل خاندانوں میں بہترین میچ (MATCH) یا ہمسر کی راہنمائی کیلئے بلند جھنڈے لگے رہتے تھے۔ کبھی کبھی تیس چالیس سال کی عمر ہو جانے کے بعد یہ معلوم ہوتا تھا کہ فلاں شخص فلاں کا باپ ہے۔ وہاں کی سوشل زندگی میں ماں، بہن، پھوپھی کی کوئی شرط نہ تھی۔ وہاں شادی یا نکاح کو ایک مستقل بکھیڑا سمجھا جاتا تھا۔ داماد بننا یا کسی بیٹی کا باپ کہلانا نہایت معیوب تھا۔ جب تبلیغ اسلام شروع ہوئی تو ان کو بتانا پڑا کہ یَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَھُمۡ (24/30 نور) وہ اپنی............کی حفاظت کریں۔ یہی بات اس سوشل معاشرہ سے نکلنے والی عورتوں کو بھی کہنا پڑی تھی کہ یَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَھُنَّ (24/31 نور) ان کو یہ بھی بتانا پڑا تھا کہ جن اوقات میں تم فطری ضرورت کے ماتحت برہنہ رہتے ہو اُن اوقات میں نابالغ بچے بھی تمہارے پاس نہ آنے پائیں۔ چہ جائیکہ جوان مرد اور عورتیں (24/58 نور)۔ یہ وہی صورت حال ہے جو انگریزوں کی ائرفورس میں تھی۔ برہنگی کوئی قابل شرم بات نہ تھی۔ اُن کو یہ بھی بتایا گیا کہ ذمہ دارانہ زندگی بسر کرنے کے لئے تمام غیر شادی شدہ لوگوں کی شادی کر دینا چاہئے (24/32 نور)۔ اُن سے کہا گیا کہ تم اپنی نوجوان لڑکیوں کو بغاوت پر مجبور نہ کرو (24/33 نور) خصوصاً جب کہ وہ مستقلاً کسی کی پابند زوجہ بن کر رہنا چاہیں۔ اور اس ممانعت کے بعد بھی اُن کے ساتھ تم

نے زبردستی کی تو وہ گناہ گار نہ ہوں گی (24/33 نور)۔ انہیں دوسروں کے گھروں میں بلا اجازت چلے جانے کے رواج سے روکا گیا (24/27 نور) اور یہ بھی بتانا پڑا کہ ممکن ہے کہ اہل خانہ اس وقت تمہارا داخلہ پسند نہ کریں۔ لہٰذا اگر وہ کہیں کہ واپس جاؤ تو واپس چلے آیا کرو (24/28 نور)۔ قران کریم کا مطالعہ کرنے والے احباب جانتے ہیں کہ عربوں کو کیسے کیسے شرمناک افعال اور رسوم ورواج سے روکا گیا۔ یہاں کا سوشل معاشرہ حج کے وسیع میدان میں لاکھوں کی تعداد میں مردوزن برہنہ پھرا کرتے تھے اور اس کو سب سے بڑی عبادت سمجھتے تھے۔ آج بھی شدت لطف کے وقت وہ لوگ الحمداللہ کہہ کر داد دیتے ہیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ۔

43۔ <u>کمیونزم اور اسلامی نظام معیشت کا تقابل</u>

سابقہ عنوانات میں آپ نے مسٹر لینن ، مارکس اور افلاطون وغیرہ کے بیانات دیکھے اور یہ معلوم کیا کہ خواہ سوشلزم ہو یا کمیونزم ہو یہ بلا مسلح بغاوت اور کسی حکومت پر قبضہ کئے بغیر کام کے نظام نہیں ہیں ۔ ان کے قیام کے لئے لاکھوں کروڑوں انسانوں کی جان و مال کا تباہ و برباد کرنا ضروری ہے ۔ ان میں رحم وکرم غور وفکر آزادی ضمیر کی گنجائش تک نہیں ہے۔ یہاں کوئی ضابطہ کوئی قاعدہ کوئی قانون ملحوظ رکھنا ہی حماقت ہے۔ یہاں بددیانتی دیانت اور بے ایمانی ایمان ہے۔ اس نظام کے سربراہوں یا دیگر اراکین پر اعتماد کرنے کیلئے کوئی ضمانت نہیں ہے اور یہ تمام چیزیں مخالفین کے قلم سے نہیں بلکہ بانیان کمیونزم وسوشلزم کے قلم سے لکھی ہوئی موجود ہیں۔ یہ یاد رہے کہ <u>اسلام کسی کو مسلمان کرنے کے لئے بھی جبر کی اجازت نہیں دیتا</u> (2/256 بقرہ) <u>جس کا دل چاہے ایمان لائے دل نہ چاہے تو کافر رہا کرے</u> (18/29 کہف)۔ مگر اس کے برعکس کمیونزم اختیار کرنے سے پہلے جبر کے ساتھ

لا مذہب بنایا جاتا ہے یعنی کافر بنانے کیلئے جبر جائز ہے۔ کس قدر اُلٹی اور نا معقول ہے یہ بات؟ ہم نے عرض کیا تھا (پیرا نمبر 28 کا 3) کہ اسلام کے معاشی نظام میں حق تلفیاں، ظلم و زیادتیوں، دل دکھانا کسی حیثیت سے جائز نہیں ہے۔ دشمنوں کے ساتھ بھی اسکی اجازت نہیں ہے (5/2 مائدہ)۔ **اچھائیوں میں ذمہ داریوں کو انجام دینے میں دشمنوں کے ساتھ بھی تعاون کیا جائے گا اور برائیوں اور غیر ذمہ دارانہ اقدامات میں خود مسلمانوں یا دوستوں کیساتھ بھی تعاون نہیں کیا جاسکتا (5/2 مائدہ) اس نظام معیشت میں ہر شخص داخل ہوسکتا ہے۔** مذہب و لا مذہبیت اس میں داخلہ سے نہیں روکتے۔ البتہ بنی نوع انساں کی فلاح و بہبود کو نظر انداز کر دینے کی اجازت کسی حال میں اور کسی کو نہیں دی جاسکتی۔ یہاں ہر وہ شخص سربراہ نظام ہوسکتا ہے جو پوری بنی نوع انسان کو اپنے اوپر ترجیح دے یعنی انکے ساتھ سو فیصد وہ سلوک کرے جو اولاد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یعنی ہر والد اس نظام کا سربراہ ہے بس شرط یہی ہے کہ وہ ساری نوع انسان کے ساتھ ہر حال میں اپنے بچوں ایسا سلوک کرنے کے خلاف کوئی اقدام نہ کرسکتا ہو۔ جو کچھ وہ کرے یا جو بھی اس سے سرزد ہو بنی نوع آدم کے لئے مفید ہی مفید ہوں۔ اس میں مضرت کا کوئی شائبہ تک نہ نکل سکے۔

44۔ والدازم یا اسلامی نظام معیشت کا قائم کرنا ہمیشہ بہت آسان رہا ہے۔ غلط مذہب کو مٹانا ضروری ہے

بار بار عرض کیا گیا اور آخری دفعہ کہا جاتا ہے کہ والدازم ہر کنبے میں خود بخود جاری ہے۔ اس کو وسعت دے کر ساری دنیا میں پھیلایا جاسکتا ہے اس میں کسی گورنمنٹ سے استمداد کی ضرورت نہیں ہے۔ آج دنیا میں ایسی حکومتیں ہیں جو پرامن اور خیر طلب لوگوں کی خود بخود مدد کرتی ہیں۔ وہ حکومتیں اور وہ ذہنیت مٹ چکی

ہے جو پرامن اور خیر اندیش لوگوں کو قید و بند میں رکھ کر پبلک کو ان سے دور رکھنے میں اپنی خیریت سمجھتی تھیں۔ وہ وہ لوگ تھے جو سینہ بہ سینہ ابلیس کی وصیت کے مطابق اسلام کے خلاف منصوبہ چلا رہے تھے وہ اسلامی لباس میں تھے۔ اُن کی قوت اور شیرازہ منتشر ہو چکا ہے۔ آج کل کافروں کے یہاں بھی ان سے بہتر طرز حکومت ہے۔ تمام قومیں بڑی تیزی کے ساتھ تعلیمات الٰہیہ کی طرف آ رہی ہیں اور ان لوگوں کا گھڑا ہوا مذہب دم توڑ رہا ہے۔ گو چند جدید منافق اس کی دوا دارو میں لگے ہوئے ہیں۔ مگر یہ روگ ان کے بس کا نہیں ہے۔ زمانہ کی رواروی میں وہ بھی اس بیمار کے ساتھ کچل کر رہ جائیں گے اور ان کے ماڈرن نعرے دردناک چیخ میں تبدیل ہو کر فنا ہو جائیں گے۔ لہٰذا آج ہر حکومت آپ کی مددگار ہے خود حکومتیں بنی نوع آدم کی فلاح و بہبود پر متوجہ ہیں۔ ان کی راہ میں بھی چند قدیم رکاوٹیں حائل ہیں اور ان رکاوٹوں کو تازہ کرنے والے چند منافق سیاسئین بھی موجود رہتے چلے جاتے ہیں۔ جن حکومتوں نے ایسے لوگوں کو کچل ڈالنے کا تہیہ کر لیا وہ بڑی تیزی سے ترقی کر رہی ہیں۔ وہاں فرقہ وارانہ فسادات اور سیاسی اُلجھنیں ختم ہو رہی ہیں۔ جو بھی نرمی برت رہی ہیں وہ پریشانیوں سے دوچار ہیں۔ لیکن ایک دن ان کو بھی اپنا رویہ سخت کرنا پڑے گا۔ وہ وقت آ چکا ہے جب ملک دشمنی کی روک تھام کے لئے حکومتوں کو از سر نو دار و رسن سنبھالنا اور دو چار شیاطین کو روزانہ سر بازار لٹکانا پڑے گا۔ اس کے بغیر چارہ کار رہے ہی نہیں۔ یہ اللہ کا قائم کیا ہوا فطری راستہ ہے اس پر چلنا ہی پڑتا ہے۔ ڈاکٹر مریضوں سے مشورہ لے کر علاج کرے تو یقین کیجئے کہ مریض ہی نہیں بلکہ مریضوں کے ساتھ وہ ڈاکٹر بھی تباہ ہو کر رہے گا۔ ماہرین اگر مشورہ لیتے ہیں تو صرف ماہرین سے نہ کہ عوام الناس اور جہلا سے۔ جو لوگ عقلی تفاوت کو مدنظر رکھ کر رائے لیتے ہیں اور رائے میں سے غرض

مندی، خودغرضی، احتیاج وغیرہ کی تخصیص کر کے اس پر عمل کرتے ہیں کبھی ناکام نہیں ہوتے۔ والداپنے بچوں کی مسرت، خوشحالی، ترقی وغیرہ کو ہر حال میں ترجیح دیتا ہے۔ لیکن وہ ان سے مشورہ کا پابند نہیں رہ سکتا۔ اس لئے کہ اُن کی عقول محدود اُن کا تجربہ ناقص اور اُن کے حالات مختلف ہیں۔ حکومت بھی وہی کامیاب رہ سکتی ہے جو ایک والد کی صحیح پوزیشن اختیار کرے۔ اور مندرجہ بالا مقاصد اور طریقہ کے مطابق کام کرنے پر اصرار کرے ورنہ روزانہ نئے نئے جمہورے اور بازیگر اپنا کرتب دکھا دکھا کر رعایا کو منحرف کرتے رہیں گے۔

45۔ آج کے مذاہب کی صحیح تصویر، انبیاءؑ کا مذہب اور ابلیس کی عقل، انہی مذاہب کا کمیونزم نے انکار کیا ہے

آج تمام دنیا میں اہل مذہب کا ہر اصلاحی منصوبہ ناکام ہو رہا ہے۔ آپ کسی مذہب کے دینی اخبار پڑھئے آپ کو ان کے قلم سے اُن کی ناکامیوں کا اور اُن کی نیکیوں کی تباہی کا یقین آجائے گا۔ اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ مذہب کی تعلیمات ناکام وناکارہ ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اہل مذاہب اپنے مذہب کی اُن حقیقتوں کو پیش ہی نہیں کرتے جن کی وجہ سے کامیابی یقینی تھی۔ آپ سوچ رہے ہیں کہ ایسا کوئی پاگل بھی نہ کرے گا۔ ہم متفق ہیں واقعی پاگل ایسا نہ کرے گا۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ عقل مند ایسا ہی کرتے ہیں۔ یاد رکھئے اور کبھی نہ بھولئے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد اُمتوں میں جو چالاک وچابکدست لوگ ہوتے تھے وہ دین کا رُخ اپنی طرف موڑنے کیلئے اپنی عقل وبصیرت کو دین کے ہر مسئلہ پر حکم بنا دیتے تھے اور اس طرح دین کو ایسے سانچے میں ڈھال لیتے تھے جس سے صرف اُن کو فائدہ پہنچے۔ لہٰذا مذاہب کے منصوبے کامیاب ہوں یا ناکام رہیں اُن کو برابر فائدہ ہی فائدہ ہوتا چلا آتا ہے۔ یہ فائدہ کبھی

روپیہ کی صورت میں، کبھی حکومت کی شکل میں اور کبھی اقتدار کی کرسی کے عنوان سے ملتا رہتا ہے ۔ چودھراہٹ ،سربراہی اور نمبرداری بہرحال اُن ہی کے قبضہ میں رہتی ہے ۔ دینی منصوبے ناکام ہوں تو یہ سیدھے سادے اُمتیوں کو بدعملی ، بدچلنی اور بدنظمی کا الزام لگالگا کر شرمندہ کرتے اور اُن سے ڈبل چندہ لیتے ہیں۔ کہیں کامیابی ہوگئی تو پھر ایک جھٹکے میں بلڈنگ ،موٹر اور ٹرانسپورٹ کمپنی بنالینے کا کمال کرتے ہیں ۔ ان کے تمام اقدامات خالص عقل کے ماتحت رہتے ہیں۔ وہ خدا کی نازل کردہ کتاب کے ہر حکم میں اپنی عقل سے اصلاح ،ترمیم و تنسیخ کرنے میں کمال رکھتے ہیں۔ وہ اپنے رسولؑ کی بات بھی جب ہی مانتے ہیں جب کہ وہ بات اُن کی عقل قبول کرلے۔ ورنہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ بات نبیؐ نے نبوت کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک آدمی کی حیثیت سے کہی تھی جس پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے ۔ان کے یہاں نبیؐ ہر وقت نبوت کی حیثیت سے نہ بات کرتا ہے اور نہ ہر وقت نبیؐ ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ عقلمند حضرات اللہ کی نازل کردہ کتاب اور خود اپنے نبیؐ کی احادیث سے یہ ثابت کردیتے ہیں کہ ان کے نبی سے (معاذ اللہ) برابر غلطیاں ہوتی رہتی تھیں۔ اور یہ بھی کہ ان کے نبی نے خود کہا ہے کہ دنیاوی امور میں اُمت کے بہت سے افراد مجھ سے زیادہ عالم، کامل اور تجربہ کار اور عقلمند ہیں'' یہی لوگ ہیں جن کے خانہ ساز خدا، مذاہب اور انبیاء کا کمیونزم کے سربراہوں نے انکار کیا ہے اور ان ہی کی خدائی کو مٹانے کے لئے یہ کتابچہ لکھا جارہا ہے۔ مذاہب کو بگاڑنے والے یہ حضرات ہرگز ہرگز طریقہ انبیاؑء اختیار نہیں کرتے ۔اس لئے کہ اس طریق میں اُن کی خانہ ساز نبوت اور اُن کے گھڑے ہوئے مذاہب کی موت مضمر ہے اور چونکہ یہ انبیاءؑ کی اتباع نہیں کرتے اس لئے نتیجہ وہی نکلے گا جو اُن کی اپنی اسکیم اور عملدرآمد کے لئے مقرر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ نتیجہ نہ اسلامی

ہوسکتا ہے اور نہ تمام بنی نوع انسان کے لئے مفید ہوسکتا ہے۔

46۔ ہر منصوبہ حالات کو مدنظر رکھتا ہے۔

آنحضرتؐ نے تدریج و تمہیل پر عمل کیا۔ سابقہ نظام کو تباہ نہیں بلکہ اصلاح کی

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر نبیؑ ایسے حالات میں مبعوث ہوتا تھا کہ اُسے ایک نئی دنیا بنانا پڑتی تھی۔ وہ اس بگاڑی ہوئی دنیا کو ایک دم مسمار نہ کرتا تھا۔ وہ اس وقت کے انسانوں کے حالات کی پوری پوری رعایت مدنظر رکھتا تھا اور جیسا کہ قرآن کا ازلی اصول (پیرا نمبر 9، آیت۔39/18 زمر) ہے۔ رفتہ رفتہ حالات کو بدلتا اور تازہ حالات پیدا کرتا چلا جاتا تھا۔ تعلیماتِ الٰہیہ کو اس حسن سے نافذ کرتا تھا کہ کسی شخص کو نقصان نہ پہنچتا تھا۔ نقصان صرف اُن کو ہوتا تھا جو دوسرے انسانوں کے نقصان کا منصوبہ چلانے والے ہوتے تھے۔ لہٰذا حقیقی معنی میں نقصان اُن کو بھی نہ ہوتا تھا۔ مثلاً اگر لوٹ مار کا مال ڈاکو کو واپس دینا پڑے تو یہ ڈاکو کا نقصان نہیں ہے۔ یہ مال تو اُس کا تھا ہی نہیں پھر انبیاء علیہم السلام تو ڈاکوؤں کے ساتھ بھی زبردستی نہ کرتے تھے۔ البتہ وہ ایسا انتظام کرتے تھے کہ بتدریج وہ وقت آجائے کہ ڈاکو ڈاکہ زنی بند کرنے اور پہلے سے لوٹا ہوا مال واپس کرنے ہی میں اپنی نجات سمجھے۔ وہ اپنے زمانہ اور سابقہ ادوار کی پوری تعلیماتِ الٰہیہ کے عالم ہوتے تھے (98/2-3 بینات)۔ مگر پوری تعلیم یا پوری کتاب کو نہ ایک دم نافذ کرتے تھے (17/106 بنی اسرائیل) نہ یک لخت انسانوں کے سامنے پیش کرتے تھے۔ وہ تمام حالات کا جائزہ لے کر قرآن کریم کے مذکورہ اصول (39/18 زمر) کے مطابق احسن اقدامات کرتے اور اسی سلسلہ کا حکم بالتفصیل بتاتے چلے جاتے تھے۔ چنانچہ شراب حرام تھی حرام ہے حرام رہے گی۔ ہر عقلمند انسان کے نزدیک اسے حرام ہونا چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

تشریف آوری سے بھی بہت پہلے تمام الہامی کتابوں میں حرام تھی اور حسن اتفاق سے آج تک بھی اس حکم میں ردو بدل نہیں کیا جا سکا۔ گو مذکورہ قسم کے لوگوں نے اسے حلال کرلیا ہے۔ ایسی پکی اور عقلاً حرام چیز کو بھی رسولؐ اللہ نے ایک دم حرام قرار نہیں دیا۔ اعلان نبوت کے بعد جب حالات نے موزوں صورت اختیار کرلی تو آپ نے آیت پڑھ کر سنادی (4/43 نساء)۔ اس میں بھی اسے حرام قرار نہ دیا۔ بلکہ یہ فرمایا گیا کہ جب تم حالت نشہ میں ہو تو نماز کے پاس نہ پھٹکو۔ یعنی مسجد میں بھی نہ آؤ حتّٰی کہ تم جو کچھ کہتے ہو اسے سمجھنے کے قابل ہو جاؤ بالکل اسی طرح جس طرح کہ حالت جنابت میں۔ جب غسل کرلو تو نماز پڑھ سکتے ہو (4/43 نساء) اور جب شراب کو قطعاً بند کیا تو اس وقت بھی اس کے لئے لفظ حرام استعمال نہ فرمایا۔ اس لئے کہ وہ تو پہلے ہی سے حرام تھی۔ چنانچہ جناب نے اس کو ناپاک اور عمل شیطان اور بنی نوع انسان کو تباہ کرنے کا شیطانی وسیلہ قرار دیا۔ اسی بنا پر شراب پینے والے کو حالت جنابت کی طرح ناپاک سمجھا گیا ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ سرکار دو عالمؐ نے زمانہ نبوت کا آدھے (1/2) سے زیادہ حصہ حالات کو موزوں بنانے پر صرف کیا۔ اور اس ازلی وابدی حکم کو نافذ کرنے میں عجلت سے کام نہ لیا۔ اسی طرح بہت سے احکام ہیں جن کو عملاً نافذ کرنے کے لئے تدریج اور تمہیل ومہلت کو ملحوظ رکھا۔ حالانکہ حضورؐ تو حضورؐ اُن کے والدین، پرورش کرنے والے اور خاندان کے دیگر افراد عملاً شراب کو حرام سمجھتے چلے آرہے تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ نماز ہر نبیؑ نے پڑھی اور شروع سے تمام اُمتوں پر واجب رہی ہے۔ یہ اعلان نبوت کے وقت بھی واجب تھی۔ لیکن مسلمانوں کو پہلے ہی دن نماز کا حکم نہیں دے دیا گیا تھا۔ عرصہ دراز تک لوگ مسلمان تھے، مومن تھے، جنتی تھے۔ حالانکہ ابھی نماز نہ پڑھی تھی نہ بتائی گئی تھی۔ نماز کے لئے بھی لوگوں کو

تیار کرنا ضروری تھا۔اس کے مبادیات پورے ہوجانے کا انتظار لازم تھا۔ابتدائی تعلیم تو یہ تھی کہ لاالٰہ الاالٰلّہ کہواور فلاح یافتہ ہونے کی سند لےلو۔اس میں محمدؐ رسول اللّٰہ بھی داخل نہ کیا کہ لوگ پہلے خاندانی اقتدار کا الزام لگا چکے تھے۔کیا اس کے یہ معنی تسلیم کیے جاسکتے ہیں کہ کلمہ کے باقی اجزاء ضروری نہیں ہیں؟ ہرگز نہیں بات وہی ہے کہ لوگوں کو باقی اجزاء کے سمجھنے اور مقصد سے متفق ہوجانے کا موقعہ دیا جانا ضروری ہے۔پھر حکم ملے یا نہ ملے کلمہ خود بخود نافذ ہوجائے گا۔کلمہ تو معجزہ ہے (ابراہیمؑ ،14/24) اسے نافذ ہونے سے کون روک سکتا ہے۔اسی اصول آزادی وخودمختاری کی بناپر ایک دم سے یہ حکم نہیں دے دیا گیا کہ تم سب اپنے اپنے اموال واملاک سے رسوؐل کے حق میں دستبردار ہوجاؤ اور تمام نقدی غلہ کپڑا اوردیگر سازوسامان تمام لاکر رسولؐ کے حوالے کردو۔اوراس کے بعد جس طرح رسوؐل اللہ تمہیں سامان معاش فراہم کریں اس پر قناعت کرو۔حالانکہ ہم سابقہ کتب سے اس کا نمونہ پہلے پیش کرچکے ہیں۔اگرایک دم پہلے ہی روز یہ حکم دے دیا ہوتا تو پہلی بات تو یہ ہوتی کہ اس حکم کی کوئی تعمیل نہ کرتا اوراقتدارِ بنی ہاشمؑ کا الزام لگانے والےعوامؑ کا رُخ موڑنے میں سوفیصد کامیاب ہوجاتے۔دوسری بات یہ کہ اگرکسی قوت قاہرہ سے اس حکم پر عمل کرالیا جاتا توابلیس اوراس کی عقل سے سوچنے والوں کا راستہ بند ہوگیا ہوتا۔اگرابلیس کاراستہ یوں جبروقہر سے روک دینا خداکومنظورہوتا تو نہ اسے پیدا کرتا نہ اس قدرمہلت اوراختیار وآزادی دی ہوتی۔اس کوآزادرکھنا منظور ہے تاکہ انسان اپنے اعمال کا ثواب یاعذاب پانے کا حق دارہوجائے۔مدمقابل حریف کے ہاتھ پاؤں باندھ کر مقابلہ بے معنی ہے۔اولادآدم علیہ السلام کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے حریف ،اپنے باپ اوراپنے اللہ کو چیلنج کرنے والے دشمن کو قطعی

طور پر آزاد ومختار رکھ کر اللہ کی منشا اور تعلیم کے مطابق مقابلہ کریں۔اسے موقعہ پر موقعہ دیں تاکہ وہ اپنے تمام اوزار جمع کر لے اور اپنی قوت اور اپنے مددگاروں کی بصیرت سے بھرپور حملہ کرے اور اب آپ کا پرخلوص دفاع اس کی اسکیم کو بے اثر کردے۔ تیسری بات یہ کہ تمام خرابیاں جو تمام قوم یا ملک یا پوری بنی نوع انسان کے اموال واملاک وغیرہ کو ایک دم طلب کر لینے سے پیدا ہونا ضروری تھیں۔ان سے محفوظ رہنے اور سنت اللہ کو برقرار رکھ کر مفید ترین نتیجہ نکالنے کے لئے دوسرا رخ بر سر کار لایا گیا۔ یعنی لوگوں کو ان کی املاک ومقبوضات وجائیدادوا موال کا مالک تسلیم کر کے مختار رکھا گیا۔ **حالانکہ حقیقتاً وہ کسی چیز کے حتّٰی کہ خود اپنے جسم وجان تک کے بھی مالک نہ تھے (33/6،احزاب)۔** اس سلسلے میں جو تدریجی احکام اور رعایات ملحوظ رہے۔ان ہی کو ابلیسی سیاسئین نے مذہب کا رنگ دے کر سادہ دل مسلمانوں کو خدا اور رسولؐ کے نام پر اسلام کے معاشی نظام سے دور رکھا۔اس پہلو پر مزید گفتگو آنے والی ہے۔

47۔آنحضرتؐ نے اپنے نظام معیشت کو کس حسن وسہولت سے نافذ کیا تھا

آنحضرتؐ نے اپنے نظام معیشت تک پہنچانے کے لئے ان چیزوں سے ابتدا کی جو تمام بنی نوع انسان میں مسلمہ تھیں۔ دنیا کا کوئی شخص کنجوس اور فضول خرچ کہلانا پسند نہیں کرتا۔ لہٰذا سرکارؐ نے دولت کے خرچ کرنے میں بخل اور اسراف کی مذمت کی (57/24حدید) اور قیامت تک کے لئے ان دونوں کو مذموم قرار دیا (40/28مومن)۔ کنجوسی دوسروں کی مدد کرنے سے روکتی ہے اور اسراف سے سرمایہ ضائع کرنے والا دوسروں کی مدد کے قابل نہیں رہتا۔ بلکہ خود مدد کا محتاج ہو جاتا ہے (17/29بنی اسرائیل)۔اس مذمت نے اسراف کی راہ سے آنے والی محتاجی کو روکا اور آئندہ محتاجوں کی مدد کا راستہ کھول دیا۔ پھر ان لوگوں کو سامنے رکھا جو سونا چاندی

اور دولت جمع کرنے میں مصروف تھے ۔ اُن کو بتایا گیا کہ اُن کے اموال میں ہر ضرورت مند کا حق ہے اور ہر محتاج کی پرورش ان کے ذمہ ہے (51/19 ذاریات) (70/24-25 معارج)۔ اگر ضرورت مندوں اور محتاجوں کو محروم رکھ کر وہ بدستور اپنے خزانے بھرتے رہیں گے تو ایک دن ایسا آجائے گا کہ یہ ذخیرہ اندوزی اُن کے لئے عذاب بن جائے گی (9/34 توبہ)۔ دھات کے ان سکوں سے اُن کے جسم کو داغدار کیا جائے گا (9/35 توبہ)۔ ان احکامات کا کم سے کم یہ نتیجہ تو ضرور نکلنا چاہئے کہ مسلمان ہو جانے والے رؤسا آئندہ اس ذخیرہ اندوزی سے باز آجائیں۔ جس کی وجہ سے غربا کو زیادہ سہولت حاصل ہو جائے اور امیر لوگ ننانوے (99) کے چکر سے نکل آنے کی فکر کریں گے (104/2 ھمزہ)۔ اِدھر آنحضرتؐ نے اُن لوگوں کا راستہ روک دیا جو غربا سے سود در سود وصول کیا کرتے تھے (3/130 عمران) اور مفت میں گھر بیٹھے بلا محنت اپنا سرمایہ اور اثر بڑھائے چلے جاتے تھے۔ چنانچہ جو مومن تھے اُنھوں نے سود لینا بند کر دیا اور آنحضرتؐ کے نظام معیشت کی طرف متوجہ ہو گئے اور جنھوں نے باقی ماندہ سود کی وصولی پر اصرار کیا اُن کو مومنین کی جماعت سے خارج کر دیئے جانے کی دھمکی دے دی گئی (2/278 بقرہ) اور جو اس طرح بھی نہ مانے اُن کو اجازت دے دی گئی کہ تم جنگ کر کے سود وصول کر سکتے ہو تو اللہ اور رسولؐ جنگ کے لئے تیار ہیں اور اس جرأت پر توبہ کر لینے والوں کو اپنی اصلی رقم وصول کرنے کی اجازت مل گئی (2/279 بقرہ)۔ مگر شرط یہ لگا دی کہ تنگدستی کے زمانہ میں اصل رقم بھی وصول نہیں کی جا سکتی ہے۔ بلکہ قرض خواہ مسلمانوں یا دیگر افراد کو خوش حالی کے آنے کا انتظار کرنا ہوگا (2/280 بقرہ)۔ اس پروگرام پر عمل کرنے سے تمام مقروض لوگوں کو سہولت حاصل ہوئی کہ وہ اپنا اپنا کاروبار اطمینان سے کریں ۔ ادھر مفت خورے

مہاجن جو روپیہ اور سود کے دباؤ سے ہر پیشہ کے افراد کو اپنے چنگل میں پھانسے رکھتے تھے اور اُن کی آمدنی کا بڑا حصہ گھر بیٹھے وصول کرتے رہتے تھے وہ ایک مصیبت کو اپنے سامنے دیکھیں گے۔ لہٰذا یا تو آئندہ قرض بلاسود دیں گے یا تجارت و کاروبار میں شریک ہو کر غربا کو برابر کا حصہ دیں گے۔ ورنہ بیٹھے بیٹھے جمع کردہ روپیہ کھا کھا کر ایک روز قلاش اور محتاج ہو جائیں گے اور اس مہیب نتیجہ سے گھبرا کر کوئی شریفانہ ذریعہ معاش اختیار کریں گے۔ چونکہ قرض کی وصول یابی خوشحالی سے مشروط کر دی گئی ہے۔ لہٰذا اپنا قرض وصول کرنے والوں کو روپیہ کمانے کے تجربہ میں سے غُربا کو حصہ دینا پڑے گا۔ یعنی یہ قرض وصول کرنے والے ماہرین اقتصادیات ایسا طریقہ خود بخود اختیار کر لیں گے جس سے قرض دار کو آسودہ حال بن جانے میں مدد ملے اور قرض جلدی ادا ہو جائے۔ اس طرح سود اور سود سے حاصل کردہ سرمایہ کو مٹا دینے کا انتظام ہو گیا (2/276 بقرہ)۔ اس انتظام کا قدرتی تقاضہ ہے کہ تمام غربا اور مقروض لوگ ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو جائیں اور مہاجنوں یا سود خوروں کے خلاف یکجہتی و ہم آہنگی کے ساتھ مقابلہ کی تیاری کریں۔ تاکہ ادھر سے پہل ہوتے ہی کامیاب دفاع کیا جا سکے اور اگر ادھر سے تشدد نہ ہو سہولت سے قرض کی اصل رقم بھی ادا کر سکیں اور اس ادائیگی سے پہلے ہی آسودگی حاصل ہو سکے۔ قارئین کو یہ نوٹ کر لینا چاہئے کہ آج جو مسلمان سود کا کاروبار کر رہے ہیں ان پر زیادہ سنگین جرم عائد نہیں ہوتا اس لئے کہ سورہ بقر کی یہ آیت (2/279 بقرہ) بتاتی ہے کہ آنخضرتؐ کے زمانہ کے مومنین اس نازک دور میں بھی سود لے رہے تھے۔ لہٰذا ہمیں اپنے دور کے سودی کاروبار پر کچھ زیادہ رعایت ملحوظ رکھنا لازم ہے تاکہ وہ کاروباری حضرات موجودہ دور کی اُلجھنوں پر قابو پانے کا زیادہ سے زیادہ موقعہ پا کر حالات کا رُخ موڑ سکیں۔ آنخضرتؐ نے

پہلے اُن لوگوں کو موقعہ دیا، سمجھایا، یہاں تک کہا کہ اگر تم واقعی مومن ہو تو جو سود باقی رہ گیا اُسے اپنے بھائیوں کی غربت پر رحم کر کے چھوڑ دو (2/278 بقرہ) اور جب وہ اس طرح باز نہ آئے تو اُن کو جنگ کی اجازت دے کر اسلام سے خارج کر دیا (2/279 بقرہ)۔ چونکہ اللہ و رسول سے جنگ کرنے والے مومن ہر گز نہیں ہو سکتے۔ مگر وہ لوگ برابر مومن بنے رہے اور چونکہ چند رؤسا تمام غربا سے جنگ نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے خاموشی سے اپنی اسکیم کو اس وقت کیلئے اُٹھا رکھا جب رسولؐ کا وجود ختم ہو جائے۔ عربوں نے ہر معاملہ میں یہی کیا۔ ہر جگہ خاموشی سے اطاعت کرتے چلے گئے اور اسلامی قوت کو توڑنے کی اسکیمیں بنانے میں ہم آہنگ ہوتے گئے۔ جب وقت آیا تو پانسہ پلٹ دیا اور اس وقت تک اسلام کو اپنے آبا و اجداد کے اصول و قواعد کی چاشنی دے کر اپنے مقاصد کے مطابق بنا لیا تھا۔ بہر حال عرض یہ کر رہے تھے کہ عوام یا غربا ہمیشہ قوت و ہمت و شجاعت کے مالک ہوتے ہیں، جفاکشی، محنت و مشقت کے عادی ہوتے ہیں۔ اگر یہ ہم آہنگ ہو جائیں تو رؤسا، مہاجن یا سرمایہ دار مع اپنی دولت اور خزانوں کے بے دست و پا ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اُن کے نوکر، ملازمین، محافظین، پہرہ دار، منشی یا کلرک، منیجر، چپڑاسی وغیرہ سب غربا ہی ہوتے ہیں اور اس سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ اُن کے زیادہ تر عزیز بھائی بند، بھتیجے، سالے، ماموں، بھانجے وغیرہ بھی غریب ہی ہوتے ہیں۔ بلکہ فطری طور پر اُن سے حسد و بغض و عداوت رکھتے ہیں۔ لہٰذا یقین کیجئے کہ سرمایہ دار چاروں طرف سے خطرات میں گھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اُن کی روٹی، پانی، کپڑے، غلہ، دولت، زمین، کارخانے، فیکٹریاں، ملز، موٹریں، مسکونہ مکان یا بنگلہ حتّٰی کہ خود اُن کے جسم و جان غربا کے قابو اور نگرانی میں ہوتے ہیں۔ یہ ایک بے بس مخلوق اور حقیقی معنی میں محتاج گروہ

ہے۔ بشرطیکہ غربا اور عوام کو اُن کی صحیح پوزیشن معلوم ہو جائے۔ رسولؐ اللہ نے **فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ** (اللہ اور رسولؐ کی طرف سے سرمایہ دار کو جنگ کی اجازت دیدی گئی) کہہ کر سرمایہ داری کی صحیح پوزیشن کو واضح کر دیا اور اسکی اجازت نے لوگوں کے قلوب سے اُن کا خوف اور رعب ختم کر دیا اور اسکے برعکس سرمایہ دار خود خوف وہراس میں مبتلا ہو گئے۔ اُنہیں چاروں طرف اپنی اور اپنی دولت کو تباہ کرنے والے بھوت ناچتے نظر آنے لگے۔ اُن کو یہ بھی سنا دیا گیا کہ **لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ٥** تم ظلم نہ کرو گے تو تم پر بھی ظلم نہ کیا جائے گا (2/279 بقرہ)۔ **یعنی سرمایہ دارانہ طرز حیات اور سودی کاروبار ظلم و ستم ہے۔ اگر یہ لوگ نصیحت کے بعد بھی اس کاروبار کو جاری رکھیں تو ان پر ظلم کرنا عدل کے عین مطابق ہے۔** اس بنا پر اُن سے کہہ دیا گیا کہ بنی نوع انسان پر مزید ظلم سے باز آ جاؤ ورنہ ہمیں اپنے دفاع میں طاقت استعمال کرنا پڑے گی۔ چنانچہ اپنی خیریت چاہتے ہو تو اسلام کے معاشی نظام کی تصدیق کرو۔ **وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ** (2/280 بقرہ) اور تنگی کے زمانہ میں اصل رقم بھی نہ مانگو (2/280 بقرہ) اگر تمہیں قوانین فطرت پر علم حاصل ہے تو تم ضرور نصیحت پر عمل کرو گے۔ قارئین نوٹ کر لیں کہ زکوٰۃ، صدقہ، خیرات، انفاق وغیرہ سب عربی زبان کے الفاظ ہیں اور ہر ایک کے الگ الگ اور مستقل معنی ہیں۔ مگر سرمایہ داروں نے جس دن سے دینی سرمایہ (قرآن وحدیث) پر قبضہ کیا ان تمام الفاظ کے معنی کو سرمایہ داری کی طرف موڑ لیا۔ مفسرین، محدثین، فقہا، مترجمین اگر قابو میں نہ آئے تو اُنہوں نے غیر مسلم علماء کو دوسرے ممالک سے بڑی بڑی رقمیں دے کر امپورٹ کیا اور اپنی سرپرستی میں مدرسے اور یونیورسٹیاں کھولیں۔ وہاں سرمایہ داری کے مفید مطلب علماء اور ایک متوازی مذہب تیار کیا۔ ایسے لغات مرتب کرائے گئے جن کا عربی قواعد وضوابط سے

دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ سرمایہ داری کے خلاف جانے والے ہر لفظ کے لئے ایک ایک مثال گھڑی گئی ان مثالوں کا نام حدیث رکھا گیا اور یوں اسلام کے ان تمام مسائل کو بدل کر اپنے موافق کرلیا جو سرمایہ داری یا عرب کی سوشل لائف کو مجروح کرتے تھے۔ مگر سرکارِ دوعالمؐ کے قائم کردہ معصوم نظام نے اپنی سرفروشانہ سعی سے اس طاغوتی مذہب کو کبھی جم کر نہ رہنے دیا۔ ان میں طرح طرح کے فرقے پیدا ہوئے اور خود اپنے ہاتھوں سے اپنا بطلان کرنے کا انتظام کیا اور آج خدا کا شکر ہے کہ حق واضح ہے باطل برہنہ ہو چکا ہے۔ علمائے صالحین قابل صد مبارکباد ہیں کہ آج ہم ان دشمنان دین کی پوری سازش کو نہایت آسانی سے بیان کردینے کا سامان موجود پاتے ہیں۔ جب کسی لفظ کے صحیح معنی کی ضرورت ہو تو کسی بھی ملا، مولوی یا ایسے شخص کے پاس جائیں جس کے پاس ڈکشنری ہو۔ اسی سے کہئے کہ فلاں لفظ نکال کر وہ جگہ دکھائے جہاں سے اس لفظ کے سب سے پہلے معنی شروع ہوتے ہیں۔ وہ جگہ دیکھئے اور خود ان معنی کو اختیار کرلیجئے جو بنیادی ہوں۔ نہ اس سے مشورہ کیجئے نہ بات کیجئے۔ ورنہ وہ ڈنڈے کو مولا بخش بنا کر دکھادے گا۔ اُن سے کہئے کہ ان چکروں میں آپ خود ہی گھومئے ہمیں چکرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں یہ سمجھ لیجئے کہ زوجہ کے مہر کو بھی قرآن کریم صدقہ کہتا ہے (4/4) اور زوجہ کی رضامندی سے یہ صدقہ شوہر کھا سکتا ہے (4/4) اور اس میں سید وغیر سید کی کوئی شرط نہیں ہے۔ لہٰذا ہر جگہ صدقے کے خود ساختہ معنی کرنا اور جو صدقہ آل رسولؐ پر حرام ہے اس کو نہ سمجھنا بھی سرمایہ دارانہ ذہنیت ہے تاکہ صدقہ کہہ کر جب چاہیں سادات کو محروم کرسکیں۔ یاد رکھئے کہ صدقہ اسی خاندان کا فرد ہے۔ جس سے صادق، صدیق، تصدیق، مصداق نکلتے ہیں۔ اور اس خاندان کا پیدا کرنے والا لفظ ہے۔ صدق۔ اس گروہ نے صدقہ کو نثار کرنے، قربان کرنے، فدا کرنے کے

معنی میں گھما کر رکھ دیا ہے۔ سرمایہ داری نظام کے پیدا کردہ علما نے اپنی بازی گری سے دین کا تماشا بنا دیا ہے اور اگر کوئی اُن کے خود ساختہ مذہب کو تماشہ کہہ دے یا اس کی پول کھول دے تو اُسے کافر و بدعتی بنا دینے کا انتظام کر رکھا ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ ان علما سے ہر لفظ کی گردان کرائی جائے، صیغہ معلوم کیا جائے، مادہ و مصدر دریافت کیا جائے، ابواب کے خواص اُن کو یاد دلائے جائیں۔ اُنہیں مجبور کیا جائے کہ عربی زبان کے قواعد کو طاق نسیان سے اُتار دیں اور دوبارہ قواعد کے مطابق ترجمہ کرنا سیکھیں۔ اُنہوں نے وہ کرتب دکھائے ہیں کہ میں قربان جاؤں، میں صدقہ ہو جاؤں، میں نثار ہو جاؤں، میں فدا ہو جاؤں، میں واری واری جاؤں سب ایک ہی مطلب کیلئے عام ہو کر زبان زدِ خلائق ہو گئے ہیں۔

48۔ دولت کا رخ غُربا کی طرف موڑ دیا گیا، فاضل سامانِ معیشت مرکز کی تحویل میں آنے لگا، ٹیکس کا نفاذ ہوا۔ عبادت کیا ہے؟ اخراجات کی مدیں، بلا محنت حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

اسراف و کنجوسی کی مذمت نے سرمایہ دار مسلمانوں کی دولت کا رُخ ضرورت مندوں کی طرف موڑ دیا۔ ادھر سود کی وبا سے نجات مل گئی تو غُربا کی کمائی اُنکے اپنے کام آنے لگی۔ بعض اچھے سرمایہ داروں نے سود کے ساتھ اصل قرض کی رقم بھی چھوڑ دی یوں بھی غربا کی مالی حالت بہتر ہوئی۔ آئندہ ذخیرہ اندوزی میں روزمرہ کمی ہوتی گئی۔ یہ سرمایہ بھی غربا کی بہبود کی طرف آنے لگا۔ ادھر آپؐ نے معاشی نظام میں آنے والی دولت کو سرمایہ داروں میں جانے سے بالکل روک دیا (59/7-8 حشر)۔ دولت اور سامان معیشت کی تقسیم میں پہلا نمبر محتاجوں اور بے سہارا لوگوں کو دیا گیا۔ اسکے بعد ضرورت کے تناسب کا نمبر رکھا گیا۔ مسلمان ہو جانے والے سرمایہ داروں پر

فلاح عامہ کی خاطر طرح طرح کی پابندیاں عائد کیں تاکہ اُنکے سرمایہ سے پبلک کو نقصان پہنچنے کے بجائے فائدہ ہو اور اُن کا سرمایہ بھی بڑھتا رہے (30/29 روم)۔ اس سے جمع شدہ سرمایہ اور فاضل آمدنی میں سے ایک معقول مقدار نکل نکل کر غربا کی طرف آنے لگی۔ پھر یہ اصول قائم کیا کہ مسلمان سرمایہ داروں کو اگر اپنا تزکیہ نفس کرنا ہے یعنی سابقہ حرام خوری سے نجات پانا ہے تو **تصدیق و تنظیم نظام معیشت** کے لئے حسب حیثیت ضرورت مندوں کیلئے اموال و اجناس پیش کریں (9/103 توبہ)۔ یعنی جو لوگ آنحضرتؐ کو اس مقصد کے لئے ضرورت کی چیزیں دیں کہ غریب اور ضرورت مند لوگ آسودہ حال ہو جائیں وہ پاک ہو جائیں گے۔ ورنہ روزہ، نماز، حج کے باوجود ناپاک مسلمان رہیں گے۔ اور ظاہر ہے کہ مسلمان ناپاک ہو ہی نہیں سکتا بلکہ ناپاک تو مشرک ہوتا ہے (9/28 توبہ)۔ اُدھر پبلک کو بتایا کہ تمہارے پاس جس قدر بڑھوتری ہوتی جائے وہ سب نظام معیشت کی بڑھوتری کے لئے اس طرح دیتے جاؤ کہ یہ نظام روز افزوں ترقی کرتا اور وسیع ہوتا چلا جائے (2/219 بقرہ)۔ یہ تمام اسکیم قرآن کریم نے ایک لفظ **العَفو** میں رکھ دی ہے۔ **العَفو** کے معنی ہیں بڑھا ہوا سامان معیشت جس کا تاجرانہ و کمرشل ترجمہ اصل مقصد کو فوت کر دیتا ہے۔ لیکن ہمارا بیان ایسے پروگرام پر منحصر ہے کہ یہاں وہ ترجمہ بھی مخالفت نہیں کرتا۔ اس سے بھی یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ کسی مسلمان کے پاس فاضل سرمایہ نہ رہنے پائے۔ آگے چل کر یہ گفتگو واضح ہو جائے گی یہاں تو یہ دیکھیں کہ آنحضرتؐ کو ایک اور حکم ملا جس میں فرمایا گیا کہ **خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ** ٥ (7/199، اعراف)۔ بڑھا ہوا سامان معیشت وصول کرنے میں حالات و تقاضات وغیرہ (عرف یا مسلمات) کی اہمیت کو مدنظر رکھو اور جاہلوں کو نظر انداز کرتے رہو۔ اگر

ہم یہاں العفو کے معنی فاضل سرمایہ کرلیں تو مطلب یہ ہوا کہ تمام مسلمانوں سے جس قدر فاضل سامان معیشت ہووصول کرنے میں عرف کو مدنظر رکھو اور جاہلوں کو نظرانداز کردو۔ <u>ان دونو آیات (2/219 اور 7/199) کا انتہائی مقصد جو بلا کسی فلسفہ کے سامنے آئے گا وہ یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس کوئی چیز فاضل نہ ہو</u>۔ یعنی دو کرتوں میں ایک کُرتہ فاضل ہے لہٰذا ایک کرتہ جو جسم پر ہو وہ ضروری ہے۔ اسی طرح ایک دن کی خوراک سے زیادہ جو کچھ ہے وہ اُس دن فاضل ہے۔ جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ ایک دن وہ آنا چاہئے کہ تمام بنی نوع انسان کی تحویل میں صرف اتنا ہو کہ جو ہر شخص کو فراہم کیا جاسکے اور یہ فراہمی مرکزی حیثیت سے ہوگی (7/31، اعراف) **خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ**) مگر فطری انتظام میں تدریج کی بنا پر سب کو جبراً داخل کرنا غلط ہے۔ لہٰذا جو خوشی سے قبول کریں اُن کو اس نظام میں داخل کرلیا جاتا تھا اور جاہلوں کو پالیسی سے گھما اور سمجھا کر آمادہ کیا جاتا تھا (7/199، اعراف)۔ اس مرکزی مقصد تک پہنچانے اور بگڑے ہوئے یا صدیوں سے بگاڑے ہوئے حالات کو سنوارنے کے لئے سرمایہ داروں پر قابل برداشت اور مفید ٹیکسز بھی لگائے۔ اُنہیں آنے والے حالات پر اطلاع دی، موجودہ بدعنوانیاں بندنہ کرنے کا فطری نتیجہ سمجھا کر اُنہیں اپنے مستقبل کو محفوظ کرنے پر آمادہ کیا۔ <u>انہیں بتایا کہ محض عبادات و رسومات کا ادا کرلینا کافی نہیں ہے (2/177 بقرہ)</u>۔ بلکہ جن چیزوں کو اللہ نے نیک اور مفید کام قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ سے محبت کا ثبوت یوں دیا جائے کہ:۔

<u>(الف)۔ (1) ذوی القربیٰ (2) یتامیٰ (3) مساکین اور (4) ابن السبیل اور (5) لوگوں کی گلوخلاصی کے لئے اپنا مال دے دیا جائے</u>۔ اس کے بعد نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی منظور ہوگی ورنہ نہیں۔ اگران مدوں پر عمل کرنے سے تمہیں معاشی یا جسمانی

تکلیفیں بھی اُٹھانا پڑیں تو ان پر صبر وضبط سے قابو پالو۔ ایسا کرنے والے مومنین کو ہم متقی اور نظام معیشت کو عملاً سچ کر دکھانے والے قرار دیں گے **(2/177 بقرہ)**۔ (یہاں لفظ صدقہ اور تصدق یاد کریں) ناظرین یہاں ہم نے ذوی القربیٰ کے معنی نہیں لکھے ۔ بس اس قدر عرض کر دیں کہ اس حکم میں اور ہر حکم میں جب تک کوئی خصوصیت نہ ہو ہر شخص مخاطب ہوتا ہے۔ یعنی اگر ذوی القربیٰ کے معنی لوگوں کے اپنے عزیز واقارب ہیں تو یہ معنی اس لئے قابل قبول نہیں کہ وہ بھی اس حکم کے مخاطب ہیں۔ یہاں ہر وہ شخص مخاطب ہے جو دینے کے لئے مال رکھتا ہو۔ اور مال اُن کو دیا جائے گا جن کے پاس نہ ہو اور جن کے پاس مال نہیں ہوتا اُن کی ساری قسمیں یتامیٰ ، مساکین، ابن السبیل اور مقروض، غلام محتاج وغیرہ میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اور ذوی القربیٰ یعنی عام مخاطبین کے عزیز واقارب بھی ان مدوں میں داخل ہو جاتے ہیں تو پھر الگ سے ذوی القربیٰ کی مد کو لانا یہ بتانا ہے کہ **اخراجات کی مدوں میں یہ مد، یتامیٰ، مساکین وغیرہ سے بالکل الگ اور آزاد مد ہے** ۔ یعنی ذوی القربیٰ وہ لوگ ہیں جو نہ یتامیٰ میں داخل نہ مساکین میں شامل نہ وہ ابن السبیل ہیں۔ یعنی مشہور کئے ہوئے معنی کی رو سے وہ لوگ کبھی مسافر بھی نہیں ہوتے ، نہ وہ مقروض ہیں، نہ غلام وکنیز ہیں، نہ کسی اور عنوان سے اُن کی گردن پھنسی ہوئی ہے۔ بلکہ ذوی القربیٰ ان سب کی ضد یا ان کے علاوہ افراد ہیں۔ **اس کے باوجود اُن کا نمبر پہلا رکھا گیا ہے** ۔ پہلے ان کو دیا جائے گا۔ پھر یتامیٰ ومساکین کا نمبر آئے گا۔ یہ یاد رہے کہ عوام الناس کے اقربا کا جہاں ذکر آیا ہے وہ بالکل واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔ یہ ذکر جو اخراجات کی مستقل مدوں میں ہوتا ہے عوام الناس کے اقربا کا تذکرہ ہو بھی نہیں سکتا۔ مثلاً مال غنیمت میں ہر وہ شخص حصہ دار ہے جو جنگ میں شامل تھا۔ **مگر پہلے تمام مال غنیمت میں سے**

پانچواں حصہ الگ کر کے باقی مجاہدین کو مساوی طور پر تقسیم ہو جائے گا۔ یہ پانچواں حصہ اللہ اور رسولؐ کی تحویل میں رہے گا ۔ جس میں خرچ کی مدیں یوں ہوں گی (1) ذوی القربیٰ (2) یتامیٰ (3) مساکین (4) ابن السبیل، ان مدوں کو تسلیم کرنے والے ہی مومن تسلیم کئے جائیں گے ورنہ نہیں (8/41، انفال)۔ یہاں بھی ان ذوی القربیٰ کو مقدم رکھا گیا جو رسولؐ اللہ کے ساتھ بلا فاصلہ مذکور ہوتے ہیں۔ حکم عام میں عوام الناس کے عزیز واقربا کیسے آسکتے ہیں۔ یہ تو ایسے مخصوص ذوی القربیٰ ہونا چاہیں جو تمام انسانوں یا تمام ذوی القربیٰ کے بھی قربیٰ ہوں۔ جن کے ساتھ پوری نوع انسانی کو مخصوص سلوک کرنا چاہیئے ۔ یہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو رسولؐ کے ذی القربیٰ ہونے کی بنا پر تمام اُمت کے لئے وسیلہ قربت ہوں۔ رسولؐ اللہ کو بھی حکم دیا گیا کہ وہ حضرتؐ بھی ان ذوی القربیٰ کے قائم شدہ حقوق ادا فرمائیں اور پوری اُمت کو حکم دیں کہ ان کے حقوق کو پہلا نمبر دیں چنانچہ آپ کو حکم دیا گیا کہ:۔

(ب)۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَاتُبَذِّرْتَبْذِيْراً o (17/26 بنی اسرائیل) ذوی القربیٰ میں سب سے مقدم یعنی قریب ترین شخص (مذکر) کو اس کا حق دے اور مسکین وابن السبیل کو مدنظر رکھو اور کھلی ہوئی فضول خرچی سے باز رہو۔ یعنی اگر مسکین اور ابن السبیل کا انتظام نہ ہو اور وہ برابر مسکین وابن السبیل ہی رہے تو تمام جائز وناجائز اخراجات کو اسراف اور سرمایہ کو ضائع کرنا شمار کیا جاتا ہے اور یہ انتظام ذوی القربیٰ کے حق کی ادائیگی کے بعد ذوی القربیٰ کے ذمہ چلا جاتا ہے جو رسولؐ اللہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں غربت ومسکنت کو ختم کرنے کا ایسا انتظام چھوڑیں جو، ابدا لآباد قائم رہے۔ اگلی آیت (17/27 بنی اسرائیل) میں یہ تنبیہ ہوگئی کہ مذکورہ بالا طریقہ کے خلاف جو کچھ بھی ہوگا وہ طریق

شیطان ہوگا(17/27 بنی اسرائیل) اورشیطان کا طریقہ ہمیشہ اللہ کے انکار پر منتج ہوتا ہے(17/27 بنی اسرائیل)۔اس کے بعد یہ بتایا گیا کہ اگرکبھی ایسی صورت پیش آ جائے توتم ان ذوی القربیٰ کے متعلق اپنے رب کی طرف سے کسی خاص لطف وکرم کے منتظر رہواوراس انتظار کی بنا پرتم متعلقہ سلوک کرنے میں پس وپیش کرو۔تب بھی اُن سے ایسی بات کروکہ جس سے مقصد زیرنظر کو سمجھنے میں سہولت ہو(17/28 بنی اسرائیل) یعنی ان سے جائز اورخودان کے مقاصد کی بات بھی نہایت نرمی اوروضاحت سے کرو۔سوچئے ایسے ذوی القربیٰ وہ لوگ نہیں ہوسکتے جن کوقران کریم کہیں دشمن قرار دیتا ہے اورکہیں انہیں فتنہ بتاتا ہے (64/14-15 تغابن)۔ مندرجہ بالا آیات کے بعد جو آیت مسلسل آتی ہے اس پرطرح طرح حاشیہ آرائیاں کی گئی ہیں۔لیکن اگر یہ سمجھ لیا ہوتا کہ آنحضرتؐ اسلام کے معاشی نظام تک پہنچانے کے لئے تدریج وتمہیل پرعمل کررہے تھےتو غلط مفہوم سے دوچار نہ ہونا پڑتا۔ چنانچہ آنحضرتؐ کےقرابت داروں کے سربراہؐ کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا۔پھراس حکم کی ادائیگی میں حارج چیزیعنی نظام سے باہرکےضرورت مندوں پرزیادہ صَرف کی، سختی سے ممانعت ہوئی اوراس سلسلہ میں فرمایا گیا کہ اپنے ہاتھ کوگردن میں نہ باندھ اورنہ اسے بالکل بے قابوکردے۔ ورنہ تم باعث ملامت وحسرت ہوکرناکام ہوجاؤ گے(17/29 بنی اسرائیل)۔منشاءِخداوندی واضح ہے کہ نظام سے باہرکےضرورت مندوں کوبھی سامان معیشت فراہم کرتے رہنا ہے تاکہ جب تک اس معاشی نظام کی مالی حالت بہتر نہ ہوجائے انہیں بھی تکلیف سے محفوظ رکھا جاسکے۔اس لئے لازم ہے کہ اس تازہ نظامِ معیشت کی مالی پوزیشن کو مدنظررکھ کر یا معیار بنا کر بیرونی غربا کی مدد کی جائے۔ نہ اتنا دے دیا جائے کہ جوکچھ دیا جائے اس میں نظام کے استقلال پر

زد پڑے۔حساب سے زیادہ دیا جائے تو نظام معیشت کمزور رہے گا اور غربا کو اس میں شامل کرنے میں دیر لگے گی۔کم دیا جائے تو بیرونی غربا کو مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔لہٰذا دونوں طرح نتیجہ نظام معیشت کی ناکامی ہوگا اور اس کی ناکامی خود رسولؐ کی ناکامی وحسرت وملامت ہوگی۔اس لئے ہاتھوں کا گردن میں باندھنا ہو یا اس طرح پھیلا دینا ہو کہ واپس سمیٹنا مشکل ہوجائے دراصل طاقت کو ضائع کردینے کے مترادف ہے۔اس کے بعد والی آیت میں غربت سے تنگ آکر اولاد کو موت کے منہ سے بچانے اور رزق کی افراط وتفریط پر متوجہ کیا گیا ہے۔گویا آنحضرتؐ دو مشکلات کے درمیان مصالحت کرا کر رفتہ رفتہ فراوانی رزق کا انتظام فرما رہے ہیں۔پہلی مشکل یہ کہ ایک ایسا پرامن (مسلم) معاشرہ برقرار رکھیں اور اسے ترقی دیں جو ہر آنے والے محتاج اور ضرورت مند کو مستغنی کرتا رہے۔دوسری مشکل یہ کہ جو محتاج اور ضرورتمند ابھی نظام سے باہر ہیں ان کو اس وقت تک مصائب سے محفوظ رکھا جائے جب تک ہمارا معاشی نظام ان کی کفالت کے لئے تیار ہو۔اس نظام کی مالی یا معاشی قوت کا بڑھنا دراصل بنی نوع انسان کی غربت وفلاکت ومسکنت کی موت ہے۔<u>اس لئے اس کو قوی تر کرنا تمام مسلمان رؤسا وامرا اور صاحبان حیثیت پر لازم قرار دیا گیا</u>۔انہیں محسوس کرایا گیا کہ غربا اور ضرورتمندوں کے دلوں میں جو نفرت روزانہ بڑھتی جارہی ہے یہ نظام اسے انتقامی صورت میں تبدیل ہونے سے روکتا ہے۔وہ سوچتے ہیں کہ چند روز میں ہم اس نظام میں داخل ہونے والے ہیں جسے رسولؐ اللہ اور سرمایہ دار مومن طاقت ور بنائے جارہے ہیں۔لہٰذا سرمایہ دار مسلمانوں سے کہا جاتا تھا کہ:۔

(ج)۔مسلمانوں میں جو فاضل سامان معیشت رکھتے ہیں اور جن کی معاشی وسعتیں زیادہ ہیں اُن کو (1) <u>اُولی القربیٰ</u>،

(2) مساکین اور

(3) مہاجرین اور

(4) اللہ کی قائم کردہ دیگر راہوں میں،

سامان معاش کی فراہمی میں کوتاہی یا کمی نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ ان کا فریضہ ہے کہ وہ العفو پر عمل کریں۔یعنی جس قدر سامان معیشت بڑھتا جائے دیتے چلے جائیں۔ اور ہر وقت صورت حال کا معائنہ(وَلْيَصْفَحُوْا) کرتے اوراس کے مطابق عمل کرتے رہیں ۔کیاان سرمایہ داروں کو یہ بات پسندنہیں ہے کہ اللہ ان کی سابقہ بدعنوانیوں کومحفوظ کر کے انہیں بہتر نتائج عطا کردے (24/22 نور)۔ یہاں بھی یہ نوٹ کرلیں کہ وہی ترتیب موجود ہے جس میں پھر وہی قرابت دار ہیں جن کوغیر مشروط طور پر ہر جگہ مقدم رکھا جاتا ہے اور آنحضرتؐ کو بار بار تاکید کی جاتی ہے کہ (یہ دوسرا مقام ہے):۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ۔

قرابت داروں کے سربراہ کواس کا حق دیدواور مسکین اور ابن السبیل کو مدنظر رکھو۔

ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۔

جولوگ اللہ کی بتائی ہوئی وجہ یا مقصدکو پورا کرنیکا ارادہ کر چکے ہیں۔اُن کے لئے اس بزرگؑ خاندان کے حق کی ادائیگی خیر ہی خیر ہے۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o (30/38روم)

اورصرف وہی لوگ فلاح یافتہ ہیں جواس وجہ کو یا مقصد پورا کرنیوالے ہیں۔ (30/38روم)

اسی مقام پر مسلسل یہ بھی بتا دیا کہ سودی کاروبار دراصل پھلتا پھولتا نہیں ہے

ایک روز فنا ہوجاتا ہے۔ **مگر وجہُ اللّٰہ یا مقصد خداوندی کو پورا کرنے کے لئے جو لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں اُن ہی کا کاروبار پھلے پھولے گا اور اُنہیں کئی گنا ہوکر ملے گا** (30/39روم) یا یہ کہ صرف وہی لوگ کئی گنا پانے والے ہیں (اَلْـمُـضْـعِـفُـوْنَ 30/39روم)۔آپ نے دیکھا تھا کہ اسلامی جہاد میں جو مال واسباب اور اسلحہ وغیرہ دشمن سے ملتا ہے اس کا پانچواں حصہ الگ کرنے کے بعد باقی میں مجاہدین کو شامل کیا گیا تھا۔(پیرانمبر، 48 کاالف) مگر ہر وہ مال یا سامان یا سامان معیشت جس میں عوام الناس کی محنت یا کوشش کو دخل نہ ہو اس میں عام پبلک کا کوئی حق تسلیم نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ مال سارے کا سارا اللہ ورسولؐ کی تحویل میں رہے گا اور صرف اُن مدوں پر خرچ کیا جائے گا جو اسلامی نظام معیشت سے براہ راست متعلق ہیں۔اس میں عام غربا ومساکین بھی داخل نہ ہوں گے۔اس مال کا نام **مال فے** رکھا گیا ہے۔**یعنی وہ مال جو اللہ نے رسولؐ اللہ کو واپس دلوایا۔** ارشاد ہوا کہ:۔

(د)۔وہ مال جو اللہ نے اپنے رسولؐ اللہ کو واپس دلوایا اور جس میں تمہارے وسائل وکوشش شامل نہیں ہے۔ بلکہ اللہ اپنے رسولوں کو جن پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے۔ چنانچہ رسولؐ اللہ کو اللہ نے جو مال بستیوں کے مالکان سے واپس دلایا ہے۔وہ تو صرف اللہ اور رسولؐ اور ذوی القربیٰ کے لئے ہے۔اس میں اللہ، رسولؐ اور ذوی القربیٰ کی بصیرت کے ماتحت یتامیٰ ،مساکین اور ابن السبیل کو مدنظر رکھا گیا ہے تا کہ تم میں جو اغنیا وسرمایہ دار ہیں اُن کے پاس دولت نہ رہے۔‘‘(59/6-7 حشر)

(ہ)۔آپ نے دیکھا کہ اسلام کا نظام معیشت اغنیا کا وجود برداشت نہیں کرتا مگر اس کا تدارک لوٹ مار ،قتل وغارت اور جبر وتشدد سے نہیں کرتا بلکہ وہ پالیسیاں اختیار کرتا ہے جس سے سرمایہ داروں کے پاس دولت کا جمع رہنا ناممکن ہوکر رہ جائے

اورآئندہ اس نظام کی طرف سے کسی ایسے شخص کو سامان معیشت نہ ملنے پائے جو پہلے ہی سے ضرورت مند نہ ہو۔اس آیہ مبارکہ میں نہ صرف سرمایہ داروں کو فراہمی دولت سے محروم کیا گیا ہے بلکہ ایک نہایت مفید قانون واضح کردیا ہے۔یعنی بلامحنت وکوشش کے کسی شخص کو سامان معیشت حاصل کرنا یا فراہم کرنا جائزنہیں ہے۔اس کے علاوہ نوٹ کریں کہ اس آیہ مبارکہ کے جومعنی سرمایہ دارانہ انداز پر کیئے گئے تھے۔وہ کس قدرغلط ہیں۔یعنی یہاں دولت کے مشہور معنی کو چھوڑ کراُنہوں نے چکر بنادیئے تھے۔ حالانکہ اس جگہ اگر اس اصطلاح کے مسلمہ معنی کے خلاف مصدری معنی بھی کئے جاتے تب بھی اُن کا مقصد فوت ہوجاتا۔دولت کے لفظی یا لغوی معنی ہیں وہ سامان جس سے باقاعدہ طور پر زندگی گذرے۔جیسے موسموں کا گذرنا مگرانہیں چکر میں ڈالنا تھا اسی میں اُن کی نجات تھی۔دوسری بات یہ نوٹ کریں کہ اس آیہ مبارکہ کو ختم کرنے سے پہلے ایک اورقانون بنادیا ہے یعنی:۔

(و)۔جوکچھ رسولؐ اللہ تمہیں دیں اتنا ہی لے لیا کرواور جس چیز کو لینے سے منع کردیں توتم اس چیز سے باز رہو۔ایسا عملدرآمد اللہ کا تقویٰ ہے اور جوخلاف ورزی کرے گا تواس سے اللہ بہت سخت قسم کا محاسبہ کر کے عذاب دیگا(59/7 حشر)۔اس قانون کے ذریعے سے دولت کی تقسیم پر ہر قسم کی تنقید کو بند کردیا گیا اوراپنے اوراپنے رسولؐ اوررسولؐ کے ذوی القربیٰ کے اختیارات کو واضح کردیا۔ یہ نوٹ کرلیں کہ آیہ مذکورہ میں تین افراد کے ساتھ مال فے کی ملکیت کا ''لام'' آیا ہے یعنی (1) فَلِلّٰہِ (2) وَلِلرَّسُولِؐ (3) وَلِذِی الْقُرْبٰی (اللہ کے لئے،رسولؐ کیلئے،ذوی القربیٰ کے لئے)باقی افراد وہ ہیں جن کو یہ نظام اوراس کے سربراہ احتیاج سے باہرنکال کر مستغنی کریں گے۔اُن کواس تقسیم وتحویل پرلب کشائی کا اس لئے حق نہیں ہے کہ یہ

انتظام صرف اُن کی فلاح و بہبود کے لئے کیا جارہا ہے ۔ اللہ نے یہ ذمہ داری اس وقت رسولؐ اللہ کو اور اُن کے بعد قیامت تک ذوی القربیٰ علیہ السلام کو سونپی ہے چنانچہ مسلسل بتایا گیا کہ:۔

(ز)۔آیہ مذکورہ کا یہ انتظام خصوصاً ان لوگوں کے لئے ہے جن کو اسلام کی خاطر اپنے شہروں، مکانوں اور مال ومتاع کو چھوڑنا پڑا اور جنہوں نے ہر چیز سے محروم ہو جانے پر اللہ ورسوؐل کی نصرت کو ترجیح دی اور اس طرح اسلام کی حقانیت کی تصدیق کر دی۔ صرف یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنا سب کچھ اسلام پر تصدق کر دیا اور صرف اللہ کے فضل پر منحصر ہو گئے (59/8 حشر)۔

یہاں یہ سمجھ کر آگے بڑھیں کہ اس نظام میں پہلا درجہ ان لوگوں کا ہے جو حواریان عیسیٰ علیہم السلام کی طرح اپنا سب کچھ قربان کر کے رسولؐ اللہ کے انصار بن گئے اور مخالفین کے لئے حقانیت اسلام کی بولتی چالتی شہادت قرار پائے۔ لہٰذا معاشی نظام ہر اس شخص کے لئے جائے پناہ اور ترقی و تکمیل کا گہوارہ ہے جو اپنا سب کچھ اللہ ورسولؐ کے نام پر سپرد کر دے۔ اُن کے بعد دوسرا نمبر ان لوگوں کا ہے جو اس طرح آنے والے مسلمانوں کو مستغنی کرنے میں اللہ ورسوؐل کی اس طرح مدد کریں کہ:۔

(ح)۔ جو مسلمان مندرجہ بالا قسم کے مہاجرین کے آنے سے پہلے ہی رسولؐ اللہ کے ساتھ مدینہ میں موجود تھے۔ اور دارالایمان میں جگہ حاصل کر چکے تھے اور جو اس نظام معیشت میں داخل ہونے والوں سے مستقل محبت رکھتے ہیں اور جنکے قلوب میں ذرہ برابر یہ خیال نہیں گذرتا کہ جو سلوک ان مہاجرین سے کیا جارہا ہے اس میں انہیں بھی حصہ ملے بلکہ اسکے برعکس وہ اس نظام میں داخل ہونے والوں کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے ہیں حالانکہ وہ خود تنگدستی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ (59/9 حشر)

49۔ نظام معیشت کی طرف رخ کرلیا گیا، نظام معیشت کی ضرورت اور ذمہ داریاں، اخراجات کی قسمیں اور فوائد، نماز کے ساتھ ساتھ حقوق کی ادائیگی لازم ہے، نماز کیا ہے؟ خاص مومنین، پاگل اور حکیم

(1) اسلام اختیار کرنے والے رفتہ رفتہ اپنی زندگی اور خانگی حالات کو سازگار بنانے کی کوشش میں مصروف تھے ۔ اُدھر سرمایہ داروں پر آنے والا زمانہ دباؤ ڈال رہا تھا۔ وہ بھی جوں توں کر کے اپنا رخ بدلتے نظر آتے تھے۔ انہیں برابر بتایا جارہا تھا کہ اسلامی احکام کی تعمیل ہی ایک راستہ ہے جس پر چل کر تمہاری دقتیں سہولتوں اور آسائشوں میں تبدیل ہوسکتی ہیں (20/123 طٰہٰ، 92/5-7، لیل) ۔یعنی جو لوگ اسلام کے معاشی نظام کو قائم کرانے اور برقرار رکھنے میں اپنے مال اور وسائل سے مدد ہوں گے اُن کے لئے مالی فراوانیوں کا حصول آسان کردیا جائے گا (92/5-7، لیل) اور جو لوگ اس سلسلہ میں بخل سے کام لیں گے اُن کے لئے مشکلات و آفات میں مبتلا ہوجانا سہل کردیا جائے گا (92/8-10، لیل) اور جب بخل کی وجہ سے اُن کی تباہی کا وقت آجائے گا تو پھر اُن کا مال ان کے کسی طرح بھی کام نہ آئے گا۔ یعنی وہ مال پھر اُن کا نہ رہے گا (92/11 لیل)۔ ہم تمہیں متنبہ کئے دے رہے ہیں ورنہ یہ وقت ہو یا آنیوالا وقت دونوں کے مالک ہم ہی ہیں (92/13-14، لیل) اور جو شخص احساس ذمہ داری کرے گا اور اپنا مال تزکیہ نفس کے لئے دے گا اور کسی سے کوئی بدلہ یا جزا نہ چاہے گا سوائے اس کے کہ اسے رب الاعلیٰ کی وجہ حاصل ہوجائے ۔ ایسے افراد کو عنقریب خوش اور کامیاب کردیا جائے گا۔ (92/16-21، لیل) چنانچہ وہ لوگ قابل تعریف ہیں جو اپنا مال دیکر احسان نہیں جتاتے ۔ انہیں اسی وقت سے ہر قسم کے خوف اور حزن سے نجات دی جاتی ہے

(2/262بقرہ) یعنی نہ مالی دقتوں کا خوف نہ عیش وعشرت کے ختم ہوجانے کا فکرو ملال ۔نظام اور سربراہ نظام ایسے لوگوں کی ہر ذمہ داری لے گا۔لوگوں کو دکھانے یا احسان جتانے کے لئے مال دینا باطل قرار دیا گیا(2/263-264بقرہ) اللہ کی رضامندیاں حاصل کرنے اور اپنے اثبات کے لئے سرمایہ دینے والے کئی گنا نتیجہ دیکھیں گے(2/265بقرہ) اُن سے دریافت کیا گیا کہ کیا تمہیں یہ صورت حال پسند آجائے گی کہ تم ایک عظیم الشان جاگیردار ہو۔باغات،فصلیں اور ہر قسم کے پھل پھول لگے ہوئے ہوں ۔تمہارا ضعیفی کا زمانہ ہو اور ایک آتشیں طوفان آکر باغات اور تمام فصلوں کو تباہ کردے ۔چشمے اور نہریں خشک ہوجائیں اور تم اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں اور کمزور خاندان سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہورہے ہو۔ذرا سا غور کرو کیا ایسا کبھی نہیں ہوا؟ بتاؤ اس کا کیا علاج کرسکتے ہو؟(2/266بقرہ) اسی لئے کہا جارہا ہے کہ اپنے کمائے ہوئے اموال میں سے عمدہ مال اور ہمارے پیدا کئے ہوئے زمینی سامان معیشت کو روک کر نہ رکھو(2/267بقرہ) جتنے راستے بتائے جائیں سب پر خرچ کرتے جاؤ اور یہ یقین کرلو کہ جب ضرورت ہوگی کئی گنا موجود پاؤ گے (2/265بقرہ) ان ضرورت مندوں کی دو قسمیں بتائیں ۔ایک وہ پیشہ ور لوگ جو بھیک مانگنے میں انسانی عزت کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔دوسرے وہ لوگ جو سوال کرنے میں وقارِ انسانیت کا خیال رکھتے ہیں ۔ان کو ناواقف لوگ بے پرواہ اور خوشحال سمجھ کر نظر انداز کردیتے ہیں۔ مگر اُن کے باوقار چہرے ظاہر کردیتے ہیں (2/273بقرہ) لہٰذا تمہارا اچھی راہ پر خرچ کرنا شمار کرلیا جاتا ہے(2/273بقرہ)۔ ان لوگوں کی تعریف وتذکرہ کیا گیا۔جو دن رات اعلانیہ اور پوشیدہ دونوں طرح سے اپنا مال فلاح عامہ پر خرچ کرتے رہتے ہیں ۔ان کی دنیا وآخرت کی ذمہ داری

سربراہِ نظامِ معیشت لیتا ہے۔ انہیں کسی قسم کی فکر وتشویش سے دوچار نہ ہونے دیا جائے گا (2/274بقرہ)۔ بالکل اسی طرح اللہ اور رسولؐ کے عائد کردہ ٹیکسز ادا کرنے والوں کی پوری پوری ذمہ داری لی گئی ہے (2/277بقرہ)۔

(2) ضرورت مندوں کی ایک خاص قسم وہ لوگ ہیں جو مخالفین کے بائیکاٹ کا شکار ہو جائیں اور اسی طرح گھر جائیں کہ ان سے بچ کر اس نظام کی پناہ نہ لے سکیں جو دشمنوں کے مظالم برداشت کرتے کرتے تنگ آ چکے ہوں۔ عورتیں بچے اور مرد بے کسی کے عالم میں دن رات خدا سے دعا کر رہے ہوں کہ خدایا ہمارے لئے اپنی طرف سے ایک ولی مقرر فرما دے جو ہماری سرپرستی کرے اور ہماری مدد کر کے ہمیں اس ظلم وستم سے نجات دے (4/75نساء) ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں مسلمان فرداً فرداً ان کی مدد نہیں کر سکتے۔ یہ فرض بھی سربراہ نظام ہی پورا کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس کے پاس تمام وسائل وسرمایہ اور اختیارات ہونا لازم ہیں۔

اسی لئے اس تقسیم پر رضا مند رہنا ضروری ہے (59/6-7حشر) اسی قسم کی اجتماعی فلاح و بہبود کے لئے تمام افراد معاشرہ کو طرح طرح خرچ کرنے کی مدیں بتائی گئی ہیں (9/103توبہ) مثلاً،

(الف) صدقات کی صورت میں مال دینا (9/103توبہ)

یعنی اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے اور بے دست وپا لوگوں کو مستغنی کرنے کیلئے سرمایہ دینا۔

(ب) خیرات یعنی سامان معیشت کے ذریعے افراد کے اختیارات اور قدرتیں بڑھانے کے لئے اموال دینا۔ (33/36،احزاب)

(ج) زکوٰۃ (2/43بقرہ) نظام کی عمدگی، پاکیزگی اور حسن عمل کیلئے سال بھر قائم

رہنے والے مال پر محاسبہ کر کے مقررہ حصہ ادا کرنا۔

(د) جرمانے یا فدیہ (95-5/89 مائدہ)۔احکامات کی خلاف ورزی ہو جانے پر مال دینا، کھانے اور لباس کا انتظام کرنا یا غلام آزاد کرانا۔

(ہ) میراث کے احکامات پر عمل کر کے دولت واملاک کو معاشرے میں پھیلانا (12-4/11 نساء) وغیرہ تا کہ چند افراد میں دولت گھر کر نہ رہ جائے۔

(و) میراث میں سے ان لوگوں کو بھی حسب ہدایت حصہ دینا جو آس پاس کے ایسے عزیز واقربا اور بے سہارا ضرورت مند ہوں جن کا حصہ میراث میں قانوناً مقرر مفید نہ تھا (4/8 نساء) تا کہ انہیں حیثیت سے جتنا مناسب ہو دلا سکیں۔

(ز) ازواج کو مہر اور دیگر قسم کے املاک میں سے مال دینا (4/4 نساء) اور پھر میراث میں سے ان کا قانونی حصہ ادا کرنا (نساء 4/12 وغیرہ) اوران کے اعزّہ کی مدد کرنا (24/61 نور)

(ح) <u>پانچوں وقت کی نماز ایسی حالت میں ادا کرنا کہ نمازی کے ذمہ کوئی واجب الادا نہ ہو</u>۔یعنی وہ معاشرہ کی اجتماعی فلاح و بہبود کیلئے واجب الادا زکوٰۃ دے چکا ہو۔(بقرہ 2/83 وغیرہ) اَقِیْمُوا الصَّلوٰۃَ وَاٰتُوا الزَّکوٰۃَ نماز قائم کرواور زکوٰۃ دیدو کا اوّلین مطلب یہی ہے۔یہ مطلب کہ نماز دن میں پانچ دفعہ پڑھا کرو اور زکوٰۃ سال بھر میں ایک دفعہ ادا کیا کرو سرمایہ دارانہ ہے۔اس ترجمہ یا مفہوم کا آیات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔البتہ نادہندہ قسم کے لوگوں کو چند رعایات دی گئی ہیں جو قانون نہیں بلکہ عارضی رعایات ہیں۔زکوٰۃ کا حالت رکوع میں ادا کرنا قرآن کریم سے ثابت ہے (5/55 مائدہ)۔اسی جگہ یہ واضح کردیا ہے کہ اللہ و رسوؐل کے بعد تمام معاشرہ کا والی وولی وحاکم وہی ہوسکتا ہے جو زکوٰۃ کی مندرجہ بالا پابندی کرے اور اگلی

آیت میں بتا دیا ہے جو کوئی اللہ و رسولؐ اور حالت رکوع میں زکوٰۃ سے فارغ رہنے والوں کو اپنا ولی یا حاکم تسلیم کریگا تو وہی گروہ غالب رہیگا (5/56 مائدہ)۔ ساتھ کے ساتھ یا زکوٰۃ کی پیشگی ادائیگی پر قرآن کریم میں واضح آیات موجود ہیں مثلاً (2/110 بقرہ) نماز قائم کرو، زکوٰۃ دیدو اور خیرات میں سے اپنے ذمہ کی جو چیز پیشگی دیدو گے اسے اللہ کے پاس اپنے فائدے کیلئے ہر وقت موجود پاؤ گے۔ یعنی وہ ایسا ادھار نہیں ہے جو تمہیں اسی جسم اور ان ہی ضروریات میں نہ ملے۔ اس سے بھی واضح جگہ کا نمونہ یہ ہے کہ فرمایا گیا۔ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو۔ وَمَا تُقَدِّمُوا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ۔ اور خیرات میں سے اپنے ذمہ کی جو چیز بھی پیشگی ادا کردو گے اُسے اللہ کے پاس سے ہر لمحہ پاؤ گے اور وہ پہلے سے اچھا اور بزرگ ترین اجر ہوگا (73/20 مزمل)۔ یہاں یہ نوٹ کریں کہ قرض اس رقم کو کہتے ہیں جو کسی کی مدد کے لئے پیشگی دے دی جائے۔ اس آیت میں قرض اور زکوٰۃ دونوں کو ایک ساتھ بیان کر کے تُقَدِّمُوا فرمایا گیا۔ جس سے زکوٰۃ کا پیشگی ادا کر چکنا ہی مطلوب ہے۔ تُقَدِّمُوا کے معنی کے لئے آیات (49/1، الحجرات) اور (13-58/12 مجادلہ) ملاحظہ ہوں اور مال دینے کا نتیجہ نقد موجود رہنا (2/261 بقرہ) میں دیکھیں۔ غلط انفاق کا نتیجہ (2/264 بقرہ)۔

(ط) اُدھر زکوٰۃ کی ادائیگی ہر فصل کے کاٹنے پر بھی مقرر کی گئی ہے (6/141، انعام) اور فصلیں ایک سال میں بہت سی ہوتی ہیں۔ پھر پھل روزانہ توڑے جاتے ہیں تو روزانہ زکوٰۃ دینا لازم ہوا۔ آیت میں پھلوں کا تذکرہ اس کا ثبوت ہے (6/141، انعام)۔ انگوروں، کھجوروں، زیتون، اناروں کی موسمیں بھی کئی ہوتی ہیں

(6/141،انعام)۔ لہٰذا ہر روز اور ہر لمحہ زکوٰۃ اور دیگر حقوق سے فارغ ہوتے چلنا قرآن کا حکم ہے۔کوئی مانے یا نہ مانے اس کا اختیار دیا گیا ہے۔مگر قرآن کے معنی میں سرمایہ دارانہ تصورات کا داخل کرنا قوت کے ساتھ روک دینے کا حکم ہے (8/60،انفال)۔زکوٰۃ ہی نہیں بلکہ مندرجہ بالا اور مندرجہ ذیل انفاق (طرح طرح سے خرچ کرنا) کو ہر نماز کے ساتھ ساتھ ادا کرتے رہنے والوں کو حقیقی مومن قرار دیا گیا ہے (8/3-4،انفال) اور مغفرۃ اور نفع رساں ہر رزق کو ان میں حصر کر دیا گیا ہے (8/4،انفال) زکوٰۃ کو ساتھ ساتھ ہر نماز پر ادا کر دینے میں جو لوگ مالی تنگی کا اندیشہ نہیں کرتے ان کی ہدایت کا وعدہ کیا ہے (9/18 توبہ)۔نماز کے ساتھ ہر قسم کے رزق میں سے تمام مقررہ مدوں میں خرچ کرتے رہنے کا تقاضا ہوتا رہا ہے (13/22 رعد) اور (14/31،ابراہیمؑ) وغیرہ اور اس پر عمل کرنے والوں کی مدح ہوتی رہی ہے (22/35 حج) جن لوگوں کو خدا کی طرف سے پوری زمین پر قابو ملے گا اُن کی چار خاص باتوں کا ذکر فرمایا 1۔نماز قائم کریں گے 2۔زکوٰۃ دیں گے 3۔مسلمات پر عمل کا حکم دیں گے 4۔اور خرابیوں سے روکیں گے۔(22/41 حج)

(ی) خرچ کی ایک مد یہ بھی رکھی جاتی ہے کہ جو شخص رسولؐ اللہ سے سب کے سامنے مگر راز کی بات کان میں یا تخلیہ میں کہنا چاہے وہ پہلے حسب ہدایت وحیثیت فلاح عامہ کے فنڈ میں صدقہ دے۔مگر اللہ نے بتایا کہ مسلمان حضرات اس پر عمل کی شرط سن کر ڈر گئے اور آئندہ وہ سیاسی ترکیب بند کر دی ۔ خدا نے بہرحال معاف کر کے نماز اور زکوٰۃ کی دوبارہ اجازت دے دی۔(13-58/12 مجادلہ)

(3) ہم نے جو نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ وصدقات کی ادائیگی کا مفہوم پیش کیا ہے اسکا ثبوت قرآن کریم سے دکھا دیا ہے۔یعنی ایک ایسی مثال پیش کر دی ہے

جسمیں دوران نماز زکوٰۃ دی گئی ہے (8/3-4، انفال) اور پھل توڑتے ہوئے فصلیں کاٹتے ہوئے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دکھا دیا ہے (6/141، انعام)۔ یہاں یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ نماز کا قیام خدا کے یہاں اس صورت میں قبول ہوتا ہے جب کہ نماز کو تمام اموال واملاک پر حاکم بنا دیا جائے اور لوگ اپنی خواہش کے مطابق نہیں بلکہ قیام نماز کو مدنظر رکھ کر خرچ کریں۔ یہ چیز آنحضرتؐ کے زمانہ ہی سے نہیں بلکہ ہمیشہ سے جاری ہے۔ چنانچہ حضرت شعیبؑ کے نظام پر اعتراض کرتے ہوئے اس وقت کے سرمایہ داروں نے کہا تھا کہ ''اے شعیبؑ کیا تیرے والی نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ:۔

(الف) ہم انہیں ترک کر دیں جن کی ہمارے آباؤ اجداد عبادت کیا کرتے تھے اور یہ کہ ہم اپنے اموال کو جہاں ہم چاہیں خرچ نہ کریں؟ تم تو یقیناً ٹھنڈی مار دینے میں پہنچے ہوئے ہو۔ (11/87 ھود)

(ب) حضرت شعیبؑ کا جواب یہ ہے کہ اگر تم مجھے میرے رب کی طرف سے ایک ثابت شدہ حقیقت پر عامل دیکھتے ہو؟ جس نے مجھے اس حقیقت پر عملدرآمد کی وجہ سے بے عیب سامان معیشت عطا کر دیا ہے۔ بھلا ایسی صورت میں کیسے یہ ارادہ کر سکتا ہوں کہ جس چیز سے تمہیں روکوں اسی کو خود اختیار کر لوں۔ میرا ارادہ تو اپنی استطاعت بھر پوری پوری اصلاح کا ہے۔ (11/88 ھود)

(ج) یہ سوال و جواب معاملہ کو بالکل واضح کر دیتے ہیں تو کھل کر معلوم ہو جاتا ہے کہ **نماز کا مطلب ہی اموال واملاک واخراجات پر کنٹرول ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنا ہرگز جائز نہیں ہے** اور یہ کہ اسی قسم کی نماز کو ایک **حقیقت ثابتہ** کہا جائے گا۔ جس سے یہ بے عیب قسم کا سامان معیشت فراہم ہو اسی کو اصلاح قرار دیا جائے گا اور اس کی خلاف ورزی سے فساد ہی فساد پھیلے گا۔ یہی بات کہی گئی تھی جب کہ سامان

معیشت کو مساجد سے حاصل کرنے (7/31،اعراف) کا نظام پیش کیا گیا تھا۔یعنی مساجد اور نماز دونوں وہ ذرائع ہوں گے جن سے رزق کی فراوانیاں وابستہ ہیں اوراسی عملدرآمد کی خلاف ورزی کرنے والے کا تذکرہ ہے جہاں آنحضرتؐ کے زمانہ کے نمازیوں کی مذمت کی گئی ہے۔ارشاد ہوا ہے کہ:۔

(د) کیاتم نے اس شخص کو دیکھاہے؟ جو ہرطرح سے مکمل دین کی تکذیب کررہاہے وہ وہی شخص ہے جو بے سہارا (یتیم) لوگوں کو دھتکار دیتاہے اورمساکین کے لئے خوراک کے انتظام میں حصہ نہیں لیتا ہے۔اس قسم کے نمازیوں کے لئے تباہی تیار ہورہی ہے جونماز کی ذمہ داریوں سے لاپرواہی کرتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو کہ صرف دکھانے کے لئے اسلام لاتے ہیں۔ یہ روزمرہ ضرورت کی چیزوں سے لوگوں کو باز رکھتے ہیں۔(107/1-7 ماعون)

(ہ) قرآن کریم کی ان چند مثالوں سے قطعی طور پر واضح ہوجاتاہے کہ <u>زکوٰۃ وصدقات وخیرات وخمس ودیگر تمام قسم کے اخراجات (انفاق) نماز کے ساتھ ساتھ اداہوتے رہنالازم ہیں</u>۔ورنہ وہ نماز اللہ کے نزدیک مردود ہے(2/177 بقرہ)اس کورسمی طور پرمنافقانہ نماز کہیں گے جو کہ تکذیب دین کا ثبوت ہوگی۔(2/177 بقرہ، 107/1-7 ماعون)

(و) ہم اپنے قارئین کو یہ بھی بتادینا ضروری سمجھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے نظام معیشت پر سوفیصد عمل کرنے والے بالکل اسی طرح اتباع کرتے تھے جیسا کہ قرآن کریم سے پیش کیا گیا ہے۔مگر وہ لوگ جو اس نظام کے خلاف منصوبہ رکھتے تھے اوراسلام کی قوت وحقانیت کے سامنے مجبوراً سر جھکا چکے تھے۔ان کو موقعہ دینے کے لئے سرکاردوعالمؐ نے ایسے بیانات دیئے ہیں جن سے اس قسم کے لوگوں کی سیاسی

چالیس پٹ کر رہ جائیں۔ چنانچہ وہ تمام احادیث جو مندرجہ بالا مفاہیم سے اختلاف کرتی ہوئی ملیں ان کو غلط نہ کہا جائے وہ صحیح ہیں۔مگر وہ سب ان لوگوں کے لئے ہیں جو کسی وجہ سے فوراً عملدر آمد کے لئے تیار نہ تھے۔آ گے چل کر اس کی چند صورتیں سامنے آنے والی ہیں جس سے ہر اس شخص کا قطعی اطمینان ہو جائے گا جو پرانی کھوپڑی سے سوچتا ہے اور سرمایہ دارانہ چشمہ سے دین کے احکام کو پڑھتا ہے پھر کافرانہ انداز میں عمل کرتا ہے۔اس سلسلے میں چند احادیث مناسب مقام پر پیش کی جانے والی ہیں جن کے بعد مسلمانوں کا ہر فریق مطمئن ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

(4) جس سرمایہ دارانہ تصور حیات پر آج کل عمل کیا جارہا ہے۔اس کے بانی اور منشائے قرآن کے خلاف منصوبہ تیار کرنے والے مسلم نما مقدس کافروں کا حلیہ، صفات اور کارنامے قرآن کریم سے ہماری کتاب **مواخذہ** میں پیش کئے گئے ہیں۔یہ لوگ پہلے نمبر پر قرآن کریم کے نافذ ہونے اور اسے بالکل کالعدم کرنے پر مصر رہے اور غالب آنے کی تمام کوششیں کیں (41/26 حم سجدہ) پھر ناکام ہو کر قرآن کی پالیسیوں میں سرمایہ داری کے تحفظ پر تبدیلی کی شرط لگائی (10/15 یونس) اور بالکل نیا یا دوسرا قرآن تیار کر لینے کا مشورہ دیا (10/15 یونس)۔مگر رسولؐ نے کہہ دیا کہ میں جو کچھ کرتا ہوں وہ وحی سے کرتا ہوں (10/15 یونس)۔قومی رائے اور مصلحت وغیرہ میرے لئے سند نہیں ہے (10/15 یونس)۔میری سابقہ وآئندہ زندگی کو اسی کے مطابق دیکھو گے (10/16 یونس)۔اس جواب نے مایوس کر دیا۔وہ لوگ رسولؐ کے انتقال کا انتظار کرنے لگے اور قرآن کے معنی اور طریقہ تنفیذ پر تبدیلیوں میں مصروف ہو گئے اور خود رسولؐ اللہ کا رخ سرمایہ داری اور دنیا داری کی طرف موڑنے کی تمام ٹیکنیک بر سر کار لے آئے۔مگر اللہ نے اس راز کو فاش کر دیا اور برابر خبردار کرتا رہا

(18/28-29 کہف)۔مگر یہ لوگ نہایت خاموشی سے اپنے اجتہادات کو سادہ لوح لوگوں میں پھیلاتے رہے (9/47 توبہ) اور عوام الناس کو عربی تحفظ پر ہم خیال بنا کر ایک مضبوط محاذ قائم کرلیا (5/52 مائدہ) اور اسلام کی کایا پلٹنے کا انتظار کرتے رہے ۔قرآن کریم نے اس کی اطلاع بھی دے دی تھی (3/144 عمران) (تفصیلات کے لئے ہماری کتاب مواخذہ دیکھیں) ایک روز آیا کہ انہوں نے عرب کی تمام کافرانہ صنعت کو اسلامی لباس پہنا کر حکومت کی قوت سے تمام مسلمانوں میں نافذ کر دیا اور جو خامیاں جلدی میں رہ گئی تھیں اُن کو بتدریج پورا کرتے گئے ۔ یہاں تک کہ ایک مکمل کافرانہ نظام اور طرز فکر نے قلوب اور اذہان میں اسطرح جگہ پکڑ لی کہ اس نظام کے مخالف مخالفت کے باوجود اِسی طرز فکر اور طریق کار کو اختیار کرنے پر مجبور رہے ۔صرف اتنا سا فرق رکھا کہ بعض چیزوں میں ناموں کا تبدیل کر دینا ضروری سمجھا مگر کام وہی رہے۔ اِس اسکیم سے نہ شیعہ بچ سکے نہ سُنی محفوظ رہے۔نہ جدید فرقہ سازوں نے اس بدترین چکر (دَآئِرَۃُ السَّوْءِ 9/98 توبہ، 48/6 فتح) کو سمجھا۔ کہ اس کے بانی مبانی وہ لوگ تھے جو رسوؐل اللہ کے زمانہ میں انفاق کو جرمانہ اور ڈانڈ سمجھتے تھے۔اُن خبیث سرمایہ داروں پر ہمیشہ سے اسلامی احکام گراں گذرتے چلے آئے۔کہیں انہوں نے مجتہدانہ نصیحت کی۔کہیں جنگ کی، کہیں صلح کی۔کہیں دب کر اسلام اختیار کیا۔کہیں آنحضرؐت کو زہر دیا۔کہیں اُنؐ کو اور انؐ کے قائم کردہ نظام کو تبدیل کیا۔اور اسی فکر کو مسلمانوں میں عام کر دیا۔اس طرزِ فکر سے جو شخص باہر نہیں نکلتا اسے قرآن ہرگز راہ راست پر نہیں رکھ سکتا۔وہ کوئی نظام بنائے اس کا کچھ بھی نام رکھے ایک روز تباہی مقدر ہے۔شیاطین اور اُن کی طرزِ فکر سے علیحدہ ہونا پہلی شرط ہے تب اصلاح مفید ہوگی ورنہ ہر اصلاح چند روز میں تخریب بنتی چلی جائے گی۔

(5) تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ:۔

لَاتُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا o (4/5 نساء) تمہارے وہ اموال جن کو خدا نے تمہاری بقا کا سامان بنایا ہے بے عقلوں کو نہ دو۔ البتہ اس مال میں سے اُن کے لئے سامان معیشت فراہم کرو اور اُن سے مسلمات عقلیہ کے مطابق وہ بات کرو جو مفید ہو (4/5 نساء)۔ **سُفَهَآ** میں ہر وہ شخص داخل ہے جو سامان معیشت پاس ہوتے ہوئے اسے مفید طریقہ پر استعمال نہ کر سکے۔ لہٰذا اس میں (1)۔ پاگل (2)۔ فاترالعقل (3)۔ ضعیفی کی بنا پر عقل کھو بیٹھنے والے (4)۔ کمسنی کی بنا پر معذور افراد (5)۔ دماغی بیماریوں میں مستقلاً یا عارضی طور پر مبتلا ہو جانے والا ہر شخص داخل ہے۔ سرمایہ دارانہ فکر سے ہٹ کر یہ سوچیں کہ مذکورہ بالا قسم کے لوگ کہیں آسمان سے نہیں اُتر آتے یہ لوگ اسی معاشرہ میں ہوتے ہیں۔ ان کے اعزہ، اقربا اور ماں باپ بھائی سب اُن کی دیکھ بھال خود کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ماں باپ سے زیادہ اچھا سلوک اور کوئی کر نہیں سکتا اور وہ روز اوّل سے اپنے متعلقین کو لباس و پوشاک بھی دیتے چلے آتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سوچیں کہ اس دنیا میں بے عقلوں کو دینا تو ایک طرف عقلمندوں کو بھی لوگ اپنا مال نہیں دیتے۔ ایسی صورت میں اس حکم کے کیا معنی ہیں؟ یہ کہ پاگلوں یا بچوں کو پیسے نہ دیا کرو؟ یہ بات تو ساری دنیا ہمیشہ سے جانتی ہے اور اس پر عمل کرتی چلی آتی ہے۔ پھر یہاں تو بڈھے ماں باپ بھی اس میں داخل ہیں۔ اس لئے کہ ایک زمانہ ایسا آتا ہے کہ وہ بڑھاپے کی وجہ سے علم و عقل سے بے بہرہ ہو جاتے ہیں (16/70 نحل) تو اس حالت میں اُن کو بھی اموال نہیں سونپے جاتے۔ چنانچہ اس کے جو بھی معنی کئے گئے وہ منشائے خداوندی نہیں بلکہ

منشائے سرمایہ داری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ تمام افراد جو کسی وجہ سے بھی عقل سے عاری ہوں ان کو ایسے ماہرین کی تحویل وتربیت میں رکھا جائے گا جو ایسے لوگوں کو ازسرنوعقل فراہم کرسکنے کی سند رکھتے ہوں ۔جو بالکل فارغ البال رہ کر اُن کی خدمت،تربیت،معالجہ اور مفید برتاؤ کر سکتے ہوں۔اُن کی ہر ضرورت پر اطلاع رکھتے ہوں اور پھر احسن طریقہ پر فراہم کر سکتے ہوں ۔لہٰذا مذکورہ بالا قسم کے افراد اور اُنکے ذمہ دار اسٹاف کے لئے مرکزی فنڈ سے خرچ ہوگا اور یہ مرکزی فنڈ سرمایہ داروں سے لیا جائے گا۔اسی لئے کہ معاشرہ کی ہر خرابی کے ذمہ دار وہی لوگ ہیں۔اگر انسان کو اسکی ضرورت کا ہر سامان وقت پر ملتا رہے بیماری تو ایک طرف موت بھی نہیں آ سکتی۔ موت تو انفرادی اور اجتماعی اطاعت کے اختیار میں دی جاسکتی ہے۔قوانین الٰہیہ کی خلاف ورزی ہی دراصل موت ہے۔چنانچہ سفہا (بے عقل لوگ) سامان معیشت کی موجودگی کے باوجود نہ خود پکا سکیں گے نہ کپڑے تیار کرسکیں گے اور نہ خود اپنی حفاظت کرسکیں گے۔اس لئے اس قسم کے تمام افراد کیلئے مرکزی انتظام ہوگا جو اُن کی صحیح نشوونما کا ذمہ دار ہوگا۔اس فنڈ میں ہر وہ شخص سرمایہ فراہم کرے گا جو متعلقہ شخص کی وراثت میں حصہ پاتا ہے یا جس کے ترکہ میں متعلقہ شخص حصہ پائے گا۔اس لئے کہ یہ ذمہ داری اُن ہی کی تھی (2/220 بقرہ) لہٰذا ان کے تمام املاک وسرمایہ حساب کر کے اس فنڈ کے حوالے کردیا جائے گا ۔ جو اُن کو پال رہا ہے (4/6 نساء) اس اسٹاف کا خرچ بھی ان ہی لوگوں کے ذمہ ہوگا (4/6-7 نساء) تاکہ اُن افراد کی پرورش، تعلیم وتربیت،نشوونما اور ترقی میں کسی قسم کا نقص وشبہ نہ رہنے پائے اور یتامیٰ وسُفہا کا مال غبن اور غصب اور تصرف سے محفوظ رہے۔یہ نظام معیشت ان تمام رشتہ داروں کو آزادی سے کاروبار کرنے میں مدد دیگا۔جنکے یہاں اندھے،لنگڑے،لولے،مایوس

العلاج مریض، گونگے بہرے اور ناقص الاعضا لوگ موجود ہوں (24/61 نور، 48/17 فتح، 6/50 انعام، 13/16 رعد، 35/19 فاطر) اس لئے کہ ناقص لوگوں کی تحویل نہ صرف ناقص کو ناقص رکھے گی۔ بلکہ صحیح وسالم لوگوں کی معیشت میں نقص وابتری پیدا ہوگی۔

50۔ السِّلْمِ اور اسلام کا فرق، صحابہ اور ازواج رسولؐ کی بھی رعایت نہیں، رسولؐ اور ایمان کی پوزیشن، بانیان سرمایہ داری، مومن کون ہے؟

سابقہ عنوان میں انفاق کی چند مدیں اور مختصراً وہ تمام افراد آگئے جو کسی نہ کسی طرح محتاج اور ناقص تھے۔ نوع انسان کے تمام نقائص اور ہر قسم کی احتیاج کو دور کرنا اور پھر ایسی راہ پر لے چلنا جو اُسے کمال کی منزل پر پہنچا دے انبیاء اور آئمہ علیہم السلام کا کام ہے۔ قرآن کریم کی رو سے اسلام اُس خدائی ضابطہ کا نام ہے جس پر یہ کائنات اور اِس کائنات میں موجود ہر مخلوق عامل ہے (3/83 عمران) خواہ وہ صاحب عقل واختیار ہو یا عام فہم زبان میں جاندار ہو یا بے جان ہو۔ خوشی سے عمل کرے یا فطری مجبوری کے تحت عمل کرے۔ یہ معلوم ہو چکا کہ کائنات کی تخلیق کی غرض تکمیل انسانیت ہے اور تکمیل انسانیت کے معنی ہیں۔ لامحدود حیات وقدرت۔ لہٰذا اسلام کے مطابق زندگی کے معنی خود بخود لامحدود حیات وقدرت کی فراہمی اور حصول ہوتے ہیں۔ اسلام کی وسعت اور ہمہ گیری یہاں تک جاتی ہے کہ صرف خدا کو ایک مان لینے والے شخص کو وہ تمام رعایات دینا ہوں گی جو ایک مقدس مومن کو ملتی ہیں۔ دل میں کفر ونفاق چھپائے رکھنے والے شخص سے بھی تعارض نہیں کیا جا سکتا اگر وہ بظاہر توحید ونبوت وقیامت کا اقرار کرتا ہو اور اِن تینوں کا اقرار تقریباً تمام مذاہب اور تمام عقلا کرتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہے کہ سودخوروں کو مومن کہا گیا۔ ان لوگوں کو مومنین کہہ کر

مخاطب کیا گیا جو ابھی حقیقتاً اللہ اور رسولؐ پر ایمان نہ لائے تھے۔ پھر جنابِ ختمی مرتبتؐ کے زمانہ کے مومنین کو یہ بھی کہا گیا کہ:۔

(الف)۔ یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْافِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ۔اَے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو۔تم سب کے سب السِّلْم میں داخل ہو جاؤ(2/208 بقرہ) یہاں السِّلْمِ سے اسلام مراد لینا غلط ہے۔ اسلئے کہ اس طرح بلا کسی قرآنی داخلی دلیل کے تمام مخاطب صحابہ کے ایمان کی نفی ہو جائے گی اور ماننا پڑے گا کہ اس آیت کے مخاطب نہ مسلمان تھے۔ نہ ایمان لائے تھے۔ اور یہ بدیہات کے خلاف ہے۔ اس وقت ہزاروں مومن موجود تھے۔لہٰذا یہاں السِّلْمِ سے اسلام مرادنہیں لیا جا سکتا۔سِلْم کے معنی ہیں دو یا زیادہ چیزوں کو موافقت پیدا کرنے والا۔ اختلاف اور وجہ اختلاف کو رفع کرنے والا تصادم اور مزاحمت کو دور کر کے تائید کرانے والا۔ یعنی نتیجتاً بقاو قدرت یا سلامتی اور لامحدود اختیارات عطا کرنے والا نظام۔ پھر کَآفَّۃً سب کے سب کہنے سے ثابت ہوا کہ کچھ لوگ اس نظام میں داخل تھے۔ مگر کثرت الناس یا مومنین کی کثرت ابھی اس نظام توافق وسلامتی میں داخل نہ ہوئی تھی۔ اس لئے کہا گیا کہ چند ایک نہیں بلکہ تم سب کے سب اسی میں داخل ہو جاؤ۔ معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کی پیش کردہ تعلیمات واصول کو سرسری طور پر مان لینے والے اور مخالفت ترک کر دینے والے لوگ دائرہ اسلام میں داخل سمجھے جاتے تھے۔ پھر اطاعت کے تناسب سے ان کے ایمان کے مختلف مدارج ہوتے تھے۔اس کے باوجود یہ لوگ السِّلْمِ سے باہر سمجھے جاتے تھے۔یعنی ہر مسلم ومومن السِّلْمِ میں داخل نہ تھا۔لیکن السِّلْمِ میں جو لوگ داخل تھے۔ وہ سب مسلم بھی تھے اور مومن بھی تھے۔ لہٰذا ہر مومن ومسلم ومجاہد ومہاجر وانصار وحاجی ونمازی وغیرہ مخاطب کیا گیا اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ سب کے سب اسی

نظام میں داخل ہوجائیں ورنہ وہ لوگ باوجود اسلام وایمان وعبادات کے شیطان کی اتباع کرنے سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ آیہ مبارکہ (2/208بقرہ) یہ بھی کہتی ہے کہ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ O(2/208بقرہ) شیطان کے قائم کردہ منصوبہ کی قدم بقدم اتباع نہ کرووہ تمہارا آزمودہ اور کھلا دشمن ہے (2/208بقرہ) بات واضح ہوگئی کہ جو شخص بھی السِّلْمِ سے باہر رہ جائے گا وہ شیطانی منصوبہ پر عمل کرنے والا ہوگا۔ اس آیہ مبارکہ پر پورا پورا غوروفکر کریں اور سوچیں کہ نزول قرآن کے زمانہ کے لوگوں کا تذکرہ ہورہا ہے۔ جن کو ہم سب صحابہ رسولؐ کہتے ہیں۔ ان کے نام کو رضی اللہ عنہم کے بغیر زبان پر لانا بے ادبی سمجھتے ہیں۔ اُن کی بھی رعایت نہیں کی جارہی ہے۔ وہ حضرات ایک طرف تو توحید ونبوت وقیامت پر ایمان لاچکے ہیں۔ دوسری طرف نماز بجالاتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں۔ تہجد گذار ہیں حج اور قربانی کررہے ہیں۔ جہاد میں مصروف ہیں مقدور بھر روپیہ خرچ کرتے ہیں اور اسلام کی اسی قدر تعریف کی گئی ہے۔ یعنی ان عقائد اور اعمال کے بجالانے والا ہر شخص پکا مسلمان اور مومن کہلاتا ہے۔ مگر اس سب کے باوجود یہ السِّلْمِ کوئی ایسی چیز ہے کہ اگر یہ لوگ اس میں داخل نہ ہوں تو ان کا اسلام وایمان ناقابل قبول ہے اور انہیں شیطان کے پیرو قرار دیا گیا ہے۔ اس پر غوروفکر لازم ہے مگر تعجب نہ کریں اس لئے کہ یہ فیصلہ اُسی اللہ کا ہے اور اُسی قرآن میں ہے۔ جس نے ضرورت مندوں اور مساکین کو مستغنی کرنے والا نظام میں حصہ نہ لینے والوں اَرَءَيْتَ الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالدِّیْنِ O فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ O وَلَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ O(107/1-3 ماعون) کو پورے دین کی تکذیب کرنے والا فرمایا تھا۔ پھر یہ دیکھیں کہ السِّلْمِ میں داخلہ کا حکم دینے سے پہلی آیت میں اس

ذہنیت کا تذکرہ فرمایا ہے جو السِّلۡم میں داخلہ کا معیار ہے۔ یعنی اپنے اموال واملاک اپنی اولاد واعزہ حتّٰی کہ اپنی جان تک کو اللہ کے ہاتھوں فروخت کر کے اللہ کی رضامندیاں خرید لینا (2/207بقرہ) اوراس سے پہلی آیت میں ابلیسی نظام اورطرزحکومت ومملکت کی مذمت کی ہے اور بتایا ہے کہ اس سے پوری زمین پر فساد وہلاکت وتباہیاں پھیل کررہ جائیں گی (2/205بقرہ) اوراس سے بھی پہلی آیت میں ابلیس کے بہت بڑے نمائندے کی ذہنیت کو واضح کیا ہے۔ جس کا سرمایہ دارانہ اوردنیادارانہ منصوبہ اسلامی رنگ میں خود رسوؐل اللہ کو متعجب کرتا رہتا ہے جو اسلام کے ہراصول وفروع کی ایسی تعبیریں کرتا ہے جو سرمایہ داری پر منتج ہوں اوران مطالب پر وہ رسوؐل اللہ سے بحث ومناظرہ کرتا رہتا ہے اوراپنے استنباط پر خدا کو گواہ بناتا ہے اوررسوؐل اللہ کی تنفیذ وطریقہ میں غلطیوں کا امکان بتاتا ہے(2/204بقرہ) آگے چل کر اِسی کے طرزحکومت کو ہلاکت کا منبع قرار دیا(2/205بقرہ) ابلیسی نمائندہ کو جب رسوؐل اللہ، خدا سے ڈرنے کیلئے کہتے ہیں تو اسے سرمایہ دارانہ بزرگی تقویٰ سے باز رکھتی ہے۔ اسلئے اس منصوبے کو اس کیلئے جہنم کی تمہید بنادیا گیا(2/206بقرہ)۔

(ب)۔ یہ ذہنیت ان ماہرین اقتصادیات اورسرمایہ داروں کی تھی جنھوں نے آنحضرؐت کی ابتدائی تعلیمات ہی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ اسلام کے دائرہ میں پناہ لئے بغیر سرمایہ داری کی حفاظت ناممکن ہوجائے گی۔ چنانچہ انہوں نے سبقت کی۔ ادھر اوّلین وسابقین میں مقام بلند کی فکر کی اور اِدھر اپنی سیاست اوربصیرت کو بتدریج ہر مسئلہ میں داخل کرنا شروع کیا۔ قرآن اورخالص قرآن کو راہنما کہہ کر متشابہاتِ قرآن پر اپنے نظام کی تعمیر شروع کی۔ وہ رسوؐل اللہ کو صرف وحی پہنچانے سے زیادہ پوزیشن نہ دیتے تھے۔ عوام الناس میں اوراپنے خواص میں ایک خودتراشیدہ اسلام نما مذہب پھیلانا

شروع کیا۔اس مذہب اوراس کے بانیوں سے بچانے کے لئے السِّلم میں داخلہ لازم کیا گیااور بتایا گیا کہ جوالسِّلم میں داخل نہیں ہوتا وہ نہ مسلمان ہے نہ مومن ہے۔ بلکہ ابلیس کا پیرو ہے اوراس سلسلہ میں صحابہ کی بھی رعایت نہیں کی گئی ۔صحابہ تو صحابہ تھے اس معاملہ میں ازواج رسوؐل تک کو متنبہ کیا گیا اورصاف الفاظ میں کہہ دیا گیا کہ اگر تمہیں سرمایہ دارانہ زندگی مطلوب ہے تو ہمارے لئے یہ بالکل آسان ہے کہ تمہیں زوجیت سے خارج کرکے رخصت کردیں (33/28،احزاب) اوراگر تمہیں اللہ ورسوؐل کے ساتھ سرمایہ داری کے خلاف محاذ میں شامل رہنا ہے تو پھر تم میں سے جوکوئی احسان کرنے میں زندگی گذارے گی اس کے لئے عظیم درجات مقدر ہیں (33/29،احزاب)اورتم میں سے جوکوئی کھلی ہوئی فاحشہ بنے گی اس کے لئے ڈبل عذاب کا ملنا بھی طے شدہ ہے(33/30،احزاب) یہ نہ سمجھنا کہ ہم رسوؐل اللہ کی ہم صحبت اورازواج ہیں ہمارے لئے تمہیں عذاب دینا مشکل نہیں ہے (33/30،احزاب)تم میں سے جوکوئی سروقد فرماں برداری کرےاورعمل صالح بجا لاتی رہے گی ۔اس کو ڈبل جزا ملے گی اوراسے رزق کریم میں شامل کرلیا جائے گا (33/31،احزاب)اے نبیؐ کی ازواج تم اگرتقویٰ کواپنا معمول بنالواورلوگوں سے ایسی نرم نرم باتیں کرنا چھوڑ دو جوقلبی بیماری رکھنے والوں کو لالچ دلاتی ہیں اوراسکے بجائے اس طرح گفتگوکیا کرو جوعورتوں کے شایان شان ہے تو تم عام عورتوں سے بلند مرتبہ شمار ہوں گی (33/32،احزاب) یہی نہیں بلکہ اپنے گھر کی چاردیواری میں رہنا اختیار کرلواورعربوں کے کافرانہ نظام کی طرح اپنا بناؤ سنگھار دکھانا بند کردو پھر نماز پڑھنا اورزکوٰۃ دینا شروع کرواوررسوؐل کی اطاعت کو مطلقاً اختیار کرلو۔تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ کے یہاں اہلبیتؑ وہ ہیں جن کو خدانے پاک اور پاک کرنے

والا بنادیا ہے (33/33،احزاب) لہٰذا جو کچھ اہلبیتؑ تمہارے گھروں میں پڑھتے
ہیں وہ آیات وحکمت ہیں ان کا تذکرہ جاری رکھو (33/34،احزاب) اور سمجھ لو کہ تم
میں سے جن محسنات (احسان کرنے والوں) کے لئے اجر عظیم مقرر کیا گیا ہے
(33/29،احزاب) ان کو پہلے نمبر پر اسلامی قوانین کو تسلیم کرنا ہے۔ نمبر 2۔ پھر ان
قوانین کے نتائج پر ایمان رکھ کر عملاً نتیجہ برآمد کرنا ہے۔ نمبر 3۔ اس کے بعد تمام
احکامات کو بلا چوں و چرا بجالانا ہے۔ نمبر 4۔ پھر اسلامی نظام کی تصدیق اپنے اعمال
سے کر کے دکھانا ہے۔ نمبر 5۔ اور نتیجہ برآمد ہونے تک دل برداشتہ ہوئے بغیر عمل
پیرا رہنا ہے۔ نمبر 6۔ خدا اور رسولؐ کے احکامات میں اپنی ذات کو گم کر دینا ہے۔
نمبر 7۔ اور اسلام کے نظام معیشت پر اپنے اموال ونفوس کو ترجیح نہیں دینا ہے۔
نمبر 8۔ ضرورت پڑنے پر روزے رکھ کر دن گذارنا ہیں۔ نمبر 9۔ اپنی شرم گاہوں کی
حفاظت کرتے رہنا ہے۔ نمبر 10۔ پھر تذکرہ خداوندی کثرت سے جاری رکھنا ہے
(33/35،احزاب) تب جا کر عظیم درجات کی امید رکھنا (33/35،احزاب)۔
ایسے ہی مومن ومومنات کی مغفرت کا وعدہ ہے۔

(ج)۔ قارئین غور فرمائیں کہ کیا آج اسلام کا دعویٰ کرنے والوں میں یہ صفات
بطور عادت موجود ہیں؟ اسی آخری آیت (33/35،احزاب) میں نماز کا تذکرہ
نہیں ہوا۔ 2۔ حج کا حکم موجود نہیں ہے۔ 3۔ زکوٰۃ وخمس کا تقاضہ نہیں ہے۔ 4۔ جہاد کو
شامل نہیں کیا گیا ہے۔ کیا اسکے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ یہ چاروں عبادتیں غیر ضروری
ہیں۔ ہرگز نہیں ان کی عدم موجودگی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آیت مذکورہ بالا
(33/35،احزاب) ازواج رسولؐ کے اعمال وعقائد کی تفصیل ہے۔ چونکہ
مستورات پر جہاد واجب نہیں۔ اس لئے تذکرہ نہ ہوا۔ حج کرنے کیلئے گھر سے نکلنا

ہوگا ۔جس کی ممانعت ہوگئی (33/33،احزاب) گھر میں رہنا لازم ہوا لٰہذا حج کا تذکرہ نہ ہوا۔ رہ گئی نماز اور زکوٰۃ اس کا پہلے حکم مل چکا تھا (33/33،احزاب) اسلئے اسے دوہرانا ضروری نہ تھا۔اس تمام تفصیل کے بعد یہ بتایا گیا کہ:۔

اللہ ورسولؐ کا حکم جاری ہوجانے کے بعد کسی مومن اور مومنہ کو اپنے ذاتی معاملات میں بھی کسی قسم کا اختیار نہیں رہتا اور جو کوئی اپنے ذاتی امور میں اختیارات استعمال کرے، اللہ ورسولؐ کی نافرمانی کرے وہ یقیناً گمراہی کی انتہا تک پہنچ گیا (33/36،احزاب)۔ یہی مطلب تھا جب خدانے آنحضرتؐ کو تمام مومنین کی جانوں پر اُولیٰ قرار دیا تھا (33/6،احزاب) تاکہ واضح ہوجائے کہ مومن صرف وہ لوگ ہیں جو ہر ہر معاملہ میں اللہ ورسولؐ کے حکم سے عمل کرتے ہیں اور بلا اُن کی رضامندی کے کوئی کام نہیں کرتے ۔اسی سلسلے میں اللہ نے اپنی قسم کھا کر فرمایا کہ وہ لوگ ہرگز ہرگز مومن نہیں ہوسکتے جو اپنے آپس کے تمام معاملات میں رسولؐ کو آخری فیصلہ کرنے والا نہیں بناتے اور انؐ کے فیصلوں پر اپنے دل میں ناگواری محسوس کرتے ہیں اور جس طرح تسلیم کرنے کا حق ہے اسی طرح نہیں مانتے (4/65 نساء) حد یہ ہے کہ اگر ان کو کہا جائے کہ مرجاؤ یا یہ کہ اپنے شہروں سے نکل جاؤ تو انہیں تعمیل کرنا چاہیئے (4/66 نساء) ایسی اطاعت کرنے والوں کو ثابت قدم کہیں گے (4/66 نساء) ان کو اللہ کی طرف سے اجرِ عظیم ملے گا (4/67 نساء) ایسے مطیع افراد کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کی جائے گی۔(4/68 نساء)

(د)۔ ان آیات سے ثابت ہوجاتا ہے کہ اُس وقت کے مسلمانوں میں ایسے لوگ موجود تھے جو رسولؐ اللہ کے ان وسیع اور ہمہ گیر اختیارات کو تسلیم نہ کرتے تھے ۔اسلئے اللہ نے ان اختیارات کی تفاصیل بیان کیں اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو

ایمان سے خارج کر کے گمراہ قرار دیا (33/36،احزاب) اور ہر ہر معاملہ میں ان کو حاکم نہ ماننے یاماننے مگر دل تنگ ہوکر ماننے والوں کے ایمان کی نفی کردی (4/65 نساء) ایسے لوگوں کومومن کہہ کر یہ بتا دیا کہ یہ لوگ منافق نہ تھے۔ بلکہ مومن تھے۔مگران لوگوں نے اپنی بصیرت اورسوجھ بوجھ سے اپنا اسلام خود بنالیا تھا۔ یہ اُس خودساختہ یامجتہدانہ طریقہ استنباط سے گھڑے ہوئے اسلام کے مومن تھے۔ چنانچہ ان سے کہا گیا کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ... الخ (57/28 حدید) اَے وہ لوگوں جو ایمان لا چکے ہواللہ سے ڈرواوراُس کے رسوؐل پر بھی ایمان لاؤ۔(57/28 حدید)

یعنی وہ لوگ اللہ، رسوؐل اور قیامت پر جو ایمان رکھتے تھے وہ قابل قبول نہ تھا۔ اسلئے دوبارہ حکم دیا گیا ۔ چونکہ یہ لوگ وہی ہیں جو ایک دوسرا قرآن تیار کرانا چاہتے تھے۔یا کم ازکم اِسی قرآن میں سرمایہ داری کومحفوظ رکھنے کیلئے تبدیلیاں چاہتے تھے (10/15 یونس) لیکن مایوس ہوکر آخر مسلمانوں میں شامل ہوگئے اور طے کرلیا کہ اب یہ تبدیلی محض معنی اورطریقہ تفہیم ہی میں ہوسکے گی ۔لہٰذاان کا ایمان بالکتاب بھی مقبول نہ تھا۔ چنانچہ ان سے کہا گیا کہ:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ....الخ اَے وہ لوگو جوایمان لا چکے ہوتم اللہ رسوؐل اور قرآن پرایمان لاؤ اور سابقہ کتابوں پر بھی ایمان لاؤ۔(4/136 نساء) یہ ماہرین حضرات ہرمنٹ پرایمان بدلتے رہتے تھے۔یعنی ابھی ایک آیت کے کچھ معنی کئے ذرا سا غور کیا تو پھر دوسرے معنی کر لئے (4/137 نساء) یہی وہ کفروایمان کا طریقہ ہے جس سے اسلام کے سمجھنے میں سینکڑوں مختلف فرقے پیدا ہوئے تھے۔

(ہ)۔ آپ نے باربار اورطرح طرح سے دیکھا کہ آنحضرتؐ کو تقسیم سامان معیشت ہی پرنہیں بلکہ مومنین کی جانوں تک پر پوراپورا اختیار دیا گیا ہے انؐ کے فیصلوں کو آخری فیصلہ قرار دیا گیا۔ انؐ کے سامنے یادل کے اندر خفیہ چوں وچرا کرنا اسلام سے خارج کردیتا ہے مگر محافظین نظام سرمایہ داری ہمیشہ اعتراض کا پہلو ڈھونڈ ھتے تھے۔ کہا تو یہ گیا تھا کہ رسوؐل اللہ جو کچھ دے دیں وہ لے لیا کرو۔ جو نہ دیں اس پر تعارض نہ کرو (59/7 حشر) جس چیز سے منع کریں باز رہا کرو (59/7 حشر) انؐ کے فیصلوں پردل میں بھی گرانی محسوس نہ کرو (4/65 نساء) حکم مل جانے کے بعد تمہیں کسی قسم کا اختیارنہیں رہتا (33/36، احزاب) مگر یہ لوگ الزام تراشیاں کرتے ہیں (9/58 توبہ) حالانکہ رسوؐل ان کو اطاعت کی شرط پر مالا مال کرنے کی فکر میں ہے (9/59 توبہ) ان کو بتایا گیا تھا کہ رسوؐل کا کوئی قول وفعل وحی خداوندی کے خلاف نہیں ہوسکتا (6/50، انعام) وہ ہرگز مشیتِ خداوندی کے خلاف عمل نہ کریں گے (76/30 دھر) وہ ہر بات وحی کے ذریعے کرتے ہیں (53/3-4 نجم) اور اسکے برعکس باقی انسانوں کا حال یہ ہے کہ وہ ایک چیز کو صحیح سمجھتے ہیں لیکن وہ غلط نکلتی ہے (2/216 بقرہ) اور جسے غلط سمجھ لیتے ہیں وہ مفید ثابت ہوتی ہے۔ ان میں سے بہت سے ماں باپ لاشعوری میں اولاد سے اوراولاد ماں باپ سے دشمنی کرگذرتی ہے (64/15-18 تغابن)۔ پھر رسوؐل کی حالت یہ ہے کہ فلاح بنی آدم کیلئے اپنی جان اورصحت کی فکرنہیں کرتے (18/6 کہف)، (26/3 شعراء)۔ انہیں خدانے اُمت کیلئے مجسم حلم بنایا ہے (3/159 عمران) اُمت کی نجات کیلئے جان دینے پر تلے رہتے ہیں (35/8 فاطر)۔ بنی نوع انسان کو اعلیٰ مدارج تک لیجانے میں بڑے حریص کہلائے (9/128 توبہ)۔ ان کے اعضا کو مجسم خیر قرار دیا گیا (9/61 توبہ)

انہیں مجسم رحمت مان لیا گیا (9/61 توبہ) اور تمام عالمین کیلئے رحمت ہونے کی سند دیدی (21/107، الانبیآء) اور اللہ نے ان کی رضامندی یا رحمت کو خود پر واجب کر لیا (6/12، انعام)۔ آپؐ کے فیوض کو تمام مخلوقات تک وسیع کر دیا (40/7، المومن) ان صفات کی بنا پر یہ فرمایا گیا تھا کہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (33/6، احزاب) <u>یہ نبیؐ تمام ایمان لانیوالوں کی جان سے بڑھ کر ہیں اور اگر ایمان لانے والوں میں سے کوئی بھی اپنے والدین کو یا اولاد یا بھائیوں کو یا بیویوں کو یا اہل قبیلہ کو یا اپنے اموال و تجارت کو یا اپنے مکان اور جائیدادوں کو رسولؐ اللہ پر ترجیح دے۔ یا ان سے زیادہ ان اعزہ و اموال کو محبوب تر رکھے تو وہ شخص باوجود ایمان و عبادات کے فاسق ہے۔ اور اسے خدا کے عذاب کا منتظر رہنا چاہئے</u>۔ (9/24 توبہ)

ایسی ہی ہستی کیلئے کہا گیا کہ ھٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْاَمْسِکْ بِغَیْرِ حِسَابٍ O (38/39 ص) یہ سب کچھ ہمارا عطیہ ہے اس میں جتنا مناسب خیال کرو فائدہ پہنچانے کیلئے انعام دو یا اپنے پاس روک لو تم پر کسی قسم کا حساب نہیں ہے۔

(و)۔ یہاں تک کئی مرتبہ ثابت ہو چکا کہ ہر نبیؑ عموماً اور آنحضرتؐ خصوصاً پوری کائنات کے مالک ہیں۔ ہر انسان اور اس کی تمام ملکیت سرکار دو عالم کی ہے۔ لیکن ہر شخص کو اس کی ملکیت کا مالک تسلیم کر لیا گیا اور طرح طرح سے سمجھانا شروع کیا گیا اگر وہ چاہتے تو حکمیہ تمام اموال و املاک کو ضبط کر لیتے اور یہ حق ہوتا۔ لیکن تدریجی احکامات دیئے۔ ضرورت مندوں کی طرف سے اپیلیں کیں تا کہ لوگ غربا کے حقوق کا خیال کریں اور آزادانہ اپنی دلی رضامندی کے ساتھ انہیں ان کے حقوق دے کر ثواب دارین حاصل کریں جو زبردستی اور جبر کی صورت میں ان کو نہ ملتا۔ اِس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ پوری کائنات کا مالک اللہ ہے۔ اللہ کا حکم تو مان لینا چاہئے تھا اس

نے مالک وخالق ہوتے ہوئے یوں اپیل کی کہ:۔

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَھُمۡ وَاَمۡوَالَھُمۡ بِاَنَّ لَھُمُ الۡجَنَّۃَ

(9/111 توبہ) حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے المومنین یعنی تمام مومنین سے جنت کے بالعیوض ان کی جان ومال خرید لئے ہیں"۔یعنی جتنے مومن ہیں ان کی جانیں اوران کی ملکیت کی ہر چیز اب ان کی نہیں ہے اور جب ان کی نہیں ہے تو ان کو نہ اپنی جان پر اختیار ہے نہ اموال واملاک کے خرچ کرنے میں وہ مختار ہیں۔ ان کی جانوں اوراملاک کو اللہ ورسوؐل جس طرح چاہیں اور جہاں چاہیں اور جب چاہیں اور جتنا چاہیں خرچ کرنے میں مطلقاً مختار ہیں اوراس کے برعکس جنت اب مومنین کی ملکیت ہے اس پر اللہ کو اب کوئی اختیار نہیں ہے۔ وہ مومنین کے ہاتھ فروخت ہوچکی ہے مومنین اب مختار ہیں کہ جنت کو جس طرح چاہیں اور جہاں چاہیں اور جب چاہیں اور جتنا چاہیں خرچ کریں۔ بیع وشریٰ کے بعد یہی طریقہ ہے اور بیع وشریٰ خود اللہ نے کی ہے اسی اصول پر جو سچ مچ کے یعنی حقیقی مومنین ہیں وہ اللہ کے راہ میں قتل کرنے اورقتل ہوجانے کی پرواہ نہیں کرتے۔انہیں یہ فکر ہی نہیں ہوتی کہ موت ان پر گرے گی یاوہ موت پر گریں گے اسلئے کہ:۔

وَعۡدًا عَلَیۡہِ حَقًّافِی التَّوۡرٰۃِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ وَالۡقُرۡاٰنِ (9/111 توبہ)

قرآن کریم،انجیل شریف اورتوریت میں یعنی ہر منزل من اللہ کتاب میں یہ وعدہ اسی طرح حقیقت کو ثابت کرتا رہا ہے۔ بات واضح ہے کہ ایسے مومنین اور یہ جانفروشی کا وعدہ باقاعدہ رجسٹرڈ ہیں کوئی نئی بات نہیں ہے لہٰذا خدا کی طرف:

مَنۡ اَوۡفٰی بِعَھۡدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡابِبَیۡعِکُمُ الَّذِیۡ بَایَعۡتُمۡ بِہٖ وَذٰلِکَ ھُوَالۡفَوۡزُالۡعَظِیۡمُO(9/111 توبہ)

جو کوئی اپنے اس عہد کو اللہ کے لئے پورا کرے تو ایسے سرفروشوں کو اپنی اس خرید وفروخت پر آپس میں ایک دوسرے کو مبارک باد اور بشارت دینا چاہئے۔ کیوں کہ عظیم کامیابی درحقیقت وہی ہے جو ان جانفروشوں نے حاصل کی۔''

یہاں رک جایئے اور ان مومنین کا پتہ لگائے بغیر یقیناً آگے نہ بڑھئے جنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا اور خدا نے ان سے معاہدہ کیا تھا اور یہ عہد کم ازکم توریت کے نزول سے پہلے ہوا تھا اور توریت وانجیل وقرآن میں برابر مذکور چلا آرہا ہے ان کے نام علما سے معلوم کیجئے توریت وانجیل وقرآن کی وہ آیات معلوم کیجئے جہاں ان مومنین کے عہد اور مقاصد کا تذکرہ ہوا ہے اور اس کے بعد اگلی آیت ملاحظہ ہو جہاں اللہ نے ان مومنین کی چند اور صفات کا تذکرہ فرما کر انہیں متعین کیا ہے۔

فرمایا گیا کہ وہ لوگ ایسے ہیں کہ:۔''حق پر قائم رہنے کے لئے اپنی اصلاح کرانے کی غرض سے اللہ کی طرف بار بار لوٹتے ہیں (اَلتَّآئِبُوْنَ)۔ ہر طرح کی عبادت بجالانے والے، ہر قسم کی حمد کرنے والے، ہر طرح کی سیاحت کرنے والے۔ ہمہ قسم کے رکوع کرنے والے ہیں۔ مخصوص سجدہ کرنے والے ہیں، مسلمات کے نافذ کرنے والے، برائیوں سے روک دینے والے اور ہر حال میں اللہ کی قائم کردہ حدود (قانون وسزائیں) کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اَے رسولؐ ان مومنین کو تم بھی بشارت دے دو۔(سورۃ التوبہ۔9/112)

بتایئے اور معلوم کیجئے کہ وہ مومنین جن سے یہ اعمال مسلسل وپیہم متعلق ہیں کون کون ہیں؟ پھر یہ معاہدہ بیع وشرا جب سے ہے جبھی سے یہ اعمال وصفات ان میں موجود ہیں۔ کیا ایسے ازلی مومنین معاذ اللہ کسی وقت بھی کافر وکفر نواز ہو سکتے ہیں؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اب یہ بتائیے کہ جب ان آیات کی روسے مومنوں سے یہ خرید وفروخت کا معاملہ طے ہوگیا تو اس کے بعد جو لوگ مومن ہونے کا دعویٰ کریں اور اپنی تمام املاک واموال واولاد اور جان کو اپنے قبضے میں رکھیں روروکرزکوٰۃ دیں۔طرح طرح کے حیلے بہانے کریں،جان دینے کا وقت آئے تو بھاگ کھڑے ہوں (9/25 توبہ) اور رسوؐل اللہ آوازیں دیتے رہ جائیں (3/153 عمران) اور وہ پلٹ کر بھی نہ دیکھیں (3/153 عمران) لوٹ مار میں سب سے آگے رہیں (3/152 عمران) (8/67،انفال)، جب دل چاہے شیطان کی آغوش میں پناہ لے لیں (3/155 عمران) اور کافروں میں مل جائیں (3/156 عمران) ہر وقت رسولؐ سے رعائتیں طلب کرتے رہیں (2/104 بقرہ) اسلام کو کفر سے بدلنے کے لئے طرح طرح کی تاویلیں اور سوالات کرتے رہیں (2/108 بقرہ) تاکہ اہل کتاب کی طرح اسلام کو غلط لباس پہنا سکیں (2/108 بقرہ) منافقوں کے منصوبے کی تائید کرنے کے لئے دوگروہ بنالیں ایک جھوٹی مخالفت کرے اور دوسرا تائید کرے (4/88 نساء) اور شروع سے لے کر آخر تک ان کو ولی ،اولی الامر یا حاکم سمجھیں اور اس سلسلے میں کوشاں رہیں کہ وہ دوسرے مسلمان بھی ان کو حاکم بنالیں (4/89 نساء) حالانکہ ان کی حکومت کے لئے کوشاں رہنے کی ممانعت ہوتی رہی (4/89 نساء)۔نہ منافق بنیں نہ مومنین میں شامل ہوں بلکہ ایک نیا مذہب بنا کر اس پر چلتے رہیں (4/142-143 نساء)۔ یہ ہیں وہ مسلمان جنہوں نے پہلے ہی دن سے نظام سرمایہ داری کی حفاظت کے لئے رسوؐل اللہ کے سامنے سر جھکا دیا تھا اور ایک روز اسلام کے ہر مسئلہ کو سرمایہ دارانہ بنا کر رکھ دیا تھا۔عجمی سازش کا رونا رونے والے مفکرینِ قرآن سے کہو کہ حقائق کا سامنا کریں۔ ہماری کتاب ''**مواخذہ**'' پڑھیں

قرآنی بیانات کی تصدیق کریں اوراس عربی سازش پرغوروفکر کریں جس کی ہر تفصیل قرآن کریم میں محفوظ ہے۔ سازشین کے حلیے، عادات، نام اوران کے تمام منصوبوں کے اجزاء تک تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ اُن سے کہیں کہ کب تک ڈنڈے کی طاقت سے لوگوں کا منہ بند رکھو گے؟ کب تک دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکو گے۔ یادرکھو مومن مومن ہے اور کافر کافر ہے۔ پردے ڈالنے سے مذہب خراب ہوسکتا ہے حقائق نہیں بدل جاتے۔ ان کو بتادو کہ بادشاہوں کے پجاریوں کا وقت ختم ہوگیا ہے۔ رئیس اوراغنیااب نظروں سے گرچکے ہیں۔ اب غربا اورعوام کا دورشروع ہورہا ہے اورتم بالکل اپنے سرمایہ دار رہنماؤں کی طرح کبھی کمیونزم کے لیڈر بن جانے کیلئے کاغذ کالے کرتے ہواورکبھی سوشلزم پراسلامی ٹھپہ لگانے کی کوشش کرتے ہو۔ یہ چارسوبیسی اب چلنا مشکل ہے۔ میدان آئے حواریان عیسیٰؑ اورصحابہ محمد مصطفیٰؐ کی طرح اپنا سب کچھ غربا کے نام بینک میں جمع کیجئے۔ رقاصاؤں کے ڈانس کی جگہ غربا کے بچوں کا بھوک سے تڑپنا دیکھئے۔ انڈوں کی جگہ پیاز سے روٹی کھایئے قورمے چھوڑیئے اورچنے کھایئے۔ مل مزدوروں کے ساتھ محنت کیجئے تاکہ نازک ہاتھوں اورکلائیوں میں جان آجائے اورکل غربا کی طرف سے نہ سہی اپنا خوددفاع تو کرسکیں۔ اگرایسا نہ کیا تو یادرکھواللہ کا انتظام آپ کے گلے تک پہنچ چکا ہے۔(50/16-30ق)

51۔ موجودہ مذہب کو جوئے اور چوری سے بھی گھٹیا سمجھا جارہا ہے۔ فائدہ کی خاطر نقصان کی پرواہ نہیں کی جاتی آپ سنجیدہ نہیں ہیں

قرآن کریم کی سینکڑوں آیات میں سے مختصراً چند آیات آپ نے دیکھیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہرانسان کو آزادومختار رکھتے ہوئے بلاکسی تشدد اور جبر کے کس طرح مال ودولت کو غربا کی طرف لایا گیا تھا اور بتدریج کمزوروں اورغریبوں کو

طاقتور اور خود مکتفی بنادیا گیا تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ سوکھے لکچر جھاڑنے اور چکنی چپڑی باتیں بنانے سے انسان کا قلب مطمئن نہیں ہوتا۔ اسے ہر وقت اس کا سابقہ تجربہ اور نقصانات ڈراتے رہتے ہیں۔ اسے ہر لکچر پر ہر خوش آئند اسکیم پر ایک عملی نمونہ (PRACTICAL EXAMPLE) درکار رہے۔ ایک بیوہ اور بے سہارا عورت دن رات محنت مزدوری کر کے کماتی ہے اور طرح طرح تکلیفیں اُٹھا کر کچھ پس انداز کرتی ہے اور اپنے بچے کی تعلیم پر بے دریغ خرچ کرتی ہے اُسے یقین آچکا ہے وہ دیکھ چکی ہے کہ تعلیم یافتہ آدمی سہولت کے ساتھ زیادہ کماتا ہے۔ اِس آسرے پر وہ اپنا پیٹ کاٹتی ہے خود بچوں کو بھی تکلیف میں دیکھتی ہے لیکن تعلیم پر خرچ کئے جاتی ہے۔ یقین آجانے کے بعد آدمی نقصان کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ کل بچہ پاس ہوگا یا فیل ہوجائیگا؟ لائق نکلے یا کل ماں کو دھتکار دے گا؟ آیا تعلیم مکمل کرنے تک اُسے اخراجات برابر فراہم ہوتے رہیں گے؟ ان چیزوں کی فکر نہیں کی جاتی۔ حالانکہ سینکڑوں مائیں اور سینکڑوں باپ پیسے پیسے کو تنگ ہیں اور اُن کی محنتوں سے پالی اور پڑھائی ہوئی اولاد باوجود فراوانی کے انہیں ایک پائی کی مدد نہیں دیتی۔ مگر ایک اچھی امید پر خود کو تسلیاں دی جاتی ہیں۔ محنت اور روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ یاد رکھئے کہ فائدے کا ہلکا سا یقین نقصان کے پختہ یقین پر غالب آجاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ جوا کھیلا جاتا ہے، چوری کی جاتی ہے۔ ہارنے، جیل جانے اور جہنم تک کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ بس ایک دفعہ کسی طرح فائدے کا یقین ہوجائے۔ افسوس ہزار افسوس!! کہ دین کے ٹھیکہ داروں نے اپنے غلط عملدرآمد سے مذہب کو ایسا گیا گذرا بنا کر رکھ دیا کہ لوگ اسے چوری اور جوئے کے مقابلہ میں بھی مفید نہیں سمجھتے۔ صرف اس لئے کہ بامذہب لیڈروں نے پے در پے مسلسل ایسا نمونہ پیش کیا کہ آخر مذہب کو ایک فریب

سمجھا جانے لگا اور رفتہ رفتہ بنی نوع انسان کو مذاہب سے متنفر کر دیا اور آج مذہب کے تسلط کو ایک عذاب عظیم سمجھا جاتا ہے۔ دُنیا کی تمام خرابیوں، مصیبتوں، ذلتوں اور فتنہ وفساد کی جڑ بنا کر رکھ دیا گیا۔ انبیاء علیہم السلام کے ادوار کو اُنکے بعد آنے والوں نے اپنے عمل سے ایک جھوٹی کہانی بنا کر چھوڑ دیا۔ خدا کے رسولوں کے ناموں پر وہ وہ مظالم کئے کہ ڈاکو پناہ مانگتے ہیں، درندے شرماتے ہیں، شیطان تک ان سے تبرا کرتا ہے۔ رفتہ رفتہ عقلائے زمانہ نے یہ طے کرلیا کہ مذہبی کاروبار محض لوگوں کو بہلانے پھسلانے کا ذریعہ ہے۔ آج خود مسلمان دین کے جُوئے کو اُتار کر پھینک رہے ہیں۔ انکے مفکرین اسلامی سوشلزم اسلامی کمیونزم اور اسلامی اشتراکیت کی دھن میں راگ الاپ رہے ہیں۔ یعنی اُنکے علم میں اسلام سے نسبت دے کر ہر چیز جائز ہو جاتی ہے۔ **جیسے اسلامی زنا، اسلامی تشدد، اسلامی کفر، بس ہر بکواس کے ساتھ لفظ اسلامی لگادو۔ کام ہوگیا۔** یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں میں اعلیٰ درجے کی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ جب ان کا یہ حال ہے تو عوام بچارے کس شمار میں ہیں۔ ہم نے پہلے عرض کیا ہے کہ اگر آپ واقعی اسلام کا نظام معیشت چاہتے ہیں تو کاغذ کالے کرنے اور تاریخ وحدیث وقرآن کا گلا گھونٹنے کے بجائے پبلک کے سامنے اس نظام کا ہلکا سا نمونہ پیش کر دیں۔ یعنی آپ اور آپ کے حلقہ فکر میں داخل حضرات اپنا سرمایہ ایک بینک میں جمع کر دیں اور ایک کنبہ کی طرح رہنا شروع کر دیں۔ بس کام شروع ہو گیا۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ دنیا کی تمام اقوام اس کنبے میں داخل ہوتی چلی جائیں گی۔ اس نظام میں داخلہ کی شرط صرف آدم زاد ہونا ہے، یہ نظامِ عام ہے۔ اس میں مذہب وملت وقوم وملک کی کوئی شرط نہیں ہے اور اسی نظام میں داخلہ کے بعد ہر غیور وذی ہوش انسان اسلام اختیار کریگا۔ مذہب کا مقصود ہی وہ معاشی نظام

ہے جو بنی نوع انسان کو لامحدود قدرت اور بے پایاں حیات فراہم کردے۔ جس مذہب سے یہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا وہ واقعی ایک ڈھونگ ہے مذہب نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے قائم کردہ معاشی نظام کا نمونہ ایسا نہیں ہے جس کی تلاش میں افلاطون وسقراط کے فلسفوں کی گتھیاں سلجھانا پڑیں ۔ وہ نظام تو ہر ملک اور ہر شہر اور ہر گھر اور خود آپ کے اپنے گھر میں موجود ہے، آپ اس پر عامل ہیں۔ آپ کی دن رات کی محنتیں مشقتیں اور کدوکاوش اسی کو بحال رکھنے اور پروان چڑھانے پر صرف ہو رہی ہے۔ وہی نظام **والدازم** ہے۔ کرنے کا کام یہ ہے کہ **ساری دنیا کو ایک کنبہ بنانا طے کر لیجئے۔ اصول وقواعد وطریق کار مکمل و مفصل موجود ہیں۔ اس سلسلے میں یہی کتابچہ نہیں بلکہ بہت سی کتابیں مدد دیں گی۔ ساری کائنات اور اللہ ورسولؐ مدد کریں گے۔ ہر حکومت اور ہر قوم بلکہ یہ بڑے بڑے سرمایہ دار بھی تمہاری مدد کریں گے۔ آج وقت کا یہی تقاضہ ہے، وقت خود آپ کے ساتھ ہے۔** لیکن آپ تو چاہتے ہی کچھ اور ہیں مذہب کو تو محض ایک مقدس ومرغوب ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ اگر آپ واقعی سنجیدہ ہیں تو بسم اللہ کیجئے ، احباب واعزہ سے گفتگو شروع کیجئے۔ ہر معاہدہ اور ذمہ داری مکمل کرنے میں عدالتیں مدد دیں گی۔ جو لوگ شامل ہوں وہ ایک معاہدہ کریں گے معاہدہ کی پابندی کرانے میں حکومت مدد دے گی۔ ہمیں بھی اطلاع دیجئے۔ ہماری جگہ رکھئے ہم ہمہ قسمی تعاون اور قربانی وایثار کیلئے آمادہ رہتے ہیں۔

52۔ کائنات صالحین کی ملکیت ہے، مقاصد کو پورا کرنا ان کی ذمہ داری ہے، ہر ضرورت مند کو سامان معاش فراہم کرنا لازم ہے

یہ کائنات اور یہاں کی ہر چیز ایک ضابطہ کے ماتحت برسرکار ہے۔ یہاں

ہر چیز ایک دوسرے پر منحصر اور مربوط رکھی گئی ہے۔اس کی پوری وسعتوں میں سوائے انسان کے کوئی چیز اپنی مرضی سے غلط قدم نہیں اُٹھا سکتی۔اسے وہی کچھ کرنا ہے اور وہی کچھ ہونا ہے جو خالق کائنات نے تجویز کر دیا ہے۔انسان کو اس نظام کے ذریعے درجہ کمال تک پہنچانے کے لئے آزاد و مختار پیدا کیا گیا عقل عطا کی گئی۔وحی سے تائید کا وعدہ کیا گیا وہ تمام قوانین دیدئے گئے جن پر عمل کرنے سے انسان اس کائنات کی ہر چیز کو مسخر مطیع اور مفید بنا سکے۔پہلے انسانی نمائندے یا بانیؑ کو پوری زمین سونپی گئی کہ یہیں سے اسے اس کائنات پر تسلط حاصل کرنا تھا۔اس کی فکر میں نیرنگیاں اور ہمہ گیریاں پیدا کرنے کیلئے مزاحمتیں پیدا کی گئیں۔مزاحمت کو راہ سے ہٹانے اور ترقی کو تیز تر کرتے رہنے کی سوجھ بوجھ عطا کی۔اسے وہ نور عطا کیا گیا جس سے بتدریج صفات خداوندی کا ظہور ہوتا چلا جائے۔اور ہر مشکل کا حل روشنی میں لے آئے، جو ہر انسان کی اُن تمام ضروریات کو قبل از وقت محسوس کر سکے جو پیدائش سے درجہ کمال تک پیش آنیوالی ہیں۔پھر اُن ضروریات کو پورا کرنے کیلئے خدا سے دعا یا مدد طلب کرے جو محبت وایثار وفدا کاری کا اتنا عظیم ذخیرہ ہو جس سے ہر والد ربوبیت کی تمام صفات کا وافر حصہ پاسکے اور ہر زمانہ میں ہر والد کی مشکلات میں کام آسکے۔یہ نورؐ ہر نبیؑ اور تمام صالح بندوں کا ممدو معاون رہتا چلا آیا۔صالحیت کے مدارج کے تناسب سے وراثت ارضی ملتی رہی (21/105،الانبیاءؑ) ہر صالح بندہ زمین کا وارث ہے۔ مطلقاً صالح ہونا بلند ترین مقام ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام پیغمبر تھے۔خلیل تھے امام بنا دیئے گئے تھے۔مگر پھر بھی صالحینؑ میں شامل کئے جانے کی دعائیں مانگا کرتے تھے (26/83 شعراء) جن کو اللہ نے اپنے صالح اور مخلص بندے ہونے کی قرآن میں سند عطا کی ہے وہ سب کے سب صاحبان نبوت وامامت تھے

(6/84-88، انعام)۔ صالحیت کا مقام ایسا ہے کہ جس پر خدا کو اعتماد و یقین ہے کہ یہ لوگ اس کی مشیت اور رضا مندی کے خلاف قدم اُٹھانا تو ایک طرف خیال بھی نہیں کر سکتے ۔ یہ حضرات پوری بنی نوع انسان کو اپنی جان و اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ سامان نشو ونما یا معاش کی فراہمی اور بنی آدم کی ہر حال میں فلاح و بہبود ان سے بہتر طریقہ پر اور کوئی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ان حضرات کے بعد اور ان کی طرف سے ان کے بتائے ہوئے قوانین اور ضوابط کے ساتھ عام صالح بندے بھی اس زمین کے جزئی وارث و مالک ہو سکتے ہیں۔ شرط وہی ہے کہ جس طرح وہ اپنی جان کے عارضی مالک ہیں۔ اس طرح وہ زمین کے بھی عارضی مالک ہیں۔ جس طرح ان کا فرض ہے کہ اللہ کی پیدا کردہ معاش اور ذرائع معاش سے اپنے جسم و روح کی بہترین نشو ونما کا انتظام کریں بالکل اسی طرح ان کا فرض ہے کہ زمین اور اس سے پیدا ہونے والے سامان معاش کا بہترین انتظام کریں ۔ لہٰذا ان کی ملکیت یا مالکیت محض انتظام تک محدود ہے۔ چنانچہ اس انتظام میں جس طرح وہ اپنے جسم و روح کی ضروریات فراہم کرتے ہیں۔ **اسی طرح وہ مامور ہیں کہ تمام معاشی وسائل جو اُن کی ملکیت یا وراثت اور قبضے میں ہوں عام رکھیں**۔ تاکہ تمام بنی نوع انسان بے روک ٹوک استعمال کر کے ترقی کے میدان میں گامزن رہیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو ان کو اس عارضی ملکیت سے بے دخل کرنے کا حساس قانون اپنا کام شروع کر دے گا اور مقررہ قانونی شرائط پوری ہو چکنے پر تمام معاشی وسائل کو ان سے چھین کر بہتر ہاتھوں میں دے دیا جائے گا۔ چنانچہ جب اہل کتاب نے معاشی وسائل کو عام رکھنے (سواء للسائلین) کے خلاف اپنی ہی ذات کیلئے مخصوص کر لیا تو پہلے ان کو تنبیہ کی گئی اور آنحضرؐت کی زبانی کہلوایا گیا کہ دیکھو تمہارا یہ طریقہ تباہ کن ہے ۔ اگر تم اس سے باز نہ آئے تو اللہ

تمہارے لئے یا تو خودعذاب کا بندوبست کرے گا یا پھر ہمارے ہاتھوں تمہیں سزادلوادے گا (9/52 توبہ)۔لیکن وہ بدستور معاش ومعاشی وسائل سے ضرورت مندوں کومحروم کرتے رہے۔لہٰذا انہیں آنحضرتؐ کے قائم کردہ معاشی نظام کے ہاتھوں تباہ وبرباد ہونا پڑا۔چنانچہ ان کے تمام اموال واملاک وزمین وجائیداداور مستحکم قلعےاورعمارات ان کے شہرودیہات سب آنحضرؐت کوواپس دے دیئےاوراس قوم کو گرفتاری اورقتل کیلئے اس نظام کے سامنے پیش کردیا گیا (27-33/25،احزاب) اورساری دنیانے دیکھا کہ ان سرمایہ داروں کے مال واولادان کیلئے عذاب بن کررہ گئے (9/85 توبہ)۔لہٰذا ہرعارضی مالک کو چاہیۓ کہ زمین وآسمان کے وارث اورحقیقی مالک (57/10 حدید،132-4/131 نساء،19/39 مریم) کے قائم کردہ نظام معیشت کے مطابق وسائل معاش کوتمام ضرورتمندوں کیلئے عام رکھے اورحسب ضرورت سب کوملتے رہنے کا ذمہ داررہے۔ ورنہ ہروقت تیاررہے کہ اچانک اسے قانون خداوندی ذلیل وخوارکردے۔

53۔ انسان کومختار پیدا کرکے آزادی عطا کرنااس پرسب سے بڑا کرم ہے۔یہ سب انعامات کی بنیاد ہے۔ یہ تمام فیوض خداوندی کا دروازہ ہے۔ ساتھ ہی اختیارات وآزادی کا غلط استعمال بہت بڑا جرم ہے اوراگراختیارات اورآزادی کا استعمال دوسرے انسانوں کے اختیارات اورآزادی کومجروح کرےتو یہ جرم ناقابل معافی ہے۔انسان کے لئے بالکل آسان ہے کہ وہ دوسروں کی ترقی میں سدراہ ہوجائے ۔ معاشی ذخیروں پر سانپ بن کر بیٹھ جائے ۔ لوگوں کو خداداد عقل واختیار سےفریب دے کراُن کی محنت ومشقت سے فائدہ اُٹھانے کا انتظام کرلے۔ مگریادرکھئے کہ ان خلاف ورزیوں کے اندرہی وہ آتش فشاں سامان رکھ دیا گیاہے کہ

ایک مقررہ تعداد کے پورے ہوتے ہی خلاف ورزی کرنے والا اپنے بچھائے ہوئے مضبوط جال کے اندر پایا جائے گا۔ یہاں تک کہ سب کچھ ان کے اختیار میں تھا۔ مگر اب جال سے نکلنا اور ہلاکت وتباہی سے بچ نکلنا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ رزق کے سرچشموں کو روک کر بیٹھ جانے اور حقداروں کو ان سے محروم کرنے کا اختیار تو دیا گیا تھا۔ مگر اس اختیار کے استعمال کی ممانعت تھی۔ طرح طرح کی مثالیں دیگر تاریخی واقعات یاد دلا کر بتایا گیا تھا کہ ایسا نہ کرنا، معاشی وسائل سے کسی کو محروم نہ رہنے دینا۔ ورنہ یاد رکھو تمہارے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے گا جو اس بستی والوں کے ساتھ ہوا تھا جس میں چاروں طرف سے اطمینان بخش معاشی فراوانیاں ہجوم کئے ہوئے تھیں۔ وہاں کا ہر فرد ہر قسم کی سہولت کا مالک تھا۔ مگر انہوں نے معاش کی اس بہتات کی قدر نہ کی ناشکری کو وطیرہ بنالیا۔ لہٰذا اُن کو اُن کے کفران نعمت نے ہاتھ پکڑ کر بھوک اور دہشت کے عذاب کو سونپ دیا (16/112 نحل) اور ایک روز وہ قوم تباہ وبرباد ہو کر دنیا سے مٹ گئی (16/113 نحل)۔ یہ ناشکری اس کے سوا اور کیا تھی کہ اُنہوں نے فراوانیاں ہوتے ہوئے بھی ضرورت مندوں کو محروم رکھا تھا۔ حالانکہ خدا چاہتا ہے کہ اس کے فراہم کردہ معاشی ذخائر کو حلال اور طیب طریقہ پر استعمال کیا جائے (2/168 بقرہ) اور حلال کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ چیز سب ضرورتمندوں کے لئے عام رہے کسی کو استعمال سے نہ روکا جائے۔ حل کرنا کھولنا اور گھولنا آپ جانتے ہیں جو چیز کھلی ہے وہ عام ہے (16/114 نحل) جو چیز گھول دی گئی ہے وہ ہر جگہ پہنچ چکی ہے۔ جیسے چینی اور پانی کے گھل جانے کے بعد شربت کہیں سے پھیکا اور کہیں سے میٹھا نہیں ہوسکتا اس طرح کھلی ہوئی چیز کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ہر ضرورت منداس کو استعمال کرنے میں آزاد ہے۔ طَیِّبًا کی شرط اس لئے لگادی کہ

اس کا استعمال مفید ہو، مضر نہ ہو۔ضرورت سے زیادہ لے لینا لینے والے کے لئے بھی مضر ہے۔اور دوسرے ضرورت مندوں کو محروم رہ جانے کی وجہ سے خود اُن کے لئے بھی مضرت رساں ہے (2/168 بقرہ)۔ پھر یہ بھی کہہ دیا کہ شیطان کے طریقے پر نہ چلو وہ تمہاری ترقی میں سب سے بڑا مخالف ہے (2/168 بقرہ)۔ وہ ہمیشہ برائی اور بے غیرتی کی تعلیم دے گا (2/169 بقرہ) (5/91 مائدہ) چنانچہ جو شخص کسی زمین یا دوسرے معاشی ذریعہ کا مالک ہے اس کا فریضہ ہے کہ تمام متعلقہ ضرورت مندوں کا خیال رکھے اور اُنہیں حسب ضرورت معاش فراہم کرے (51/19 ذاریات) اور اس قدر نہیں بلکہ ایسے مالکوں کو حقوق الناس کی ادائیگی میں احسان پیشہ اور شب زندہ دار بھی رہنا چاہئے تا کہ بنی نوع انسان اس سے چوبیس گھنٹے رجوع کرسکیں اور وہ ایسے عالم میں صبح کرے کہ بنی نوع انسان کو تنزل سے محفوظ (مغفرت) رکھنے کے لئے خدا سے استمداد کر رہا ہو (18-51/16 ذاریات)۔ان صفات کے مالک انسان ہی معاشی ذخائر و وسائل کے مالک بنائے جاسکتے ہیں تا کہ اُن کی بصیرت سے عوام زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں جو تمام وسائل کو بہتر اور کامیاب تر بنانے کی استعداد رکھتے ہوں اور وہ اس عقلی و عملی استعداد میں بھی لوگوں کو حصہ دار بناتے ہوں۔ ورنہ اُن کے سوا ہر مالک غاصب ہے۔ اُسے نصیحت کی جائے گی، موقعہ دیا جائے گا۔اس کے باوجود بھی اگر اسے مالک رہنے اور لوگوں کو محروم کرنے پر اصرار ہو گا تو اسے یک بینی دو گوش اس ملکیت سے محروم کر کے نکال دیا جائے گا۔

54۔ نبیؑ کے لئے انسان ہونا ضروری ہے،

مگر سرمایہ دارانہ ذہنیت کو اس پر اعتراض تھے۔تنہا رسولؐ ہدایت نہیں کرسکتا

ہر نبیؑ کا انسان ہونا ہی ضروری نہیں ہے بلکہ اُن کی تخلیق اس نہج پر ہونا

ضروری ہے کہ وہ بنی نوع انسان کی ضرورت، ہر خواہش اور ہر ہر جذبہ کو خود محسوس کر سکیں۔ اسی لئے انہیں تمام نوع انسان کا ماخذ و منبع بنایا گیا تا کہ وہ اللہ سے وہ تمام سامان معیشت طلب کریں جو انسانوں کے لئے مفید ہو۔ لیکن ابلیسی نمائندوں کو نبیؐ کے انسان ہونے پر بھی دو طرفہ اعتراض رہے ہیں۔ ایک طرف تو اُن کا کہنا تھا کہ نبیؐ کو فرشتہ ہونا چاہئے (فرقان 25/21)۔ ہمارے جیسا انسان ہمیں کس طرح ہدایت کرے گا (11/27 ھود) یعنی نہ فرشتہ نبیؐ بن کر آئے گا نہ وہ مذہب کے جھگڑے میں پڑیں گے گویا صاف جواب۔ دوسری طرف وہ یہ کہتے تھے کہ ایک ہم ایسا آدمی تنہا اپنی رائے سے گمراہ تو کر سکتا ہے مگر ہدایت نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اپنے ایسے تنہا آدمی کی اطاعت سے صرف خسارہ ہی خسارہ ہوگا (23/34، المومنون) اور پھر یہ بھی قومی شعار کے خلاف تھا کہ پوری قوم کے ارباب حل وعقد کو اس تنہا آدمی کے فیصلوں میں نہ ترمیم و تنسیخ کا حق ہے نہ پالیسی بنانے میں اُن کی بصیرت اور تجربہ کو کوئی مقام دیا گیا ہے (3/154 عمران) چنانچہ اگر یہ نبیؐ ہمیں اور ہمارے تجربوں کو صحیح مقام دیتا تو اس جنگ میں یوں تباہی نہ آئی ہوتی (3/154 عمران) یہ آخری بات مسلمانوں کے اسی گروہ کی طرف سے کہی گئی تھی جو منافق نہ تھا بلکہ جنہوں نے اپنی بصیرت سے اسلام کے مسائل کو سمجھ کر اختیار کیا تھا۔ تا کہ اُن میں نبیؐ کی تنہا رائے سے غلطی نہ رہ جائے۔ یہی لوگ چاہتے تھے کہ وحی آ جانے کے بعد آیت کو زعمائے قوم کے روبرو پیش کر دیا جائے اور کثرت رائے سے جو مطلب سمجھا جائے اُسے نافذ کر دیا جائے۔ قومی مشورے اور رائے کے بغیر ان کے یہاں کوئی مسئلہ قابل اعتنا نہ تھا۔ بلکہ نبیؐ کی تنہا رائے یا فیصلہ ہر حال میں نقصان پہنچانے والا سمجھا جاتا تھا (23/34، المومنون) پھر اُن زعمائے قوم کو مذکورہ بالا قسم کا خود ساختہ اسلام اختیار کرنے سے پہلے یہ اعتراض

بھی رہتا تھا کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ پہلے نمبر پر غریب ہیں۔ لہٰذا بے وقوف ہیں اور رذیل طبقہ کے افراد ہیں جن کی رائے کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے (11/27 ھود) یعنی وہ اہل الرائے نہیں ہیں۔ اُن کا کسی بات کو مان لینا یا انکار کر دینا کوئی عقلمندانہ دلیل نہیں ہے (11/27 ھود)۔ پھر اُن لوگوں کو ہم پر کسی طرح کی دوسری فضیلت بھی حاصل نہیں ہے یعنی گھٹیا قسم کے آدمیوں کے ایمان اور کفر کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثر یہ لوگ جھوٹے ہوتے ہیں (11/27 ھود)۔ ان کی نظر میں نبیؑ کو چاہیئے کہ اس قسم کے لوگوں کو اپنے پاس سے نکال دے (11/29-30 ھود) اور وہ نبوت پر غربا کے ایمان لے آنے کو حصول اقتدار کا ڈھونگ سمجھتے تھے (23/24، المومنون)۔ سرمایہ دارانہ ذہنیت کے مطابق جو کوئی مال اور اولاد کی فراوانی نہ رکھتا ہو اس کی نبوت اور اس کی کتاب قابل قبول نہیں۔ اور اس انکار کے باوجود مطمئن رہتے تھے کہ انہیں کوئی عذاب نہیں ہو سکتا (34/34-35 سباء)۔ وہ نبیؑ کا مذاق اس لئے اڑایا کرتے تھے کہ وہ غریب ہے، پھٹے پرانے کپڑے پہنتا ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کے متعلق کہا جاتا تھا کیا یہی ہے وہ شخص جس کو اللہ نے رسوؐل بنا دیا ہے اور یہ کہہ کر قہقہے بکھیر دیتے تھے (25/41 فرقان)۔ مطلب یہ کہ خدا کوئی پاگل ہے کہ اس قسم کے لوگوں کو رسوؐل بنا دے۔ پھر وہ ایمان لانے والے غربا کے ساتھ بھی تمسخر کرتے تھے (2/212 بقرہ) اور کہتے تھے کہ کیا خدا کو ہم میں سے یہی لوگ ملے تھے جن پر نبوت اور ایمان کا احسان اور انعام نازل کرتا۔ (6/53، انعام)

55۔ اس صورت حال پر عقلی حیثیت سے نظر کرنا ضروری ہے

ہم خواہ مخواہ کافروں کے خلاف بھی لکھنا پسند نہیں کرتے۔ بات یہ ہے کہ ہر نبیؑ کے پیدا ہونے سے پہلے جتنے انسان دنیا میں موجود ہوتے تھے وہ جب تک یہ

یقین نہ کرلیں کہ فلاں بچہ واقعی نبی ہے، کیوں اس بچے کا احترام کریں؟ جس کو صرف اس کا خاندان نبی کہہ رہا ہو؟ اور اگر واقعہ یہ ہو کہ وہ خاندان سیادت کا دعویدار بھی ہو اور سیادت سنبھالنے کا سامان پاس نہ ہو۔ یعنی نہ دولت ہو کہ چودھراہٹ پر خرچ کر سکے، دہلیز یا دروازہ پر دربان رکھ سکے اور دوسرے ٹھاٹ دکھا سکے۔ نہ اس کے پاس دیگر وسائل ہوں جن کو دیکھ کر لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں اور خود کو ان کا محتاج سمجھیں اور سیادت تسلیم کریں۔ پھر اچانک ایک شخص دعویٰ کردے کہ میں نبی ہوں اور یہ شخص اسی خاندان کا فرد ہو جسے روزمرہ سیادت چھنتی نظر آرہی ہو تو ایسی صورت میں منکرین کا شک وشبہ حق بجانب ہے۔ چنانچہ ابوجہل کا نوحہ مشہور ہے جس میں اس نے اس تفصیل کو بڑے دردناک اور تعجب انگیز انداز سے پیش کیا ہے۔ یہ نوحہ عربوں کی ذہنیت معلوم کرنے کے لئے بہت ضروری ہے لیکن ہر ضروری بات ہر کتاب میں لکھی نہیں جاسکتی۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ <u>ہم عربوں نے بنی ہاشمؑ کو اقتدار کے سلسلہ میں ہر پہلو پر شکست دی۔ مگر ہائے افسوس اب کیا کریں کہ ان لوگوں نے اقتدار حاصل کرنے کے لئے نبوت کا دعویٰ کردیا۔</u> انہوں نے غریب ورذیل اور گھٹیا قسم کے عوام الناس کو اپنا ہم پیالہ وہم نوالہ بنالیا۔ رؤسائے عرب اور زعمائے قوم کی ناک کاٹ لی وغیرہ وغیرہ۔

یہ ہے وہ ذہنیت جو اسلامی لباس پہنا کر برسر اقتدار رکھی گئی۔ جس نے برسر عام اعلان کیا کہ نہ کوئی وحی آئی تھی نہ فرشتہ اُترا تھا یہ تو بنی ہاشم نے اقتدار کا ڈھونگ رچایا تھا جسے ہم نے اپنی بصیرت سے تباہ کردیا۔ اس خاندان کو مٹی میں ملا کر رکھ دیا کاش آج میرے بزرگ موجود ہوتے۔ یعنی ابوجہل ہوتا، ابوسفیان ہوتے، بدرواحد وغیرہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوجانے والے بزرگ ہوتے

تو مجھے دعائیں اورشاباش دیتے یہ اعلان خلافت کی طرف سے امیر المومنین کرر ہے تھے۔کل ایک مومن کا اعلان پڑھا تھا وہ جنگ اخبار میں کہتا ہے کہ میں قوم کی سیادت نہیں چاہتا بلکہ قیادت چاہتا ہوں ۔یعنی سیادت ایسی بری چیز ہے جس کے خلاف بیان دینے سے ہرفریب کار کی قیادت چل سکتی ہے ۔ یہ ہے سرمایہ دارانہ،نوابانہ اورفریب کارانہ طریق فکر جوابلیس نے بنی آدم کوتباہ کرنے کے لئے پھیلائی ہے۔

بہرحال بات یہ ہورہی تھی کہ نبیؐ کی پیدائش سے پہلے موجود ہونے والے تمام انسان خودکواس بچہ کا بزرگ سمجھنے میں عقلاً حق بجانب تھے ۔جوں جوں یہ بچہ بڑا ہوگا عقل وعلم وتجربہ حاصل کرے گا۔وہ حضرات بھی برابرعقل وعلم وتجربہ میں بڑھتے جائیں گےاور جائز طور پر یہ سمجھیں گے کہ اس بچہ کا علم وعقل وتجربہ خودان کے ماحول سے اخذ کیا ہوا ہے۔لہٰذاوہ عقلاً خودکواس بچہ یااب جوان شخص سے علم وعقل وتجربہ میں زیادہ سمجھیں گے۔اب وہؐ اچانک دعویٰ کرتا ہے کہ میں نبیؐ ہوں۔نبوت کوتسلیم کر لینے کے بعدبھی اُن لوگوں کو یہ تویقین نہیں آسکتا کہ یہ شخص جوکل ہمارے سامنے انگلی پکڑکر چلتا تھا۔آج ایک دم سے ساری قوم کے عقلا اورارباب حل وعقد سے علم وعقل وتجربہ میں بڑھ گیا ہے اوراب جو بات کہے گا وہ ساری دنیا کی عقل کے بالمقابل صحیح ہوگی۔وہ جانتے ہیں کہ اس دنیا میں کتنے فنون ہیں کہ جن کی اس مدعی نبوت کو ہوا لگتے بھی نہیں دیکھا گیا۔کتنے مکاتیب فکر ہیں جن کا اسے خواب تک بھی نہیں آتا۔بس جناب یہی وجہ تھی کہ اس روز سے لے کر آج تک نبیؐ کی پوزیشن زیر بحث رہی ہے۔لوگ ایمان لائے ،حاجی بنے ،نمازی بنے ،ولی اللہ کہلائے مگر رسولؐ کی پوزیشن کو بالکل اس طرح سمجھا جیسا کہ عرب کے اوّلین وسابقین ومخالفین نے سمجھا تھا۔لہٰذاوہ بزرگان قوم ایمان لے آنے کے باوجود عقلاً اس کی ہر ہر بات کوصحیح نہ سمجھتے تھے۔وحی کوصحیح سمجھنے

لگے تھے۔مگروحی کی تنفیذ وتشریح میں قومی عقل کوامام بناتے تھے۔رسولؐ کی تنہا رائے کونظرانداز کردیتے تھےاور جوبات اُنہیں اپنی مجموعی عقل وتجربہ کے خلاف معلوم ہوتی تھی اُسے علی الاعلان ٹھکرادیتے تھے۔ادھر نبیؐ کے لئے بھی تمہید وتدریج وتمہیل لازم ہوتی تھی۔وہ بھی اُن لوگوں کی باتوں پر مصلحتاً خاموشی اختیار کرلیتے تھےاوراس بات کو نئے انداز سے منوالیتے تھے۔اس فطری وعقلی صورت حال کے ماتحت ہر نبیؑ وہ ہرانتظام کرتا تھایایوں عرض کردیں کہ فطرت اُن کے عملدرآمد کی خودبخود دوصورتیں پیداکردیتی تھی۔اس بات کونہایت غور سے سنیں کہ ہر نبیؑ جس خاندان میں پیداہوتا تھا وہ عام طور پرانتہائی غریب ہوا کرتا تھا۔وہ غریب کیسے نہ ہوتا؟ جب کہ وہؐ انبیاءعلیہم السلام کی اس ذریت مذکورہ میں سے ہوتا تھاجو ہرضرورت مندکو ہرحال میں اپنے اور اپنے بچوں پر ترجیح کا عادی اورخدا کی طرف سے ایسا کرنے پر مامورومملوق تھا۔ لہٰذااُن کا ہروقت غریب ومفلس رہنالازم تھا۔اس خاندان میں پیداہونے والا ہر بچہ غریب ہونا ہی تھا۔چنانچہ نبیؑ بھی غریب ہوتا تھا۔اس خاندان کی تمام ہمدردیاں چونکہ غربا سے وابستہ چلی آتی تھیں۔لہٰذاروٗساوسرمایہ داراُنکےاس اخلاق پر فتح نہ پا سکتے تھے۔وہ دوسری راہیں نکالتے تھے۔روپیہ سے بدقماش لوگوں کوخرید کراپنی مدح سرائی کراتے تھے۔ان سے اپنی شان میں قصائدواحادیث بنواتے تھےاور پبلک کے رحجان کواس خاندان سے موڑنے کیلئے ہرممکن فریب دیا کرتے تھے۔ادھرنبیؐ کا پیش کردہ اسلام بھی غریب نواز ہوتا تھا۔اسلئے اوّلین اورحقیقی مومنین ہمیشہ غریب لوگ ہوا کرتے تھے۔ایمان سے پہلے انہیں حقیر سمجھا جاتا تھا۔اب وہ اکڑ کر چلتے تھے اور خداورسوٗل کی بے پناہ طاقت پراعتماد کرکے سرمایہ داروں کونظروں میں نہ سماتے تھے۔ بلکہ سرمایہ داروں کے خلاف نہایت ترنم وتمکن سے آیات پڑھتے ہوئے گذرا کرتے

تھے۔لہٰذالازم تھا کہ سرمایہ داروں اورغریب مسلمانوں میں چشمک رہے۔

چنانچہ جہاں اوّلین مومنین غریب ہوتے تھے وہاں اوّلین مخالفین سرمایہ دار ہوا کرتے تھے۔اور چونکہ تمام غربا کسی نہ کسی طرح سرمایہ داروں کے تسلط میں ہوتے ہیں ،ان ہی کے یہاں سے اپنی روزی کماتے تھے۔ وہیں محنت مشقت وخدمت کرتے تھے۔اُن ہی کی ملازمت اورمزدوری اور بیگار سے اپنا اوراپنے بچوں کا پیٹ بھرتے تھے۔اُن ہی کی زمین میں کاشت کرتے تھے۔الغرض غربا کا تمام دارومدار اُن ہی سرمایہ داروں سے متعلق تھا۔جوغریب آدمی آنحضرتؐ پرایمان لاتا تھااس کی آمد و رفت اوردیگر حالات سے ایک روزاس کا مسلمان ہوجانا معلوم ہوجاتا تھااوراس کے بعداُسے سرمایہ داروں کے یہاں سے رخصت ہوناپڑتا تھا۔اس کا اوراس کے بچوں کا خرچ آنحضرتؐ کے ذمہ آجاتا تھا۔ادھرایمان لانے کے بعدغیرت ایمانی کا تقاضہ ہوتا تھا کہ اب اللہ پربھروسہ کیا جائے سرمایہ داروں کی خوشامد کے بجائے اللہ کواپنایا جائے۔چنانچہ ہروہ شخص جس کوکہیں روزی نہ ملتی تھی وہ رسولؐ کی پناہ میں چلاآتا تھا۔ بہت سے لوگوں کومخالفین برطرف کررہے تھے۔بعض کے گھربار اور مال ومتاع کولوٹ لیا جاتا تھا۔ اسلام لانے کی سزامیں لوگ اپنی بیویوں کوگھرسے نکال دیتے تھے۔ الغرض تمام بے سہارامومنین کے لئے خدانے رسول اللہ کواُن کا ملجاوماویٰ بنادیا تھا۔وہ سب ایک ایک دودوکرکے آرہے تھےاورآنحضرتؐ کے دامن رحمت میں پناہ لیتے جاتے تھے۔آمدنی میں کوئی مادی اضافہ نہیں ہورہاتھا اوراخراجات وذمہ داری ......روزانہ بڑھتی چلی جاتی تھی۔ یہ وقت ایسا ہولناک اورمایوس کن تھا کہ اس مرحلہ سے کامیاب گذرنا ناممکن نظرآتا تھا۔ادھرمنکر اِن حالات کو بد......تربناڈالنے کی ہرممکن کوشش کررہے تھے۔انہیں پختہ یقین تھا کہ آنحضرتؐ بہت جلد بددل ہوکر

مسلمانوں کو پناہ دینا بند کردیں گے اور پھر لوگ واپس آ کر اپنے سابقہ مذہب اور کاروبار میں مصروف ہو جائیں گے اور اس نبوت کا ڈھونگ دم توڑ دے گا۔ کافروں کی یہ اسکیم کس طرح ناکام ہوئی اور رسولؐ اللہ نے کس طرح مومنین کو معاشی بائیکاٹ کے باوجود پناہ دی۔ اُنہیں غالب آنے کے قابل بنایا۔ قرآن کریم میں اسکی تفصیل ہے۔ یاد رکھیں کہ وہی صورت حال ہر اس شخص کو پیش آنے والی ہے جو اس قسم کے حالات میں اسلام کے معاشی نظام کو قائم کرنے کے لئے کھڑا ہو۔ اسی لئے ہر اُس شخص کو اُسی پُرخطر دور کو یاد رکھنے اور اُسے سمجھنے اور دوہراتے رہنے کا حکم ملا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ:۔

(الف) اس وقت کو یاد کرو اُن حالات پر غور کرتے چلے جاؤ کہ جب تم دنیا بھر میں سب سے زیادہ کم اور سب سے کمزور وضعیف تھے۔ تمہیں اُن حالات نے ایسا بنا دیا تھا کہ یہ یقین کرنے لگے تھے کہ تمہیں تمہارے مخالف لوگ جھپٹا مار کر ہڑپ کر جائیں گے۔ تمہاری اس بے بسی اور مایوسی کی حالت میں ہم نے تمہیں آویٰ دے دیا۔ یعنی ایسی جائے پناہ جس میں ہر طرح کی ربوبیت کا سامان موجود ہو اور انسان لامحدود ترقی کرتا چلا جائے کوئی مزاحمت وہاں اثر انداز نہ ہو۔ چنانچہ اس آویٰ کے ذریعے سے تمہارے لئے دو کام کئے گئے۔ پہلا یہ کہ رسولؐ نے تمہاری تائید میں ہاتھ بٹایا تاکہ تم فتح پاؤ اور دوسرا یہ کہ تمہارے لئے معاش کا پاک وپاکیزہ اور پسندیدہ نظام قائم کردیا تاکہ ہمیشہ شکر گذار رہو۔ (8/26، انفال)

(ب) قارئین یہاں سے سرسری طور پر نہ گذر جائیں اس آیت اور آئندہ آنے والی آیات پر خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ یہیں اُس معاشی نظام کی بنیادیں ملیں گی جس کی آپ کو تلاش ہے اور جس کی روک تھام کے لئے ابلہ فریبیاں کی جارہی

ہیں۔ یہاں اسلامی نظام معیشت کی مکمل بنیاد بیان کر دی ہے۔ آویٰ وہ جگہ کہلاتی ہے جہاں مٹی کے کچے برتنوں کو یا کچی اینٹوں کو محفوظ کر کے پختہ بنایا جاتا ہے۔ کچا برتن چٹکی مارنے سے ٹوٹ جاتا ہے ۔ پختہ ہو جانے کے بعد دھات کے برتنوں سے زیادہ مفید اور کافی مضبوط بن جاتا ہے ۔ یعنی کمزور وضعیف، آویٰ میں محفوظ وقوی و پائیدار بن جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ سامانِ حفاظت وتقویت و بقا کی فراہمی اس آویٰ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ہر وہ سامان جو نشو ونما و ترقی و تکمیل کے لئے ضروری ہو رزق یا معاش کہلاتا ہے۔ لہٰذا یہ آویٰ وہ نظام ہے جس میں مقصد تکمیل وتحفیظ کو مدنظر رکھ کر متعلقہ انتظام بروقت ہوتا چلا جائے ۔ یہ بھی اسی آیت میں ہے کہ متعلقہ سامان طیب وطاہر بھی تھا۔ یہاں اُن کو ایک ہاتھ (یداللّٰہ) ملا جو ہر لمحہ اُن کو مضبوط کرتا اور عروج کمال کی طرف بلند کرتا چلا جائے (اَیَّدَکُمۡ) اور ایک روز تمام کائنات اس کے سامنے مسخر ہو کر حاضر ہو جائے (بِنَصۡرِہٖ) (8/26، انفال) اگلی آیت میں فرمایا کہ:

(ج) اَے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ ورسولؐ سے خیانت نہ کرنا اور تم اپنی امانتوں میں جان بوجھ کر خیانت کرتے رہتے ہو (8/27)۔ مگر یہ سمجھ لو کہ تمہاری اولاد ہو یا اموال اُنکا حال اسکے سوا کچھ اور نہیں ہے کہ وہ تمہارے لئے فتنہ ہیں۔ لہٰذا فتنوں سے محفوظ رہو۔ فتنوں میں حصہ نہ لو اگر ایسا کیا تو تمہارے لئے ہمارے پاس عظیم الشان اجر ہے (8/28، انفال)۔ اَے ایمان لا چکنے والو! اگر تم اللہ کے سامنے ذمہ داریوں کی خلاف ورزی سے ڈرتے رہو گے تو تمہارے لئے ایک فرقان (حق و باطل میں امتیاز کر دینے والا) متعین کر دینگے تمہاری برائیاں ہٹا دی جائینگی اور مغفرت (حفاظتِ کلیہ) کر دی جائیگی اور اللہ تو عظیم المرتبہ فضل کا مالک ہے۔ (انفال 8/29)

(د) اگر آپ کو حضرت عیسیٰؑ کا نظام معیشت اور طریق کار یاد ہے تو یہ بھی یاد ہو گا

کہ اُن کے رفقائے کار میں صرف وہ لوگ شامل ہو سکتے تھے جو گھر بار، اموال واولاد سب کو اسلام کے نظام معیشت پر قربان کر دیں۔ حتّٰی کہ مردہ باپ کو دفنانے کے لئے بیٹے کو اجازت نہ دی جاتی تھی۔ یہی مطلب ہے کہ مندرجہ بالا آیت میں کہ ہر وہ شخص جو متقی ہے اولاد واموال کو اعلیٰ مقاصد پر ترجیح نہ دے گا۔ اس سلسلے میں ہر خلاف ورزی اللہ اور رسوؐل سے خیانت ہوگی۔ عام گھریلو زندگی میں ہم زوجہ کو بعض دفعہ صحیح اعداد وشمار نہیں بتاتے تا کہ کسی بہتر مقصد کے لئے روپیہ پس انداز کریں اور وقت آنے پر ظاہر کر دیں اور مندرجہ بالا نظام معیشت یا آ وی کے معاملہ میں اس قسم کی مصلحت کو خیانت قرار دیا جائے گا۔ یہ نظام صرف اُن لوگوں کو اوّل نمبر دے گا جو بالکل محتاج اور ضرورت مند ہوں یا اپنا تمام سرمایہ لے کر اس نظام میں داخل ہو گئے ہوں۔ اس سے باہر رہ جانے والے خواہ والد ہوں یا اولاد ہوں اُن کے ساتھ مسلوک ہونا انفرادی حیثیت سے منع ہے۔ باہر رہ جانے والے افراد کی بہتری، فلاح وبہبود براہ راست سربراہ نظام کی ذمہ داری ہوگی۔ یہ نظام اپنے اندر داخل ہو جانے والوں کی ہر کمزوری، ہر برائی اور ہر نقصان کو ختم کر دے گا۔ شرط یہی ہے کہ سو فیصد سپردگی (تفویض) برقرار رہے اور اولاد واموال کے انفرادی فتنے وفساد سے محفوظ رہیں۔ یعنی یہ نہ ہو کہ اس آ وی یا نظام معیشت سے بلا محاسبہ ملنے والے سامان معاش کو اپنے لگے سگوں کو پہنچانا شروع کر دیا جائے جو اللہ ورسولؐ سے خیانت ہوگی۔ اس آیت سے اس ذہنیت کا پتہ چل جاتا ہے جو کلمہ پڑھ کر سازش کے لئے اس نظام میں داخل ہو جانا ضروری خیال کرے گی۔ اور چونکہ اُن کو مومنین کہا گیا ہے لہٰذا ماننا ہوگا کہ وہ خود ساختہ اللہ، اپنی پسند کا رسول اور اپنا تیار کردہ اسلام ماننے والی جماعت ہوگی۔ یعنی خود اپنے کاروبار پر اسلام کے نام سے ایمان رکھے گی عبادات کو اپنے متعینہ مقاصد کے لئے بڑی پابندی

سے بجالائے گی ۔مساجد کی تعمیر میں غربا کا پیٹ کاٹ کر کروڑوں اوراربوں روپیہ لگادے گی اوراسی اسلام کواس طرح پیش کرے گی کہ اس کا ہر مسئلہ سرمایہ داری کا تحفظ کرے ۔غربا کوگھیر گھیر کر کیڑوں کی موت مرنے کے لئے مسجدوں میں جمع کرے اوران پرخودساختہ لکچروں کی ڈی ڈی ٹی (D.D.T.) چھڑک چھڑک کرجنتی بنائے اورخواب آور گولیاں دے تا کہ قابو میں رہیں۔

56۔ معاشی نظام کی ابتدائی صورت ، اس میں شامل ہونے والوں کی قسمیں،مخالفین سے تصادم اورحفاظت، معاشی احکام کی قسمیں اورسبب

اس نظام معیشت کوخیانت سے بچانا بہت ضروری تھا۔ ہر وہ کوشش لازم تھی کہ جس سے غیر مستحق افراداس میں داخل نہ ہوسکیں۔ پاکستانی حضرات خوب جانتے ہیں کہ کس طرح ہندوستان سے آنیوالوں نے پاکستان کومتزلزل کردیا تھااورکس کس قسم کے لوگ یہاں چلے آئے تھے ۔ اورپھراُنہوں نے کیا کیا کرتب دکھائے اوریہاں آنے سے پہلے وہ لوگ کھل کر پاکستان اور بانی پاکستان کی مخالفت کررہے تھے وہ برابر موجود ہیں اورحکومت پرقبضہ جمانے کی ہرٹیکنیک استعمال کررہے ہیں۔ بالکل اسی طرح رسولؐ اللہ کے یہاں بھی کھل کرمخالفت کرنے والے آئے ،کلمہ پڑھا اورزندگی بھروہی کچھ کرتے رہے جو پاکستان میں ہورہاہے۔اُن لوگوں سے اسلام کی تعلیمات کومحفوظ رکھنا بڑاہی مشکل کام تھا۔یہ لوگ واپس جانے والے نہ تھے۔اُنہوں نے مسلمانوں ہی میں رہنا تھا اوریہیں رہ کر،نمازیں پڑھ کر،روزے رکھ کر، اسلام کوتبدیل کرنا تھا۔چنانچہ اس نظام میں داخلہ کیلئے چند چیزوں کوسامنے رکھا گیا تھا۔

الف۔ جو مومنین اپنے گھروں میں رہتے تھے یا رہ سکتے تھے اوراپنی اوراپنے متعلقین کی معاش فراہم کرسکتے تھے اُن کو بدستوراپنے اپنے مقام پررہنے کے احکام

دیئے گئے اور پیش آمدہ معاشی ومعاشرتی مشکلات کو حل کرنے کے طریقے بتائے گئے۔ چنانچہ اپنی ملکیت اور دیگر مقبوضات کو اپنی تحویل میں رکھنے والے مومنین کو زکاۃ وصدقات وخیرات کے جو احکام ملے ہیں وہ اسی صورت میں نافذ ہوں گے جب کہ اسلامی نظام معیشت ابھی اس قابل نہ ہوا ہو کہ تمام مومنین اس میں داخل ہو سکیں۔ چنانچہ انفاق کے متعلق سادہ احکام ہوں یا زکاۃ وصدقات وخیرات سے متعلق قانونی احکام ہوں وہ سب ان ہی مومنین کیلئے ہیں:۔

(1) جو خود کفیل ہوں یا جو (2)۔ اپنی کفالت کے بعد فاضل سرمایہ کسی بھی شکل میں رکھتے ہوں یا جو (3)۔ اپنی کفالت تو اچھی طرح نہ کر سکتے ہوں مگر اپنا سر چھپانے کے لئے رہائش کا انتظام کر سکتے ہوں۔ اُن تینوں قسم کے مومنین کو آنحضرتؐ اپنی تحویل یا مرکزی نظام معیشت میں نہ لے سکتے تھے۔ اس لئے کہ ابھی مرکزی آمدنی کا باقاعدہ انتظام نہ ہوا تھا۔ یہ ہے وہ حقیقت جس کی بنا پر معاشی احکام کی چند الگ الگ صورتیں قائم کرنا ضروری تھا۔ اگر بے سہارا مردوں، عورتوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں کے اس سیلاب کو سامنے رکھا جائے جو مخالفین کے بائیکاٹ سے روزانہ بڑھتا چلا آ رہا تھا تو معاش کے متعلق مسئلہ خود بخود واضح ہو کر عام فہم اور قابل عمل بن جاتا ہے اور اگر یہ تاریخی فطری اور قرآنی صورت حال نظر انداز کر دی جائے تو پھر ہر شخص کو تاریکی میں ہاتھ پیر مارنے ہوں گے اور علما کو ناسخ ومنسوخ کے غلط معنی اختیار کرنا پڑیں گے اور مسئلہ معاش خود افلاس کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔ چنانچہ مندرجہ بالا صورت حال پر قابو پانے کے لئے معاشی احکام کی دو فطری قسمیں بنا دی گئی تھیں۔ ان دونوں اقسام کو ہم نہایت اختصار کے ساتھ بطور نمونہ پیش کرتے ہیں تاکہ آئندہ اہل قلم اس بنیاد پر مزید روشنی ڈال سکیں۔

اوّل۔ اس قسم کے احکام جن سے خود کفیل مومنین اپنا تمام سرمایہ یا اپنے کل سرمایہ کا زیادہ سے زیادہ حصہ بلا جبر وکراہ، سوچ سمجھ کر رسولؐ اللہ کے مرکزی نظامِ معیشت کے حوالہ کر سکیں۔ تاکہ آنحضرتؐ اپنے زیرِ تحویل وتربیت بے خانماں اور مظلوم مومنین کی معاشی ومعاشرتی دقتوں کو دور کر کے آئندہ اُن کی فلاح وترقی کی راہیں کھول سکیں اور جو لوگ معاشی مجبوریوں کی بنا پر کفار ومخالفین کے ہاتھوں میں گھرے ہوئے ہیں اور اس طرح اسلام اختیار کرنے سے روک دیئے گئے ہیں وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں آ کر مرکزی نظامِ معیشت کی پناہ لے سکیں اور آئندہ اطمینان سے ترقی پذیر زندگی بسر کر سکیں اور مخالفین اس معاشی نظام کے ممبران کی یکجہتی وہم آہنگی دیکھ کر مایوس وناکام ہو جائیں۔ چنانچہ ایسے احکام کی چند مثالیں دینا ضروری ہیں۔ علمائے کرام کے تراجم ملاحظہ ہوں۔

(1) يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؟ تم سے سوال کیا گیا ہے کہ کیا خرچ کریں قُلِ الْعَفْوَ ......(2/219 بقرہ) اُن سے کہہ دو کہ:۔

1۔ کہ جو افزود ہو۔ شاہ عبدالقادر مرحوم دہلوی (1922ء)

2۔ کہہ زیادہ حاجت سے۔ شاہ رفیع الدین مرحوم دہلوی

3۔ بگو خرچ کنید زیادہ را۔ شاہ ولی اللہ مرحوم دہلوی

4۔ آپ فرما دیجئے کہ جتنا آسان ہو۔ اشرف علی تھانوی مرحوم

5۔ تم (ان سے) کہہ دو کہ جو ضرورت سے بچے۔ فرمان علی مرحوم

6۔ تم کہہ دو کہ جو تمہاری جائز ضرورت سے زائد ہو۔ مقبول احمد مرحوم

اگر ان تراجم کو قرآن کے الفاظ سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو بڑی مشکل ہو جائے گی یہ پتہ لگانے میں کہ ان میں:۔

1۔حاجت 2۔آسان 3۔ضرورت سے بچے 4۔اور جائز ضرورت سے بچے۔کون سے لفظ کا ترجمہ ہیں؟

اس ایک لفظ یعنی **العَفْوَ** کے لئے یہ چار باتیں برداشت کرنا ناممکن ہیں۔ بہر حال اگر ہم ان تراجم کو بھی من وعن تسلیم کر کے ان پر عمل کرلیں تو آج بھی والدازم یا اسلامی نظام معیشت قائم ہوسکتا ہے یعنی اگر ہر شخص کل مورخہ 8 مئی 1969ء کو اپنا تمام سرمایہ جو کل کی ضرورت سے زیادہ ہے سربراہ مملکت کو سونپ دے تو باقی تمام غربا، پرسوں یعنی 9 مئی سے خود مکتفی ہوسکتے ہیں۔مگر صرف ترجموں تک بات نہیں رکتی بلکہ یہ لفظ ضرورت بڑھتے بڑھتے شیطان کی آنت بن جاتا ہے۔اس لفظ کی آڑ لے کر ابلیس اپنے نظام فقر و فاقہ،افلاس و بے غیرتی،اسراف و کنجوسی کا جال بچھا دیتا ہے۔ اور پھر متشابہات سے ان تمام لعنتوں کو شریعت اور اجتہاد کا رنگ دے دیتا ہے۔ پھر اس ہم رنگِ زمین جال میں نہ صرف عوام بلکہ اہل علم کو بھی جکڑ لیتا ہے۔لہٰذا نہ ضرورتوں کی کوئی حد ہوتی ہے نہ قرآن کریم پر عمل کرنے کا وقت آنے دیا جاتا ہے۔ پھر مصیبت یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ ذہنیت ان لوگوں کو سرمایہ داری کا چسکہ ڈال دیتی ہے جو دین کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں رکھتے ہیں۔ رفتہ رفتہ دین کا ہر کام کرنے پر مزدوری ملنے لگتی ہے۔علما کے مشاھرے اور تنخواہیں مقرر کر دی جاتی ہیں بات بات پر انعام واکرام کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آجاتا ہے کہ فرض اورواجب نمازیں پڑھانے والے پیش نمازوں کو خرید لیا جاتا ہے۔ انہیں روپیہ بٹورنے کا ایسا عادی بنایا جاتا ہے کہ وہ دین سے بالکل فارغ ہو کر دن رات سرمایہ داری کے تحفظ میں آیات واحادیث کی اختراع اور تاویل کرنے لگتے ہیں۔نئی نئی بحثیں اور نکات نکالے جاتے ہیں۔ایک ایک دن میں پانچ پانچ وعظ ومجالس پڑھوائی

جاتی ہیں اور ہر وعظ پر ایک دو ہزار روپیہ دے کر واعظ وخطیب سے جو مناسب ہو کہلوایا جاتا ہے۔ ان وعظوں میں ہزار ہا مومنین شریک ہوتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک شخص کم از کم چار آنے سے ایک روپیہ تک کرایہ وغیرہ پر خرچ کرتا ہے جسکے نتیجہ میں واعظ سال بھر ٹھاٹ سے عیاشی کرنے کے لئے بنک بیلنس بڑھا لیتا ہے اور سال بھر تک سرمایہ داری کے تحفظ و بقا کے لئے قرآن و اہلبیت علیہم السلام کو الٹ پلٹ کر کے نئے نکات جمع کرتا رہتا ہے اور لاکھوں روپیہ غربا کی جیب سے نکل کر انہیں غریب تر کر دیتا ہے۔ وہ پھر سال بھر ایک ایک پیسہ جمع کر کے آئندہ سال کے لئے سرمایہ دارانہ اسلام کی حفاظت کا انتظام کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ اپنی پوری دیانت وامانت وجانفشانی سے مقصد اسلام کو تباہ کر رہے ہیں اور اس طرح سرمایہ دار وسرمایہ داری کے محافظین کو موٹا کرتے جاتے ہیں اور خود بالاقساط خودکشی کا جرم کرتے ہیں۔

(2) آنخضرتؐ کے زمانہ کے مومنین اپنی آنکھوں سے حالات کو دیکھتے تھے اور وہ حالات خود اُن کے اوپر گذرتے تھے۔ لہٰذا انہیں یہ سوچنا پڑتا تھا کہ آیا میری ضرورت زیادہ ہے یا آنخضرتؐ اور اُن کی تحویل میں جو مصیبت زدہ ہیں اُن کی ضروریات زیادہ ہیں۔ وہ لوگ آنخضرتؐ اور اُن کے شرکائے کار کو پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے کئی کئی وقت کے فاقوں سے دیکھتے تھے۔ اُن کے گھروں میں ہفتوں ہفتوں کھانا تو کھانا، کھانا پکانے کے لئے دھواں تک اُٹھتا ہوا نہ دکھائی دیتا تھا۔ وہ صحابہ کرام کی باوقار صورتیں دیکھتے جو فاقوں سے نڈھال بیٹھ کر نماز پڑھنے پر مجبور ہوتے تھے۔ مگر چہروں پر نورانی بشاشت واعتماد مکمل حقیقت کہہ دیتا تھا۔ ایسے فداکارانہ چہرے ایک دفعہ منافقوں کو بھی اُن کی اسکیم فراموش کر دینے پر مجبور کر دیتے تھے۔ مومنین سوچتے تھے کہ اگر ہم بھی اس فی سبیل اللہ قربانی میں حصہ لے لیں

تو کیا مشکل ہے؟ ہم بھی کم از کم دو روز تو بھوکے رہ سکتے ہیں۔ لہٰذا ایسا سوچنے والے اپنا سب کچھ آنحضرتؐ کے حوالے کر دیتے تھے اور کل کی پروا نہ کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے پاس کم از کم تندرستی ہے، رہنے کے لئے گھر ہے، بیوی بچے ہیں تن پر ایک ایک جوڑا کپڑے، پاؤں میں جوتے، سر پر پگڑی یا ٹوپی تو ہے۔ ہم پر کوئی ظلم نہیں ہو رہا ہے، ہمیں کسی نے لوٹا نہیں ہے، گھر اور دولت سے بے دخل نہیں کیا ہے، نہایت اطمینان سے گھر بیٹھے اسلام کی دولت ملی ہے۔ دوسری طرف رسولؐ اللہ کے پاس ایسے لوگ ہیں جن کو جان و مال کی قربانی کے بعد اسلام ملا ہے۔ نہ بدن پر کپڑے ہیں نہ رہنے کا ٹھکانا ہے جن کے لئے رسولؐ اللہ کی اولاد و ازواج و خاندان و صحابہ دن رات فاقے کر رہے ہیں۔ ننگے پیر مزدوریاں کر رہے ہیں۔ چادروں میں پیوند پر پیوند لگاتے ہیں، تین تین روز روزوں پر روزہ رکھتے ہیں۔ ہم بھی ان حالات میں اگر ایثار و قربانی سے پیش آئیں تو اللہ ہمیں بھی ان حضرات کے ساتھ شمار کرے گا۔ رسولؐ کی دعائیں ہمیں مالا مال رکھیں گی۔ منافق یہ سمجھ کر ایثار کر گذرتا تھا کہ یہی وہ وقت ہے جب کہ ہمیں دوسرے مومن کے ساتھ بلند مقام ملنے کی اُمید ہے۔ اللہ و رسولؐ نہ سہی کیوں کہ وہ تو اصل حال جانتے ہیں مگر باقی صحابہ اور دیگر مومنین تو دلی حالت اور ہماری اسکیم سے واقف نہیں ہیں۔ ان پر خاطر خواہ اثر ڈالنے کا اس سے اچھا موقعہ پھر نہ ملے گا۔ چنانچہ یہ لوگ بھی شیطان کے سوار اور پیادوں کی طرح اس بساط پر اپنی گوٹیں بڑھا رہے تھے۔ اس صورت حال کو بیان کرتے ہوئے ہمارے سامنے قرآن کریم کی آیات ہر لفظ کی تصدیق کرتی ہوئی ملتی ہیں۔ لیکن اختصار اور عجلت کی بنا پر ہم آیات نہیں لکھ رہے ہیں صرف منافقوں کے لئے یہاں ایک حوالہ دینا کافی ہے۔ ان سے اس قسم کے انفاق پر کہا گیا کہ تم خواہ خوشی سے انفاق کرو یا مجبور ہو کر موقعہ شناسی کی

بناپر خیرات کر و مگر تمہارے انفاق کو اللہ ہرگز ہرگز قبول نہ کرے گا۔ اس لئے کہ تم فاسق یعنی بے مہار قوم ہو۔ ان سے انفاق کو قبول نہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ ورسولؐ سے کفر کے عالم میں رہ کر غیر متحرک، جامد اور غیر موثر (کسل کے معنی) نماز پڑھتے ہیں اور جب بھی انفاق کرتے تو انفاق کے مقاصد کو ناکام بنانے کے لئے انفاق کرتے ہیں (کرہ ۔ کارہ کے معنی رکاوٹ ڈالنے والے کے ہیں) (9/53-54 توبہ)۔ ادھر قلبی لگاؤ اور خلوص سے نظام معیشت کی تائید کرنے والوں کی شان میں بھی آیات نازل ہو رہی تھیں جن کا مختصر تذکرہ آگے آئے گا۔ اسی سلسلہ کا ایک مقام وہ ہے جہاں یہ بتایا کہ:۔

(3) ہر وہ سامان جس میں عوام الناس کی محنت اور کوشش وفکر شامل نہیں ہے ''مال فی'' کہلاتا ہے۔ (مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ ۔ جو کچھ اللہ واپس دلائے) اس کا سرسری تذکرہ ہو چکا ہے۔ یہ مال فے صرف اللہ ورسولؐ کی صوابدید سے رشتہ داروں (ذی القربیٰ) کے بعد یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کی معاش پر صرف کیا جائے گا تا کہ نتیجہ میں دولت منداور سرمایہ داری ہی ختم ہو جائے۔ (سورۃ الحشر۔ 59/6-7)

ان آیات کا مقصد ان کے الفاظ سے ظاہر ہے اور اصل نتیجہ جو برآمد کرنا ہے وہ یہ ہے کہ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ سرمایہ داروں میں سرمایہ نہ رہے۔ یعنی جب دولت مندوں کے پاس دولت ہی نہ رہے گی تو ظاہر ہے کہ غربا کے پاس کیسے چھوڑی جاسکتی ہے۔ مطلب واضح ہے کہ سرمایہ، دولت یا سامان معیشت مرکزی تحویل میں ہوگا۔ نہ کوئی سرمایہ دار ہوگا نہ ضرورت مند باقی رہے گا۔ تمام سرمایہ مرکز کے پاس جمع ہوگا یا مرکزی کنٹرول میں ہوگا۔ جہاں سے ہر ضرورت رفع کی جاتی رہے گی۔ اسی اصول کی وضاحت یہ کہہ کر کی گئی ہے کہ:۔

(4) مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَانَھٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَھُوْا (59/7 حشر)

تمہیں جو کچھ رسوؐل اللہ دیدیں وہ لے لیا کرو۔ اور جس چیز سے منع کر دیں اس سے باز رہا کرو (59/7 حشر)۔ رسوؐل اللہ کے علاوہ ہر شخص کا فریضہ ہے کہ وہ اس حکم پر عمل کرے اور اپنا وظیفہ بنالے کہ اس سے زیادہ یا اس کے علاوہ کوئی چیز طلب نہ کرے جو آنحضرؐت دیں اور دل میں بھی خوش اور مطمئن رہے (4/65 نساء)۔ اپنے تمام اختیارات رسوؐل اللہ کے ماتحت رکھے (33/36، احزاب)۔ مختصر بات یہ ہے کہ سامان معاش آنحضرتؐ دیں گے۔ اور جتنا ضروری ہوگا اتنا دیں گے جو چیز مفید نہ ہوگی نہ دیں گے ۔ اس معاملہ میں ان حضرؐت پر کوئی محاسبہ نہیں کیا جاسکتا (38/39 ص)۔ اس لئے کہ نہ ان سے زیادہ مفید و مضر کوئی انسان جان سکتا ہے اور نہ ان کی طرح کوئی اور بنی نوع انسان کو ترقی کرا سکتا ہے (2/151 بقرہ) ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اس سپردگی پر عمل پیرا ہوگا وہ اللہ کا متقی ہوگا۔ ورنہ مجرم اور قابل مواخذہ ٹھہرے گا (59/7 حشر)۔ اگلی آیت میں بتایا گیا کہ مندرجہ بالا انتظام ان لوگوں کو بھی خود مکتفی بنا دیتا ہے:۔

(5) جو اپنے گھروں یا وطنوں کو چھوڑ دینے پر مجبور کئے گئے اور مخالفین نے ان کو نکال باہر کیا۔ ان کے اموال و مقبوضات پر قبضہ کرلیا جن کے پاس کچھ بھی نہ رہا (فقراء) اور اب وہ آنحضرؐت کی تحویل میں نصرت خداوندی کر رہے ہیں۔ دن رات اللہ و رسولؐ کے فضل اور رضامندیاں حاصل کرنے میں مصروف ہیں جو درحقیقت صادق (سب کچھ صدقہ کرنے والے) ہیں۔ (59/8 حشر)

واضح ہو کہ اسلام کا نظام معیشت بے گھر لوگوں کو مکان دے گا۔ بے زر لوگوں کی نشوونما کی راہیں نکالے گا اور آئندہ اس طرح لوگوں کو بے دخل کرکے نکال

دینے کی راہیں بند کردے گا۔ اس کے بعد اس نظام کی تائید و اعانت کرنے والے مومنین کا تذکرہ شروع کیا اور بتایا کہ:۔

(6) وہ حضرات جو مہاجرین سے پہلے دارالایمان میں مقیم تھے۔ وہ لوگ ایسے ہیں کہ ہر اس شخص سے محبت کرتے ہیں جو بے خانماں ہو کر ان کی اِس بستی میں داخل ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو وہ اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ خود بھی تنگدستی کا شکار ہیں۔ مگر اپنی ضرورتوں کو نظر انداز کر کے اُن کی ضروریات کو پہلا نمبر دیتے ہیں اور دل کی تنگی اور کنجوسی سے اس عالم میں محفوظ رہ جانا ہی رستگاری تھا۔ (59/9 حشر)

(7) ان چار آیات سے واضح ہو گیا کہ سرکار دوعالمؐ کی تحویل میں کیسے کیسے مصیبت زدہ اور بے سروسامان لوگ تھے اور یہ کہ ان کیلئے معاشی سہولتیں فراہم کرنا بہت ہی مشکل تھا۔ جو لوگ ان حالات میں رسولؐ اللہ کے قائم کردہ اس نظام میں ممد و معاون تھے ان کی صفات یہ تھیں کہ خود بھوکے رہ کر ضرورت مند، تنگ دست رہ کر اپنی جان و مال و اولاد سب ان لوگوں کے لئے وقف کر دی تھی جو حضرتؐ کی تحویل میں تھے۔ یعنی اس آیت پر ہو بہو عمل کرتے تھے جس میں جان و مال و اولاد و تجارت و مکانات کو ترجیح دینا اس نظام کی تباہی کا باعث بنتا تھا (9/24 توبہ)۔ ایمان سے خارج کر کے فاسق بناتا تھا (9/24 توبہ) اور آخر کار مستحق عذاب قرار دیتا تھا (9/24 توبہ)۔ جو مومنین انفاق کے صحیح معنی اختیار کرتے تھے۔ وہ قل العفو کے معنی یہ کرتے تھے کہ جو کچھ بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ وہ سب مربی مومنین حضرت خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں پیش کر دیا جائے۔ اگر اللہ و رسولؐ ہمیں تنگ حال دیکھیں گے تو کیا ہماری مدد نہ کریں گے؟ جب کہ یہ نظام ہی تنگی و بے سروسامانی کو دور کرنے کا ذمہ لیتا ہے۔ کیا اس دنیا میں صرف مادی کوششیں ہی ہمارا

رب ہیں ؟ وہ رب العالمین جو تمام مخلوقات کا خالق و مالک ورازق ہے کیا ہمیں ہمارے اس ایثار وقربانی اور تعمیل حکم کا اجر نہ دے گا ؟ کیا وہ ایسا انتظام نہیں کرسکتا جو ہماری اس محدود و ناقص عقل سے بلند تر ہو؟ ان حضرات کے علاوہ کچھ دوسری قسم کے لوگ بھی تھے جو اس دنیا میں صرف اپنی قوت بازو ہی کو اپنا ان داتا اور خدا سمجھتے تھے۔ وہ قل **العفو** کے جو معنی کریں وہ ان کے بنیادی عقائد اور تصورات کی بنا پر ان کے نزدیک صحیح تھے۔ وہ حضرات سب سے پہلے اپنی ذات یعنی اپنا پیٹ، پھر اپنی اولاد و اقربا و اعزہ، پھر ملازمین کو نمبر دیں گے اور اپنی ذات کے ساتھ پہلے مکانات، فرش وفروش، سامان آرائش وزیبائش، دعوتیں ضیافتیں پکنک پارٹیاں، سیر وتفریح، موٹریں، ڈرائیور اور دیگر ٹھاٹ کے سامان جیسے ٹیلی ویژن، ریڈیو، ظروف، عجائبات کھلونے اور ماڈل، بچوں کی مخصوص چیزیں مدنظر رکھیں گے۔ اس کے بعد یہ دیکھیں گے کہ مندرجہ بالا تمام ضروریات زندگی اور نئے تقاضوں سے پیدا ہونے والی اچانک ضروریات ساری عمر پوری ہوتے رہنے کا مکمل انتظام ہے یا نہیں ؟اس کے بعد اگر آسانی سے کچھ دے سکیں تو دے دیں گے (87/16، الاعلیٰ) ورنہ چھٹی ملی ہوئی ہے۔ مترجمین ومحدثین ومفسرین زندہ باد۔ جنہوں نے یقین دلا دیا ہے کہ وہ اللہ کے یہاں معذور ہیں بے قصور ہیں۔ اِدھر نیت یہ تھی کہ ضرورت سے زیادہ آسانی سے ہوگا تو ضرور دیں گے۔ اگر مجبوراً عمل نہ کرسکے تو اچھی نیت کا ایسا ثواب ملے گا گویا کہ وہ ساری عمر انفاق کرتے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ نمازیں یہ روزے یہ حج، یہ قربانی کا دنبہ یا بکرا، یہ مجالس ومیلاد یہ ہر وقت تسبیح کا دور، اُٹھتے بیٹھتے بسم اللہ کہنا چھینک اور ہچکی کے وقت بھی اللہ کو نہ بھولنا۔ سوتے وقت جاگتے وقت کلمہ پڑھنا، ہر فقیر کو کچھ نہ کچھ دینا، خصوصاً جمعرات کو ڈبہ بھر پائیاں پاس رکھنا، فقرا کی لائن لگوا کر خیرات دینا۔ یہ

نیکیاں اور عبادات ہیں ان سے مدارج کی بلندی میں شک وشبہ کرنے والا نہ مسلم ہے نہ مومن۔ پھر شفاعت محمدؐی بھی تو ایک حقیقت ہے حضرت کسی کلمہ گو کو جہنم میں نہ رہنے دیں گے۔ (سبحان اللہ وبحمدہ)

(8) ان چاروں آیات پر پھر ایک نظر ضروری ہے۔ یہاں پہلی قسم کے لوگوں میں (یعنی سب کچھ سونپ دینے والوں میں) وہ لوگ داخل ہوئے جن کو قرآن کریم نے یہ سند دی کہ وہ آنحضرتؐ کے اس آویٰ یعنی معاشی نظام میں تن من دھن سپرد کر چکے تھے۔ جنہوں نے رسولؐ کے حکم کی ایسی اطاعت کی کہ اپنی ذات کو رسوؐل میں فنا کر دیا تھا۔ اُن حضرات کے متعلق تاریخ نے تفصیل پیش کی ہے ادھر وہ واقعات زبان زد عوام وخواص ہیں۔ لہٰذا یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اُنہوں نے قل العفو کی تعمیل میں نہ صرف اموال واملاک پیش کر دیئے تھے بلکہ انہوں نے اوران کی بلند مرتبہ ازواج نے اپنی سالہا سال کی خدمت ومحبت قربان کر کے اسلامی طریقہ پر ازواج میں سے بھی جو ضرورت سے زیادہ تھیں دیدیا تھا۔ اور یوں العفو کے معنی واضح کر دیئے تھے۔ ان حضرات کا لقب ہی انصارِ خدا اور رسولؐ ہو گیا تھا۔ یہ یاد رہے کہ مہاجر ہر وہ شخص کہلا سکتا ہے جو وطن چھوڑ دے اور دوسری جگہ جا کر آباد ہو جائے۔ لفظ مہاجر میں اس سے زیادہ کچھ معنی نہیں ہیں لیکن انصار صرف نصرت کرنے والے کو کہا جائیگا۔ خواہ مخواہ کسی کو انصار نہیں کہا جا سکتا۔

(9) ان چاروں آیات میں (59/7 حشر) قرابت داروں کا تذکرہ ہوا ہے اور مال فے میں اللہ ورسوؐل کے بعد ان کا نمبر رکھا گیا ہے۔ یہ وہی ذریت ہے جس کا بار بار تذکرہ کیا جاتا رہا ہے جو از آدمؑ تا خاتمؐ اسلام کے نظام معیشت کا نمونہ برقرار رکھنے کیلئے ذمہ دار بتائی گئی تھی جو تمام انبیاء علیہم السلام کی کمائی ہے جو تمام

تعلیمات الٰہیہ کا نچوڑ ہے جو انبیا علیہم السلام کا گہوارہ تربیت بنتی چلی آئی ہے یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے آنحضرتؐ کی پیدائش، پرورش، تربیت اعلان نبوت اور قیام نبوت کے لئے آ وی بنایا تھا۔ حضورؐ کو یاد دلایا گیا کہ:۔

(10) روز روشن اور شبِ تار کی قسم کہ تیرا پیدا کرنے، تربیت کرنے اور درجہ کمال تک پہنچانے والا (رب) تجھے ناکام نہ کریگا اور نہ تجھ سے برداشتہ خاطر ہوگا۔ تمہاری ابتدا سے انتہا کا بہتر ہونا طے شدہ ہے۔ چنانچہ عنقریب تجھے وہ کچھ عطا کر دیا جائیگا کہ تو راضی ہو جائیگا۔ اپنی سابقہ حالت پر نظر رہے کہ ہم نے تمہیں یتیم پا کر آ وی (جیسا کہ تم مومنین کیلئے آ وی ہو) دیا تھا۔ پھر تمہیں اپنے مشن کو نافذ کرنے کی راہ نہ مل رہی تھی تو کیا ہم نے تمہاری راہنمائی نہ کی تھی۔ پھر ہم نے تمہیں بے سروسامانی کے عالم میں مستغنی نہ کر دیا تھا۔ لہٰذا تم بھی اسی طرح یتیموں (بے سروسامان لوگ) کو جبر وقہر سے باہر نکالنے میں کمی نہ چھوڑنا اور ضرورت مندوں کو دھتکارے جانے سے بچانا اور اپنے پروردگار کی مذکورہ نعمتوں کی تجدید مسلسل کا بندوبست کر دینا۔ (ضحیٰ 93/1-11)

(11) یہاں پر اللہ اپنے اُن انعامات کو دہراتا ہے جو اس نے رسولؐ اللہ پر مذکورہ ذریت کے ذریعے سے کیئے تھے اور قسمیہ بیان دیکر اس کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ پھر اس انتظام کو مثالی حیثیت دے کر آنحضرتؐ کو ان کا منصب اور مقصد بتاتا ہے کہ جس طرح ہم نے تمہاری پیدائش سے تمہارے مشن کی انتہا تک (یعنی قیامت تک) کیلئے تمہیں سرپرستی عطا کی ایسی سرپرستی کہ جس میں سرپرست اپنی سب سے پیاری اولاد کو تم پر قربان کرنے کی فکر میں راتوں کو بیدار رہتا تھا۔ جس نے مسلسل تین سال تک پوری قوم کے ایسے وحشت ناک اور روح فرسا بائیکاٹ کے زمانہ میں تمہارے اور

تمہارے ہونے والے رفقائے کار محفوظ رکھنے کا انتظام کیا تھا کہ جس کی مثال اس دنیا میں کہیں نہ مل سکے گی۔ جس نے اپنی اولاد کو تم اور تمہارے مشن پر قربان ہو جانے کی ایسی تربیت دی اور ایسی عادت تفویض کی جو کہ کسی حال میں صدیوں تک کم نہ کی جاسکی۔ لہٰذا اب تم بھی مومنین اور تمام بنی نوع انسان کیلئے اسی طرح آ وئی قائم کرو۔ جس میں نہ کوئی فقیر ومحتاج رہے، نہ کوئی کسی پر ظلم وزبردستی کرے۔ جس میں محض سلامتی ہی سلامتی (دارالسلم) ہو، ترقیاں ہی ترقیاں ہوں۔ جو روز نرالا ہو، ہر روز نیا رہے جو نئے نئے پہلو بدلے اور ہر معاند ومخالف رفتہ رفتہ اس میں داخل ہونے پر رضامند ہوتا چلا جائے۔ عملی نمونہ دے کر درجہ کمال پر پہنچا کر یہ خدائی اپیل تھی جس کو پورا کرنے کے لئے آنحضرتؐ نے کسی قسم کی کمی نہ چھوڑی تھی۔ سرکارؐ نے عملاً اپنے ذی القربیٰ کا معاشی ومعاشرتی نظام دیکھا تھا۔ جس نے پورے ملک اور ساری قوم کے بائیکاٹ کے بالمقابل کامیابی حاصل کی تھی۔ جو نظام ایک درّہ میں محصور ومقیدرہ کر تمام عربوں کو عاجز کردے۔ تاریخ عالم شعب ابی طالبؑ میں محصور رہنے والوں کی کسی طرح بھی مثال پیش نہیں کرسکتی جو دردناک مظالم اس نظام کے حاملین پر تین سال تک وارد کئے گئے۔ دنیا کی کسی قوم وقبیلہ کو اس کے دسویں حصہ سے بھی واسطہ نہیں پڑا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اس خاندان کے بچوں نے قید وبند کے مصائب کو مسکرا کر جھیلنا سیکھا۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں بھوکا پیاسا رہ کر غربا کی تکلیف اور بھوک پیاس کی قدر گھٹی میں پڑ گئی۔ مختصراً یہ کہ یہاں نبوتؐ وامامتؑ نے اپنے اپنے پروگرام بنانا سیکھا۔ یہی وہ خلوت خانہ خداوندی تھا جہاں تمام علوم نے عملی صورت تبدیل کی اسی جگہ کتاب ومعنیٔ کتاب انسانی زندگی پر منطبق ہوئے۔ اُسی زمانہ میں عربی مظالم اور عربوں کی ذہنیت کی گہرائی ناپی گئی تھی۔ یہ سمجھ لیں کہ اس تین سال کے زمانہ کو اگر

اخراجات ومصارف کی ترازو میں تولا جائے تو بات یوں ہوگی کہ اگر اس خاندان کا ہرفرد کروڑ پتی ہوتا تو دیوالیہ ہوگیا ہوتا ۔یہ قرابت دار بڑے جفاکش نکلے (76/7-8 دھر) یہاں روپیہ، پیسہ، اناج ورسد سے کام چل سکتا تھا۔ان لوگوں نے نبوت وامامت کو آ ویٰ فراہم کرنے کے لئے منتیں اورنذریں مانیں، ظلم کرنے والوں کے مقابلے میں اللہ سے نصرت چاہی ،خدانے کامیاب کیا اور اس کامیابی کو قرآن کریم میں محفوظ کردیا فرمایا گیا کہ:۔

(12) تم نے جس قدر بھی انفاق کیا اور جو جونذریں یا منتیں مانی تھیں وہ سب اللہ کے علم میں محفوظ ہیں ۔لہٰذا دیکھ لو کہ ظالم لوگوں کو آج کوئی ناصراور مددگار نہیں ملتا۔ اگرتم نے تصدیق اسلام کیلئے اعلانیہ خرچ کیا تب بھی اور تمہاری تصدیقات خفیہ تھیں تب بھی ادھر ضرورت مندوں کی احتیاج رفع ہوگئی اُدھر ہم ان طریقوں کو پسند اور قبول کرتے ہیں اور تمہیں دائرہ خیر میں داخل کرتے ہیں۔جس کی وجہ سے تمہاری کوتاہیوں کو تمہاری کوتاہیاں ہونے سے منکر کردیں گے (2/271 بقرہ) یہی وہ قرابت دار ہیں جنہوں نے اپنی نذریں اور منتیں پوری کردیئے جانے کے بعد آنحضرتؐ کے معاشی نظام میں آخر تک جان ومال ومحنت وکوشش اورزن وفرزند سب کو اطعامِ مساکین ویتامیٰ واساریٰ قیدیوں کیلئے وقف کررکھا اور ہر خطرہ میں اسلام کو محفوظ رکھنے کے لئے پیش پیش رہے۔شرعی عذرات ہوتے ہوئے معذوری کو بہانہ نہ بنایا۔ بلکہ جان واموال کی قربانیوں کے نمونے قائم کئے جن پر عمل کرکے بنی نوع انسان آج تک استبداد کا مقابلہ کرتی چلی آتی ہے۔اس کے لئے قرآن کریم میں ان کے ہر عمل کو سراہا گیا۔ اوران کی آئندہ زندگی کی تصویر کھینچ کر رکھ دی تاکہ ہرمومن وہی معیار اختیار کرے چنانچہ فرمایا گیا کہ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمۡ جَزَآءً وَّكَانَ سَعۡيُكُمۡ

مَّشۡــکُــوۡرًا O (76/22 دھر) بلا شبہ یہ سب کچھ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی جزادی گئی ہے اورتمہاری کوششیں قابل شکر یہ ثابت ہوگئی ہیں اور آخر میں یہ بتا کر بات مکمل کردی کہ وہ حضرات جو کچھ سوچیں جو کچھ زبان سے کہیں اور اقدامات کریں وہ بلا منشائے خداوندی ہو ہی نہ سکے۔(76/30 دھر)

(13) یادرکھئے کہ آنحضرتؐ کی پیدائش سے لے کر دعویٰ نبوت تک ان قرابتداروں کا قائم کیا ہوا والدازم قرآن کریم سے ثابت ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے چالیس سال تک خالصتاً ان قرابت داروں کی تعلیم واصلاح میں دن رات صرف کرکے ان لوگوں کے ظروف واموال کو اس درجہ کمال تک پہنچا دیا کہ خدا نے ان کو علم وحکمت کی یہ سند عطا کی کہ تمہیں رسولؐ اللہ نے وہ سب کچھ سکھا دیا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔ **یُعَلِّمُکُمۡ مَّالَمۡ تَکُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ** O (2/151 بقرہ) یعنی لاعلمی اور جہالت کی اسی طرح نفی کردی گئی جیسا کہ آنحضرت کے لئے فرمایا گیا تھا کہ **عَلَّمَکَ مَالَمۡ تَـکُـنۡ تَعۡلَمۡ** (4/113 نساء) تجھے وہ سب کچھ تعلیم دے دیا ہے جو تو نہ جانتا تھا۔ اس بے حدوحساب علم اور تربیت رسولؐ نے ایسا بنادیا تھا کہ وہ مجسمہ ایثار وقربانی ثابت ہوئے۔ ان کی خوراک، پوشاک ان کے مصارف، ان کے شادی بیاہ کے اخراجات وجہیز ایسے تھے کہ بعض لوگوں کو ان کی نقل کرنا پڑی اور نہ ہوسکی۔ بعض لوگوں کو سادہ لباس وسادہ خوراک پر عامل دکھانے کیلئے فرضی کہانیاں تصنیف کرائی گئیں مگر ان کا کذب وافترا ہونا خود ان کے اپنے اعمال وقلم سے ثابت کیا جاتا رہا ہے۔ آج تک سربراہ مملکت اس معیار زندگی پر راضی نہ ہوا۔ اور جب تک وہ معیار اختیار نہ کیا جائے گا کوئی ملک ومملکت اس نظام معیشت کی برکات سے فیض یاب نہ ہوسکے گی۔ ہر مملکت کے باشندوں کو چاہیئے کہ وہ اس شرط پر سربراہ مملکت کا انتخاب کریں کہ وہ سال بھر میں

چار جوڑے سادہ اور مضبوط کپڑے لے گا۔ ایک سیر آٹا یا چاول ایک چھٹانک گوشت اور دال مہینے میں ایک سیر گھی اور اس سے متعلق لکڑی مسالا وغیرہ لے کر چوبیس گھنٹے مملکت کا کام کرے گا۔ اُدھر اس کی تعلیم و تجربہ پورے ملک کے باشندوں سے زیادہ ہوگا۔ حالانکہ یہ معیار مذکورہ بالا افراد کے معیار سے بہت بلند رکھا گیا ہے۔ مگر اس پر شاید ہی کوئی اللہ کا بندہ رضامند ہو۔ اور اگر کوئی ایسا مخلص قوم و ملک نکل آئے تو اس ملک کو دنیا کے تمام ممالک پر فخر کرنا چاہیئے یوں بھی ہوسکتا ہے کہ سربراہوں کا انتخاب کر چکنے کے بعد یا امیدواروں کے سامنے (TENDER) تخمینہ رکھا جائے ۔ جو اُن میں کم از کم خوراک و مصارف پر سربراہی مملکت کرنا چاہے اُس کو سربراہ بنا دیا جائے ۔ اُس کا سابقہ تمام مال و متاع بحق مملکت لے لیا جائے اگر آپ سچ مچ عمل کرنے کیلیئے تیار ہو جائیں تو ہم اسلامی نظام معیشت کا ہر اصول اور ہر فرع اور مکمل دستور و قوانین آپ کے سامنے رکھنے کے لئے بالکل تیار ہیں۔ اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اس سے بہتر ساری دنیا کے عقلا مل کر پیش نہ کرسکیں گے۔ اس لئے کہ وہ عقلی تک بندیاں نہ ہوں گی ۔ بلکہ قرآن کریم اور احادیث ہوں گی ۔ اور اس میں کسی فرقہ کے خلاف کوئی قانون نہ ہوگا۔ یعنی وہ امت کے مسلمات پر منحصر ہوگا۔ مگر افسوس کہ جب تک آپ کے اندر مذکورہ ابلیسی نمائندے موجود ہیں وہ آپ کو تیار نہ ہونے دیں گے۔ اسلئے کہ اس نظام میں ان ہی کی موت مضمر ہے اس لئے عرض کیا کہ ہر دعویدار سربراہی سے تخمینہ (TENDER) مانگو۔ اس کا سرمایہ لے لو۔ اس پر پوری پوری نگرانی کرو اور اگر جمہوری نظام رکھو تو تمام اراکین حکومت کے ساتھ یہی سلوک کرتے رہو ایک روز اس طرح بھی سرمایہ داری ختم ہو جائے گی۔ اس لئے کہ ہر دفعہ موٹے موٹے سرمایہ دار منتخب ہوں گے اور ہر منتخب ہونے والے کو اپنے سرمایہ سے محروم ہونا

پڑے گا اور اگر وہ لوگ انتخاب میں شامل ہونا بند کردیں تو کسی بھی ان پڑھ کو سربراہ بنادو ۔ اللہ خود انتظام کردے گا یا یوں کہہ دوں کہ اللہ نے پہلے ہی سے ایسا انتظام کررکھا ہے کہ وہ ان پڑھوں سے سربراہی کرالے ۔ مخلص ہونا سب سے بڑی صفت ہے اللہ تو اس دنیا میں منافقوں سے کافروں سے سربراہی کا کام لیتا رہا ہے ۔ دشمن ہی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پال پوس کر جوان کیا تھا ۔ ارے صاحب ہم نے اللہ کہا آپ اس پر متعجب ہیں ۔ حالانکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ کرسی خود کام کرتی ہے (CHAIR WORKS) یعنی صاحب کرسی، کرسی سے یا کرسی میں کوئی ہوا س سے کام لے سکتا ہے اور لیتا رہا ہے ۔

(14) بات دور جانکلی ہم یہ عرض کررہے تھے کہ مذکورہ بالا عملدرآمد سے قل العفو (2/219 بقرہ) کے معنی چھپانے یا بدلنے کے باوجود واضح ہو چکے ہیں ۔ ذرادل پر ہاتھ رکھ کرغورکریں کہ آپ کے یہاں دو بیویاں ہیں ۔ مثلاً ایک خالہ زاد بہن تھی تو دوسری ماموں زاد ۔ دونوں کو آپ سے بچپن سے لگاؤ تھا ۔ محبت تھی شادی ہوئی ایک دوسرے نے مکمل چاؤ اور امنگوں کے ساتھ زندگی کے بارہ سال گذارے ۔ پیاری حسین سعادت منداولاد ہوئی ۔ اب قل العفو کا حکم ملتا ہے ۔ آپ دونوں بیویوں کے سامنے یہ مسئلہ رکھتے ہیں کہ جو کچھ آج کی ضرورت سے زیادہ ہے وہ سب رسولؐ اللہ کے حوالے کرنا ہے ۔ مصیبت زدہ لوگوں کے لئے روٹی پکانے اور ان کے دلوں سے اپنے ازواج و اولاد کا غم بھلانے کے لئے ازواج بھی دینا ہیں ۔ تم دونوں میں سے کون ہے جو اس فرض کو پورا کرنے میں میری مدد کرے ۔ ارے حضور یہ ایسا دردناک وقت ہوگا کہ آنکھوں سے آنسو بہتے ہوں گے ۔ آہ وبکا کے نالے بلند ہوں گے ۔ ذرا شرافت انسانی کو ملحوظ رکھ کر پوری دیانت سے اس ایثار ومحبت کی قربانی

پرغور کریں جو قل العفو کے معنی متعین کرنے کیلئے انصار نے پیش کی تھی۔ یہاں یہ بھی سن لیں کہ انصار کے اس تعاون کو کبھی فراموش نہیں کیا گیا۔ اور عرب کے سرمایہ داروں نے رفتہ رفتہ انصار سے اس کا بھرپور انتقام لیا۔ ان کے ساتھ رخ بدل کر وہی سلوک کیا جو رسوؐل اللہ کے آ وٗی کے ساتھ کیا گیا۔ بہرحال ہم اس مختصر سے کتابچہ میں اصولی ترجمہ پر گفتگو کرتے ہوئے برابر ڈرتے رہے اور عام طور پر وہی معنی اختیار کرتے چلے آئے جو کمرشل بنیادوں پر کئے گئے ہیں۔ لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ یہاں پر چند جملے عرض کر دیں۔ یاد رکھئے اور کبھی نہ بھولئے کہ **انفاق ۔ نفقه ۔ نفق ینفقون ۔ تنفقون**۔ وغیرہ الفاظ کے معنی خرچ کرنا ہرگز نہیں ہیں۔ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ **نفق** ہی سے **منافق** بھی بنتا ہے۔ یہ بھی سن لیں کہ آپکے رسوؐل تمام منکرین ومخالفین اور ظلم وستم کرنے والے لوگوں کو جلد از جلد دامن رحمت میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے دعائیں مانگتے ہیں کہ خدایا انہیں ہدایت کر لوگوں کی بے توجہی حد سے بڑھ جاتی تو سرکاؐر کو رنج ہوتا۔ اسی رنج وغم کے عالم میں اللہ فرماتا ہے کہ:۔

(15) وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْسُلَّمًا فِي السَّمَآءِ (6/35، انعام)

(الف) اور اگر گراں ہوا ہے او پر تیرے منہ پھیرنا ان کا پس اگر سکے تو یہ کہ ڈھونڈے سرنگ بیچ زمین کے۔۔ الخ۔ رفیع الدین

(ب) بجوئی سوراغے درزمین۔ — شاہ ولی اللہ مرحوم۔

(ج) سکے ڈھونڈ نکالنی کوئی سرنگ زمین میں۔ — شاہ عبدالقادر مرحوم

(د) زمین کے اندر کوئی سوراخ ڈھونڈھ نکالو۔ — فرمان علی صاحب مرحوم

(ہ) زمین میں کوئی سوراخ تلاش کر۔ — مقبول احمد مرحوم

(16) اس آیہ مبارکہ کے متعلق بہت سی باتیں جاننے اور بتانے کی ہیں مگر یہاں صرف یہ بتانے کیلئے لایا گیا ہے کہ نفق سے نکلنے والے تمام الفاظ کے معنی زبردستی ''خرچ کرنے'' لئے گئے تھے۔ اور یہ کہ خدا نے مخلص اہل علم کے لئے ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ غلط ترجمہ و تعبیر کرنے والے افراد کو قرآن ہی سے متنبہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ یہ نوٹ کرلیں کہ ''نَفَقٌ یا نَفَقاً'' ایسے سوراخ کو کہتے ہیں جو کم از کم آرپار ہو یعنی کم از کم اس کے دو منہ ہوں۔ چوہوں وغیرہ کے بلوں کو دیکھا ہوگا وہ اپنے بلوں کے کئی کئی منہ رکھتے ہیں تاکہ اگر کوئی ان کے سوراخ کو بند کردے تو نکلنے کی راہ پھر بھی باقی رہ جائے۔ منافق کو اسی لئے منافق کہا جاتا ہے کہ وہ کسی مذہب یا مسلک یا اسکیم و منصوبہ میں داخلہ سے پہلے ہی واپسی کا انتظام کرتا ہے۔ وہ اسلام میں تخریب کیلئے داخل ہوتا ہے اگر اس کا مقصد اس کی زندگی میں پورا ہوجائے تو واپس آجاتا ہے ورنہ اسلامی شکل وصورت واعمال وکردار کی آڑ میں چھپا رہتا ہے۔ مسلمانوں ہی میں شادی بیاہ کرتا ہے۔ اگر بیوی بچے ہم خیال مل گئے تو اگلی نسل بھی تخریب کا مشن چلاتی رہتی ہے۔ ورنہ ساری یا بعض اولاد مسلمان ہوجاتی ہے۔ باقی واپس چلی جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح آپ جانتے ہیں کہ پاجامہ یا شلوار میں کمر بند ڈالنے والے سوراخ کو نیفہ کہتے ہیں۔ جو دراصل نیفق تھا۔ کثرت استعمال سے نیفہ ہو کر رہ گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انفاق اس انتظام کو قرار دیا جاتا ہے جو سرمایہ داروں کے ذخیروں یا خزانوں سے بہت سارے سوراخ کردے۔ جس سے دولت وہاں جم کر نہ رہ جائے لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ (59/7 حشر) اور ان سوراخوں کے راستے تمام سامان معاش ضرورت مندوں تک پہنچ جائے یہی نہیں بلکہ ہر شخص کی آمدنی میں ایسی راہیں کھول دی جائیں جن سے ضرورت مندوں کو اُن کا حق پہنچتا رہے۔ ان معانی کو

اختیار کرنا ہی پڑتا ہے۔ چنانچہ آپ نے دیکھ لیا کہ وہی مترجمین جو انفاق کے معنی خرچ کرنا کرتے رہے مذکورہ بالا آیت میں مجبور ہوگئے کہ صحیح معنی اپنے قلم سے لکھ دیں۔حق کو چھپایا جاسکتا ہے، دبایا جاسکتا ہے۔لیکن مغلوب نہیں کیا جاسکتا۔ جہاں جہاں انفاق، نفق وغیرہ الفاظ آئے ہیں وہاں ہر جگہ ہمارے معنی لے کر دیکھیں تو ہر حکم واضح ہوجاتا ہے اور احکام کا ربط کھل کر سامنے آجاتا ہے۔اسی انفاق کے اصول نے سرمایہ داروں اور فاضل سامان معیشت رکھنے یا پیدا کرنے والوں کے مالی ذخائر میں زکوٰۃ، خمس، صدقات، خیرات وحادثات وغیرہ وغیرہ کے ذریعے سے چھوٹے بڑے بہت سے سوراخ پیدا کردیئے۔ تمام عبادات دراصل انفاق کو سامنے رکھ کر قائم کی گئی ہیں۔ وہ آیت یاد کریں جہاں سرمایہ داروں نے حضرت شعیبؑ پر یہ اعتراض کیا تھا کہ تو ایسی نمازیں سکھانا چاہتا ہے جو ہم سے ہمارے اموال کو آزادانہ خرچ کرنے کے اختیارات چھین لیتی ہے۔ (11/87 ھود) اسی طرح حج وغیرہ میں کتنا سرمایہ غربا کو چلا جاتا ہے۔

(17) اب آپ سمجھ گئے کہ زکوٰۃ وصدقات وخیرات وخمس وجرمانے اور دیگر قانونی احکامات وہ سوراخ ہیں جن سے سرمایہ داروں یا فاضل آمدنی رکھنے والوں کے ذخیروں سے ان کا سرمایہ خالی مقامات کی طرف بہنا اور دوڑنا شروع کردے۔حتّٰی کہ تمام خالی اور بھرے ہوئے ٹینکوں (TANKS) کا لیول برابر ہوجائے۔اور یہ برابر نہ ہوسکے گا جب تک ہر فرد بنی نوع انسان کے اخراجات کو ایک مشینی سانچہ (JIG) میں نہ ڈھال دیا جائے۔ یعنی تمام افراد کی خوراک کی مقدار اور پوشاک کی لمبائی چوڑائی وغیرہ برابر نہ ہوجائے اور ایسا ہونا یا کرنا خلاف فطرت بے ڈھنگا پن اور مضر ہے و ناممکن ہے۔ یہاں افراد میں سن وسال وضروریات کا اختلاف فطری

ہے۔ لہٰذا یہ نالیاں یا سوراخ ہمیشہ جاری رہیں اور بدمعاش قسم کے لوگ ان کو چپکے چپکے بند کرنے کی فکر کریں گے جیسا کہ عرصہ دراز سے بند ہیں۔ اس لئے اس عارضی انتظام (**انفاق**) کے ساتھ ساتھ ایک ایسا معاشی نظام برسر کار لایا گیا جس میں معاش کا لیول نہ صرف یہ کہ برابر ہو جائے بلکہ روزافزوں بڑھتا، بلند ہوتا اور پھیلتا چلا جائے۔ اس مقصد کے اظہار کیلئے لفظ "**العفو**" لایا گیا ہے۔ بڑھ جانے کیلئے انفاق کرو یعنی تمام وہ راہیں کھول دو جس سے سامان **معیشت** بے حدوحساب بڑھتا رہے۔ لہٰذا **العفو** کے صحیح معنی بھی آپ قرآن کریم سے دیکھ لیں۔ سورہ اعراف کی آیت (7/95، اعراف) کا ترجمہ دیکھئے اور **قل العفو** میں اللہ کی منشا تک پہنچ جایئے اور ساتھ ہی یہ بھی یقین کر لیجئے کہ واقعی قرآن کریم میں باطل کو کسی طرف سے اور کسی طرح بھی راہ نہیں مل سکتی ہے (41/42 حم سجدہ) ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

(18) ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا.... (7/95، اعراف)

(الف) پھر بدل ڈالی ہم نے جگہ برائی کے بھلائی یہاں تک کہ زیادہ ہوئے۔ رفیع الدین مرحوم

(ب) تا آنکہ بسیار شدند۔ شاہ ولی اللہ مرحوم

(ج) جب تک کہ بڑھ گئے۔ شاہ عبدالقادر مرحوم

(د) یہاں تک کہ ان کو خوب ترقی ہوئی۔ اشرف علی مرحوم

(ہ) وہ لوگ بڑھ نکلے۔ فرمان علی مرحوم

(و) یہاں تک کہ وہ خوب بڑھے۔ مقبول احمد مرحوم

(19) یہاں پھر علمائے کرام کو صحیح معنی کرنا پڑے۔ اس لئے کہ اس جگہ "آسانی سے بچا ہوا مال" ضرورت سے زیادہ یا جائز ضرورت سے زیادہ مال۔ ترجمہ کرنے کی

گنجائش ہی نہیں تھی۔ ہمارے ترجمہ کے طریقہ میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جس سے غلط معنی کا بھانڈا کھلے میدان میں پھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس آیت سے قل العفو والی آیت (2/219بقرہ) کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ نے یہ چاہا ہے کہ وہ سامان معیشت ہمیشہ بڑھتا چلا جائے جو آنحضرتؐ کے زیر پرورش مومنین کے لئے وصول کیا جارہا ہے۔ تاکہ اسلام میں داخلہ کے وقت کسی فرد کو معاشی و معاشرتی دقتوں کی بنا پر پس وپیش نہ ہوسکے اور تمام اقوام عالم کے لوگ نہایت اطمینان کے ساتھ اس روز افزوں معاشی نظام میں داخل ہوتے چلے جائیں اور آئندہ خوف وحزن سے محفوظ (یعنی مسلم) ہو جائیں۔ چنانچہ اس معاشی نظام کو ہمہ گیر ولا محدود بنانے کیلئے مومنین کا ایک گروہ روز اول سے دن رات ایثار وقربانی کرتا چلا آتا تھا (2/274بقرہ) وہ گروہ حالات کی نسبت سے کبھی اعلانیہ انفاق کرتا تھا اور کبھی بالکل پتہ نہ لگنے دیتا تھا (2/274بقرہ) چونکہ یہ گروہ عامہ مومنین کو خوف وحزن سے محفوظ رکھنے والے معاشی نظام کو مضبوط تر اور وسیع تر کرنے میں مصروف تھا۔ اس لئے اللہ نے اس گروہ کو ہمیشہ کے لئے خوف وحزن سے نجات دے دی تھی (2/274بقرہ) اس معاشی نظام کو محفوظ رکھنے اور ترقی دینے کی کھلی کھلی اسکیم کو دیکھ کر مخالفین طرح طرح کی چالیں چل رہے تھے۔ کبھی وہ آنحضرتؐ پر مال کی غلط تقسیم کا الزام لگا کر مومنین کو بددل کرنے کی کوشش کرتے اور کبھی خواہ مخواہ ضرورت مند بن بیٹھتے (9/58-60توبہ) اور کبھی مومنین کو وطنی اور قومی رشتوں کے ذریعے تعصب کی تعلیم دیتے اور غیر قوم اور غیر ملکی افراد کے خلاف محاذ بنانے کے لئے یہ کہتے تھے کہ:۔

۔”جو لوگ رسولؐ اللہ کے پاس آ کر ہم پر بوجھ بن گئے ہیں اُن کے لئے رسولؐ اللہ کو کچھ نہ دو۔ یہاں تک کہ رسولؐ اللہ ان کے اخراجات پورا نہ کرسکیں اور وہ

لوگ تنگ آ کر بھاگ کھڑے ہوں یا یوں کرو کہ اب کے جب ہم مدینہ پہنچیں تو ہم عزت دار یعنی صاحب غلبہ لوگ ہیں اور وہ حقیر و ذلیل افراد ہیں۔ لہٰذا ان کو مدینہ سے نکال باہر کریں تا کہ یہ **قل العفو** کا جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔ (63/7-8 منافقون) اس اسکیم کو نا کام بنانے کیلئے اللہ نے بتایا کہ تم کم از کم مرنے سے پہلے پہلے ایک دفعہ **قل العفو** پر عمل کرو، ورنہ تمہیں موت سے بچانے کیلئے کوئی راہ نہ ملے گی (63/10 منافقون) اور یاد رکھو کہ تمام خزانے خواہ زمین پر ہوں یا آسمان میں ہوں وہ اللہ کے ہیں اور جس طرح سارا غلبہ اللہ و رسولؐ اور صاحبان آ وی کیلئے ہے۔ اِسی طرح انہیں حق ہے کہ جب چاہیں مخالفین کے خزانے اور تمام دولت واپس لے لیں (12/55-56 یوسف) اور جب چاہیں ان کو ذلیل و خوار کر کے نکال دیں (63/7-8 منافقون) مگر یہ حضرات قانون کے عین مطابق اقدامات کرنے پر مامور ہیں (76/30 دھر) خلاف ورزی نہیں کرتے۔ لہٰذا جو بھی کریں گے وہ منشائے خداوندی کے ماتحت کریں گے۔ (76/30 دھر)

(20) ذوی القربیٰ کے ساتھ ساتھ آنحضرتؐ کی ازواج سلام اللہ علیہم اِس معاشی نظام میں داخل ہو جانے والے محتاجوں، یتیموں، فقیروں، اور بے سروسامان ضعیفوں اور تمام دیگر ضرورت مندوں کی نشو و نما کے لئے ہر وقت مصروف رہتی تھیں۔ کچھ لوگ اس نظام کو نا کام کرنے کیلئے قبل از وقت ہی پہنچ جاتے اور کھانا پکانے کے برتنوں کی تلاشی شروع کر دیتے، تاک لگائے ہوئے بیٹھے رہتے۔ مستورات اور دیگر کارکنوں کو بددل کرنے والی باتیں بگھارتے۔ ضرورت بلاضرورت خانہ نبویؐ میں گھُس جاتے نہ پردے کا خیال کرتے نہ پردہ کرنے کا موقعہ دیتے۔ اس قسم کے عملدرآمد پر آنحضرتؐ کو رنج و ملال ہوتا لیکن آپ نہایت صبر سے مخالفین کی راہیں بند ہونے کا

انتظار کرتے۔ آخرکار اللہ کو دخل دینا پڑا اور فرمایا کہ:۔

(21) ''اے مومنین، نبیؐ کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہوا کرو اور جب تک کھانے کیلئے بلایا نہ جائے وہاں نہ جایا کرو اور وہاں بیٹھ کر برتنوں کو نہ دیکھتے رہا کرو۔ جب بلایا جائے تو جاؤ اور جب کھا چکو تو فوراً چل دو وہاں بیٹھ کر غپیں نہ لگایا کرو۔ تمہاری اِن حرکات سے رسولؐ اللہ کو ایذا ہوتی ہے۔ وہ تو اِن باتوں کو دہرانے میں شرماتے ہیں۔ مگر ہم حق کے معاملہ میں لحاظ نہیں کرتے۔ یہ بھی سن لو کہ اگر تمہیں مال ومتاع کی ضرورت ہو تو نبیؐ کی ازواج کے پردہ کا خیال رکھ کر باہر ہی سے مانگو۔ اِن پابندیوں کا لحاظ رکھنا تمہارے دلوں کی خرابی کو پاک کر دیگا۔ اور خبردار تم دلوں میں پوشیدہ رکھو یا علیٰ الاعلان اظہار خیال کرو ہم سب کچھ جانتے ہیں ......رسوؐل اللہ کی ازواج سے ازدواجی تعلقات قائم کرنا ہمیشہ کیلئے حرام کیا جا چکا ہے (33/53، احزاب)۔

(22) اس آیہ مبارکہ پر غور وفکر بہت ضروری ہے ساتھ ہی یہاں پیرا نمبر 50 کا (ب) اور آیات (33/28-35، احزاب) کو مربوط کر کے دیکھیں اور سوچیں کہ سرکار رسالتؐ کے ایسے سلوک کے بعد مومنین کی طرف سے ایسا شرمناک سلوک اور وہ بھی خود اپنے مربی اور رسوؐل کے ساتھ اس قسم کا سلوک خلاف امید ہے۔ کوئی شریف کافر بھی ایسا کرنے کی جرات نہ کرے گا۔ چہ جائیکہ ایک مومن باللہ ومومن بالرسوؐل جس کو وہ مراعات حاصل ہوں جن کا ذکر آیت (33/53، احزاب) میں ہوا ہے۔ کھانے پینے کو ملتا ہے نقدی اور سہولت کا فراہم کرنا رسولؐ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے اپنے گھروں میں جانے کی ممانعت نہیں کی ہے۔ اپنی ازواج سے ملنے اور جو ضرورت ہو لینے کی کھلی اجازت دے رکھی ہے <u>یقین فرمالیں کہ یہ وہی مومنین ہیں جن کا ہم نے بار بار تذکرہ کیا ہے</u> جو اسلام کو کفر سے اور اسلامی معاشی نظام کو سرمایہ دارانہ نظام سے

بدلنے کی کوشش ابتداہی سے کررہے ہیں یاان کوضرورافلاطون اورارسطو سے تعارف تھا۔وہ یہ سب کچھ جائز سمجھ کرسوشل ازم کی گنجائش نکالنے کیلئے کرتے تھےورنہ کوئی اعلیٰ درجہ کا بدمعاش بھی ان احسانات کے بعد ایسی کمینی حرکات نہیں کرسکتا۔ جومندرجہ آیات (33/28-35،33/53،احزاب) میں نہایت مہذبانہ اور ستاری کے انداز سے بیان ہوئی ہیں ۔(**سورہ احزاب کوازاول تاآخرپڑھنا اور بار بار مربوط کرکے پڑھناضروری ہے**)اس سورہ کا نام احزاب ہےاوراس میں ان تمام پارٹیوں کا تذکرہ ہے جواسلام کے خلاف برسرکارتھیں۔حزب پارٹی یامنظّم جماعت کوکہتے ہیں احزاب اس کی جمع ہےاس سورہ کی ابتداہی میں ان جماعتوں کے مقاصدکی تائیدمنع کی گئی ہےاوروحی کی اتباع اوراللہ پرتوکل کاحکم ملاہے۔یہیں پرنہایت احتیاط وستاری کےساتھ عربوں کےسوشلزم اوراس کےنتائج کاذکرہواہےاورآئندہ کیلئے اسلام لے آنے والےسوشل زادگان کوبھائی سمجھنے کی نصیحت کی گئی ہے(33/5،احزاب)اوریہ اس لئے کہ طعن وتشنیع سے محفوظ رہیں۔

(23) آپ نے قرآن سے پھردیکھ لیاکہ اسلام کے معاشی نظام میں داخل ہوجانے والے افراد ہرضرورت سے بے نیازکردیئے گئے تھے(9/74توبہ) جن مومنین کا تذکرہ ابھی ابھی ختم ہواہے۔ وہ حضرات اس نظام کی صورت دیکھ کراس مغالطہ میں مبتلا تھے کہ شاید یہاں بھی افلاطون والی اشتراکیت جاری ہوگی یاکی جاسکتی ہے۔یہی تھا جواُن کے قلوب میں پوشیدہ تھالیکن اللہ نے اس پہلوکوہمیشہ کے لئے حرام قراردےدیااوراس طرح یہ ناپاک تصورات دلوں میں دفن ہوکررہ گئے۔ گوبعد میں بعض سربراہان مملکت نے ان کوجاری کرنا چاہالیکن وہ صرف ذاتی طورپرعمل کرسکے۔عوام میں یہ بے غیرتی اورفحش کبھی مقبول نہ ہوسکا۔شیطانی نظام میں یہ فحش

ایک اہم مقام رکھتا ہے لیکن اسلام اس کا دشمن ہے یہاں اسے بار نہیں ملتا۔ البتہ اونچی سوسائٹی میں یہ چیز برابر جاری ہے اور ظاہر ہے کہ اونچی قسم کے لوگ سیاسی زیادہ ہوتے ہیں مذہبی کم ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کا سوشلزم کے لئے کوشاں رہنا اور اس کو اسلامی یا دینی کہہ کر عوام کو مغالطہ دینا قابل تعجب نہیں ہونا چاہیئے۔

(24) قل العفو سے متعلق جو حضرات پہلا نمبر اپنی ضروریات کو دیتے ہیں اور اس کے بعد دوسرا نمبر انفاق کے احکام کا رکھتے ہیں وہ غور فرمائیں کہ جن اخراجات کو اللہ نے فرض کیا ہے ان کی ادائیگی میں امیر و سرمایہ دار تو ایک طرف غربا اور تنگ دست افراد کو بھی معاف نہیں کیا گیا ہے البتہ یہ بالکل فطری ہے کہ:۔

۔ ''جن لوگوں کے پاس فراوانی ہے وہ اس فراوانی کے تناسب سے خرچ کریں گے اور جو تنگدست ہیں وہ تنگدستی کے تناسب کو ملحوظ رکھیں گے مگر دونوں فریق خرچ ضرور کریں گے۔ اس کے لئے دلیل یہ ہے کہ اللہ نے جتنا دیا ہے اس سے زیادہ طلب نہیں کیا جاتا (65/7 طلاق)۔ مطلب واضح ہے کہ جتنا اللہ نے دیا ہے ان کو اتنا تو دینا لازم ہے اگر اس سے زیادہ نہ دیں تو شکایت نہیں ہوسکتی۔ گو یہ آیت عورتوں کے اخراجات کا تعین کرنے کے سلسلے میں ہے مگر اس میں ایک اصول ہے جو ہر قسم کے اخراجات کے لئے عام اور فطری ہے اور وہ یہ ہے کہ جس قدر کسی کو اللہ نے دیا ہے اس حساب سے اگر دے دیا جائے تو باقی کچھ نہیں رہتا اور اس طرح نتیجہ میں امیر و غریب دونوں برابر ہوجاتے ہیں۔ یعنی دونوں کے پاس اس روز کچھ نہیں رہتا کل جس قدر اللہ دیگا اس میں فرق ہوسکتا ہے۔ مگر روزانہ قل العفو پر عمل ہوگا لہٰذا ہر وقت یا کم از کم ہر شام کو دونوں برابر ہوتے رہیں گے۔ اور اگر قل العفو کی کوئی سرمایہ دارانہ تاویل کرلی جائے تو مثلاً یوں ہوگا کہ ایک لکھ پتی ہے دوسرا ہزار روپیہ کی حیثیت

رکھتا ہے ۔لکھ پتی نے اپنی حیثیت کا 1/4 چوتھائی حصہ دے دیا تو اُس کے پاس 75000 روپیہ یعنی کل حیثیت کا 3/4 یا پونا حصہ باقی رہا ۔ ہزار پتی نے (250) ڈھائی سو روپے دے دیا تو اس کے پاس سات سو پچاس روپے یعنی وہی تین چوتھائیاں باقی رہ گئیں ۔ لہٰذا اس بے اصولے پن میں بھی دونوں کی حیثیت دینے کے بعد برابر رہے گی ۔مگر اس میں چونکہ کوئی اصول نہیں ہے لہٰذا یہ صرف سرمایہ دارانہ ذہنیت ہی ہوسکتی ہے قاعدہ نہیں ہوسکتا ۔ نہ معلوم سرمایہ دار کیا دے کتنا دے اور غریب آدمی کتنا بہتر سمجھے؟ یہاں یہ سمجھ لیں کہ مندرجہ بالا آیت (65/7 طلاق) ہی کی رو سے ایک غریب آدمی کی ایک روٹی امیر آدمی کے ایک لاکھ روپے کی خیرات سے بڑھ سکتی ہے ۔ یہاں ازراہِ مجبوری پہلی قسم کے احکام کی مثالوں کو ختم کرتے ہیں اور چند دوسری قسم کے احکام کا ذکر کرتے ہیں ۔

57۔ معاشی نظام سے متعلق وہ آیات جن کو سرمایہ دار علما نے سرمایہ داری کے تحفظ کا ذریعہ بنایا ہے ،ضرورت مندوں اور ضرورتوں کی وہ فہرست جو تمام اِزموں کی ماخذ ہے

دوسری قسم کے احکام وہ ہیں جن کو سرمایہ داروں نے آڑ بنا کر سرمایہ دارانہ نظام کو شرعی اور اسلامی رنگ دیا تھا ۔جن میں سب کچھ بیک وقت خرچ کر دینے کی ممانعت پائی جاتی ہے ۔ احادیث میں تو ایسے شخص پر لعنت کی گئی ہے اور ملعون کہا گیا ہے ہم چونکہ فی الحال قرآن کریم تک محدود ہیں اس لئے قرآنی احکام ملاحظہ ہوں مثلاً فرمایا گیا کہ:۔

(1) نہ اتنا کشادہ دست ہوجاؤ کہ تمہیں تنگدستی کی ملامتیں اور حسرتیں آ گھیریں اور نہ اس قدر ہاتھ کھینچ لو کہ تم بالکل بے دست و پا معلوم ہونے لگو (17/29 بنی

اسرائیل) حقیقت یہ ہے کہ رزق کی بے حساب چھوٹ دینا اوراس کوحساب کے اندر مقدر کردینا ترے رب کی مشیت سے متعلق ہے۔ بالتحقیق وہ اپنے بندوں کے ظرف سے خبر داراوران کوزیرنظر رکھنے والا ہے(17/30 بنی اسرائیل)۔

ایک اور مقام دیکھیں:۔

(2) اور وہ لوگ کہ جب انفاق کرتے ہیں تو فضول خرچی (اسراف) اور کنجوسی نہیں کرتے۔ بلکہ ان دونوں کے درمیانی راہ پر قائم رہتے ہیں(25/67 فرقان)

(3) یہاں ایک دفعہ پھر نہایت سنجیدگی کے ساتھ غوروفکر لازم ہے تا کہ سرمایہ داروں کے ساتھ بھی زیادتی نہ ہونے پائے ۔ یہ دونوں آیات یاان سے مشابہ دوسرے احکام کو **قل العفو** کے قائم کردہ نظام کے خلاف قرار دینایاان سے لوگوں کو ایثار وقربانی سے روک دینا اگر اس غرض سے ہوکہ ضرورت مندانسان معاشی ضروریات سے محروم رہ کرروزانہ بدسے بدتر حالت کی طرف دھکیلے جائیں اورقسطوں پرخودکشی سے دوچار رہیں اوردوسری طرف سرمایہ دارلوگ اِن احکام کی آڑ میں روزافزوں دولت کے انبار جمع کرتے رہیں تو یہ غرض ومقصد وتفہیم وتعبیر وتاویل نہ قرآنی ہوسکتی ہے اورنہ انسانی شرافت اسے قبول کرسکتی ہے۔ یہاں تک کہ سرمایہ داری کی حفاظت کرنے والے علما بھی ان آیات سے ایسی مردودمرادنہیں لے سکتے اور اگر مذکورہ آیات اوران سے متعلقہ احادیث سے یہ غرض ہوکہ ہم ضرورت مندوں کی احتیاج کوضروررفع کریں گے۔ اگرنیت ایسی ہے؟ تو یہ مبارک نیت ہےاوریہی مقصد ہےان آیات واحادیث کا۔(مگراس طرح نہیں کہ ایک کی احتیاج کووقتی طور پررفع کردیااوراگلے دن اس سے زیادہ شدیداحتیاج رکھنے والےشخص کواپنی تنگدستی کی بناپر محروم واپس کرناپڑےیاضرورت تھی بہت کم اوردے دیابہت زیادہ یااس طرح دیا کہ

ضرورت مند افراد گداگری کی لعنت میں مستقلاً گرفتار ہوکر رہ گئے ۔ یا یہ کہ ہمارے عطا کردہ سامان کو ناجائز طریقہ پر صرف کر کے کل دوسرے دروازہ پر جا پکارا) لہٰذا اس نیت میں مذکورہ مقاصد یا شرائط کا تقاضہ ہے کہ ہمارے پاس مندرجہ ذیل چیزیں موجود ہوں تا کہ اس مقدس نیت یا مقاصد پر سچ مچ عمل کیا جا سکے۔

اول۔ تمام سرمایہ داروں کی اوران کے سرمایہ کی مقدار وکیفیات کی ایک مکمل فہرست موجود ہو۔

دوم۔ تمام ضرورت مندوں اوران کی ضروریات کی مکمل فہرست۔

سوم۔ ایسے تمام ضرورت مندوں کی فہرست جو سامان معیشت فراہم کر دینے کے بعد بھی اپنا انتظام خود نہ کر سکتے ہوں۔ مثلاً

(الف) اندھے، لنگڑے وغیرہ ناقص الاعضاء افراد جو خود کام کرنے سے معذور ہوں

(ب) یتیم بچے یا وہ بچے جن کی پرورش وتربیت کے لئے کوئی انتظام نہ ہو۔

(ج) سن رسیدہ ضعیف افراد۔

(د) مایوس العلاج یا صاحب فراش مریض۔

(ہ) کسی حادثہ کی بنا پر مستقلاً معذور ہو جانیوالے ایسے تندرست افراد جو طاقت سے محروم ہو گئے ہوں۔

(و) قیدی یا دوران تفتیش ملزمان جو محصور ومقید ہوں۔

(ز) پاگل اور دماغی عوارض میں مبتلا لوگ۔

(ح) حاملہ یا زچہ عورتیں جن کا کوئی مددگار نہ ہو۔

(ط) ملکی یا مملکتی مہمان۔

(ی) وہ افراد جن کو مملکت یا قوم مخصوص فرائض تفویض کر دے جنکے مقابلہ میں باقی ضروریات زندگی ثانوی شکل اختیار کرلیں

ضرورت مندوں کی یہ دس قسمیں یا صورتیں میزان کل نہیں ہیں۔ یہ فہرست گھٹ بڑھ کر بدل سکتی ہے۔ کہنا یہ ہے کہ مندرجہ بالا ضرورتمندوں کی فہرست روزانہ بڑی ہوتی جارہی ہے۔ اس فہرست سے جو لوگ باہر ہیں وہ سب سرمایہ دار ہیں۔ فرق یہ ہے کہ کوئی چھوٹا سرمایہ دار ہے کوئی بڑا۔ لہٰذا اِن دس صورتوں کے علاوہ ہر شخص سرمایہ دار ہے۔ یعنی جو شخص چل پھر کر بھیک مانگتا ہے وہ بھی سرمایہ داروں میں شامل ہے۔ اس کے پاس صحت کا سرمایہ ہے۔ آزاد ہے تندرست ہے، مختار ہے چاہے تو لکھ پتی بننے کا انتظام کرسکتا ہے۔ چاہے تو ہمیشہ بھیک مانگ کر گذار سکتا ہے۔ **قل العفو** پر یہ شخص بھی عمل کرے گا۔

الغرض مندرجہ بالا دس افراد کے علاوہ باقی تمام انسانوں کا قرآنی اور انسانی فریضہ ہے کہ اس فہرست میں مذکورہ انسانوں کو اپنے سے بہتر معاشی سہولتیں فراہم کریں۔ یہی نہیں بلکہ ایسا انتظام کریں کہ رفتہ رفتہ یہ فہرست ختم ہو جائے۔ کوئی اندھا ہو نہ لنگڑا نہ یتیمی و بے کسی حملہ آور ہو۔ نہ محتاجی اپنا ڈیرہ جمائے، نہ کوئی بیمار ہونے پائے نہ پاگل۔ نہ کوئی ضعیف رہے نہ کمزور، نہ قیدی ہو نہ مجرم، نہ کوئی زچہ بے سہارا رہے نہ بچہ۔ یاد رکھئے کہ اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے کا نتیجہ لامحدود قدرت اور بے پایاں حیات ہے یعنی سلامتی ہی سلامتی۔ ایسی سلامتی جس میں کوئی تخریب، کوئی حادثہ، کوئی نقصان، حتّٰی کہ کوئی موت واقع نہیں ہوتی۔ بشرطیکہ بنی نوع انسان بحیثیت مجموعی اپنی اپنی ترقی پذیر استعداد کے مطابق اسلام کی بتائی ہوئی ذمہ داری کو پورا کرنے میں کمی نہ کرے۔ جوں جوں اس فہرست میں شامل ضرورت مند کم ہوتے جائیں گے

باقی افراد میں سے وہ لوگ اس فہرست میں آتے جائیں گے جن میں کسی بھی قسم کا نقص یا کمی پائی جائے گی۔ تا کہ یہاں آ کر معاشی سہولتوں کی بنا پر ان کا وقت اپنی استعداد اور ذاتی کارکردگی کی قابلیت مملکتی معیار پر بڑھانے میں صرف ہو سکے۔ مثلاً میٹرک تھا تو گریجویشن کر سکے۔ ٹیکنیشن تھا انجینئر بن سکے۔ اس طرح کورسز کے ذریعے سے انسان علوم وفنون وقوت وقدرت واختیار کا عملی مجسمہ بنتا چلا جائے گا اور نتیجہ میں پوری بنی نوع انسان کی تکمیل ہو جائے گی۔ اور یوں سخاوت وشرافت وایثار وقربانی کے نتائج میکاولی کے بیان کردہ فلسفہ اور ابلیس کے قائم کردہ نظام کو پاش پاش کر دیں گے۔ (وھوالمقصود)

(4) مندرجہ بالا فہرست کا ہر گوشہ قرآن کریم اور رسول کریم کے بیانات اور عمل سے آیات واحادیث سے ثابت ہے جن حضرات کو ضرورت ہو براہ راست رابطہ قائم فرمائیں۔ یہاں ازراہ اختصار صرف ان الفاظ یا اسما کا حوالہ دینا کافی سمجھتا ہوں جو قرآن کریم نے پیش کئے ہیں تا کہ وہ تمام افراد سامنے آ جائیں جو معاشی نظام کی تحویل میں رہیں گے۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ محولہ آیات کو قرآن کریم میں پڑھ کر تفصیل وہاں ملاحظہ فرمالیں اور پھر دیکھیں کہ کیا دنیا کا کوئی اِزم اس سے زیادہ کا تصور بھی کر سکتا ہے۔

(1)۔ ضعفاء:۔ کمزور وناتوان لوگ۔

(2)۔ مرضٰی:۔ بیمار وعلیل۔

(3)۔ لَایَجِدُوْنَ مَایُنفِقُوْنَ:۔ وہ لوگ جن کے پاس نہ اپنے لئے سامان معاش ہے اور نہ دوسروں کو کچھ دے سکتے ہیں (تینوں افراد، آیات۔ 92-9/91 سورہ توبہ میں)

(4)۔ یتامٰی:۔ بے ماں باپ کے بچے ہی نہیں بلکہ ایسے محتاج لوگ بھی یتیم کہلاتے

ہیں جن کی دیکھ بھال دوسرے انسانوں کو کرنا پڑے۔

(5)۔ مساکین :۔ وہ لوگ جن کی معاش اورمعاشی استعدادرُکی کھڑی ہو اورضروریات چیخ رہی ہوں۔

(6)۔ابن السبیل : ۔مسافریاراستوں کی حفاظت پر ماموراَفراد جواپنے لئے معاش کاانتظام خودکریں توراہیں، درے،سواحل وغیرہ محفوظ نہ رہیں۔

(7) ۔وہ مہاجرین جن کو اپنے تمام معاشی وسائل ومال و متاع سے محروم کردیا گیاہو(59/7-8 حشر)

(8)۔ غارمین : ۔ایسے مقروض لوگ جوکسی طرح بھی قرض کی ادائیگی نہ کرسکتے ہوں۔

(9)۔فقراء: ۔جن کے پاس نہ گھر ہونہ کسی قسم کا یقینی ذریعہ معاش ہونہ مال ومتاع موجودہو۔

(10)۔مولفة القلوب : ۔جن کواسلامی قوانین اوروسائل پراطمینان فراہم کرناہو۔

(11)۔ فی الرقاب: ۔وہ افراد جن کی گلوخلاصی کراناہومثلاً سرمایہ داروں کے غلام یارہن رکھے ہوئے لوگ۔

(12)۔ عاملین علیھا : ۔وہ سب اراکین جوزیربحث معاشی نظام کے محکمہ مال سے متعلق ہوں۔اورمال کی وصولی کے لئے تمام اعدادوشمار کے ذمہ دارہوں۔

(13)۔فی سبیل اللّٰہ : ۔فلاح عامہ(سماجی انشورنیس)اوراچانک وقوع میں آجانے والی صورتوں کیلئے مستقل انتظام(9/60 توبہ)

(14)۔الاعمٰی : ۔اندھے یابینائی سے معذورانسان۔

(15)۔ الاعرج : ۔لنگڑے یاٹانگوں سے معذورافراد(24/61 نور)

(16)۔ اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔الخ (6/52،انعام)

یہ وہ حضراتؑ ہیں جن کی صبح وشام ایسے عالم میں گذرتی ہیں کہ وہ اپنے رازق ومالک اللہ کی وجہ کو حاصل کرنے میں مصروف پائے جاتے ہیں۔یعنی وہ لوگ وجہ اللّٰہ کو متعین کر لینے کا تہیہ کر چکے ہیں۔تاکہ وہ قوانین قدروبسط کو سمجھ کر اللہ کے زمینی اور آسمانی خزائن کو ڈھونڈ نکالیں اور تمام پوشیدہ معاشی ذخائر کو بنی آدم کیلئے عام کردیں اور یہ سب کچھ وجہ اللہ کے مل جانے پر منحصر ہے۔ان لوگوں کیلئے تمام معاشی سہولتیں فراہم کرنا واجب کیا گیا ہے۔رسولؐ اللہ کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کو ہرگز ہرگز نظرانداز نہ کردینا ورنہ ایک ظلم ہوجائے گا اور یہ کہ تم سے ان کے متعلق کوئی حساب نہ لیا جائے گا اور یہ بھی کہ تم ان سے کوئی حساب نہ لوگے۔اللہ نے ان حضرات علیہم السلام کو بالکل خودمختار بنا کر رکھنا پسند کیا ہے۔وہ مومن اور منافق کے درمیان ذریعہ آزمائش قرار دیئے گئے اور انتہا ہوگئی کہ یہ بھی فرمادیا گیا کہ جب وہ لوگ تیرے پاس آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو تم ان پر سلام کرو۔(**فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ**)(6/51-54،انعام)

(17)۔ **السائل**:۔ ہر وہ شخص جسے سوال کرنا پڑتا ہو۔

(18)۔**محروم**:۔جو کسی بھی وجہ سے حصول معاش سے محروم کئے گئے ہوں(51/19ذاریات)

(19)۔ **اسیر یا قیدی**:۔(76/8دھر)

(20)۔نظر بند ملزمان جو زیر تفتیش ہوں۔(4/15نساء)

(21)۔وہ غیر مسلم افراد جو پناہ میں رہنا چاہیں۔(9/6توبہ)

(22) ۔**ذی القربٰی**:۔وہ صاحبان قربت جن کا تذکرہ ابھی ابھی ’نمبر **16**‘ میں ہوا۔جنہوں نے روز اوّل سے اس نظام کو بحال رکھنے اور ترقی دینے کے لئے عہد کیا اور نذر مانی تھی(76/6-9دھر)(76/30دھر) یہی حضرات ہیں جو حزب الشیطان

یعنی شیطانی گروہ کو ہمیشہ خسارہ میں رکھنے کا نظام چلانے والے تھے (58/19 مجادلہ)۔ یہی روز ازل سے وہ مخلص بندے تھے جن پر ابلیس کا کسی طرح قابو نہ چل سکتا تھا (15/40، الحجر)۔ اس لئے کہ روز اوّل سے ان کے قلوب میں ایمان لکھا ہوا تھا (58/22 مجادلہ)۔ لہٰذا انہیں نجاست کفر و رجس چھو بھی نہ سکتی تھی (33/33، احزاب)۔ مزید برآں روح خداوندی (2/87 بقرہ) اور امر الٰہی (17/85) ہر وقت ان کی تائید کرتے رہتے تھے (58/22 مجادلہ)۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو ہمیشہ ابلیسی نظام پر غالب رکھا جانا طے ہوا تھا (58/21 مجادلہ)۔ ان لوگوں کو مجسمہ شر یعنی ابلیس اور اس کے نمائندوں کے بالمقابل خیر البریہ یعنی تمام مخلوق سے بہتر مقام میں خلق کیا تھا (98/7-8، البینات)۔ ان سے اللہ راضی تھا اور وہ خدا سے خوش تھے (98/8، البینات) (58/22 مجادلہ)۔ شیطان کے گروہ کے مقابلہ میں یہ خدا کا گروہ تھا جو بنی نوع انسان کی ہدایت کا ذمہ دار تھا (58/22 مجادلہ)۔ یہ لوگ ہرگز ہرگز خدا اور رسولؐ کے مخالفین سے مودۃ نہ رکھتے تھے (58/22 مجادلہ)۔ وہ خدا اور سولؐ سے محبت کرتے تھے اور خدا اور سولؐ ان سے محبت کرتے تھے (بخاری شریف)۔ یہی وہ ذریت ابراہیمؑ و عمرانؑ ہے جسے تمام عالمین پر مصطفٰی بنایا گیا تھا۔ (3/33 عمران)

(5) ضرورت مندوں کی یہ فہرست بنی نوع انسان کو معراج کمال پر پہنچانے کیلئے خود خالق کائنات نے عطا کی ہے۔ انسان کے خود ساختہ معاشی نظام اسی فہرست میں سے خوشہ چینی کرتے رہے ہیں۔ ابھی اس سلسلے کی تیئسویں (23) مد باقی ہے۔ اس کو الگ لکھنا بہتر ہوگا۔ اسلیئے کہ اس میں بھی ذرا سی تفصیل درکار ہے تاکہ لوگوں کا پیدا کیا ہوا اختلاف رفع ہو جائے اور بات کھل کر سامنے آجائے اس مد کا نام ہے:۔

مَاملکت ایمان

(6) طول ہو جانے کی بنا پر بحث و تفصیل کی گنجائش ہر صفحہ پر ختم ہوتی جا رہی ہے اس لئے مستقبل میں وضاحت کا وعدہ کر کے صرف اس قدر عرض کرتا ہوں کہ جو لوگ اسلامی جنگوں میں گرفتار ہوتے تھے ۔ ان میں سے بعض کو سزا دی جاتی تھی (47/4 محمدؐ) ۔بعض کو تاوان جنگ وصول کر کے رہا کر دیا جاتا تھا (47/4 محمدؐ) بعض کو بطور احسان آزاد کرنے کا حکم ہے (47/4 محمدؐ) بعض کو تنبیہ و نصیحت کے بعد چھوڑ دیا جانا طے کیا گیا (9/6 توبہ) (8/70، انفال) ۔مختلف قسم کے گرفتار ہونے والوں میں ایسے افراد بھی ہوں گے جن کو یہ جنگ پسند نہ تھی مگر مخالف لیڈروں کے دباؤ سے انہیں جنگ میں شامل ہونا پڑا تھا ۔اب انہیں واپس جانے پر فوجی لیڈروں کی طرف سے جان و مال کا خطرہ ہے ۔لہٰذا وہ واپس جانے کے لئے آمادہ نہ ہوں گے اور اسلامی نظام کے ماتحت پناہ چاہیں گے ۔مگر ایسے اشخاص کو پناہ میں رکھنا خطرہ سے خالی نہ ہوگا ۔ کیوں کہ اس قسم کے عذر کے ساتھ دشمن کے جاسوس بھی یہاں رک جائیں گے ۔لہٰذا سربراہ اسلام علیہ السلام ایسے عناصر کے سدباب کو مدنظر رکھ کر مذکورہ گروہ سے ایک معاہدہ کریں گے جس میں ان کی حفاظت، آزادی، ترقی اور مسلمانوں کے ایسے حقوق کی ضمانت لیں گے ۔ اِدھر اس گروہ کا ہر ہر فرد پر امن حامی و مددگار رہنے کا عہد کرے گا ۔ یہ معاہدہ رسولؐ اللہ اور مذکورہ قیدیوں کے مابین دونوں کے دہنے ہاتھوں سے ہوگا ۔ **آنحضرتؐ کا داہنا ہاتھ اور ہر قیدی کا داہنا ہاتھ ۔معاہدہ کی تکمیل خواہ تحریراً ہو یا بذریعہ بیعت ہو ۔ بہر حال اس معاہدہ میں دونوں داہنے ہاتھ (ایمان) بلند ہو جائیں گے ۔ان لوگوں کو قرآن کریم ’’ماملکت ایمان‘‘ کہتا ہے ۔**

الفاظ کی یہ ترکیب یا اصطلاح قرآن کریم نے ان غلاموں اور کنیزوں کے لئے کہیں بھی استعمال نہیں کی ہے۔جن کو عرب اپنی مختلف اغراض کے ماتحت خرید ا کرتے تھے یا زبردستی قابو کر لیتے تھے۔آپ نے پڑھا تھا کہ ہر وہ چیز جس میں مسلمانوں کی کوشش ومحنت وفکر شامل نہیں ہے مال فے کہلاتی ہے(59/6،الحشر)اوراس قسم کی ہر وہ چیز جو اللہ آنحضرتؐ کو واپس دلائے وہ آنحضرتؐ کی تحویل وتصویب میں رہے گی۔یہاں یہ دیکھ لیں کہ آیا یہ ماملکت ایمان (جن کو عربوں نے غلام کہہ دیا ہے) بھی مال فے میں داخل ہیں یا نہیں قرآن کریم واضح الفاظ میں بتا تا ہے کہ:۔یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ وَمَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلَیْکَ (33/50،احزاب)اے نبیؐ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تمہارے لئے وہ ازواج بھی حلال کر دی ہیں جن کو تم نے ان کی اجرت دے دی ہے اور وہ ازواج بھی جن کا مالک تیرا داہنا ہاتھ ہوا ہے اور جو کہ واپس دلائے ہوئے سامان میں سے ہیں (33/50،احزاب)۔

اس آیہ مبارکہ کی موجودگی میں کسی عربی دان کی تو مجال نہیں ہے کہ وہ زیر بحث افراد کو غلام یا کنیزیں ثابت کر سکے۔البتہ سوال یہ ہوگا کہ یہ لوگ تو مسلمانوں نے گرفتار کئے تھے۔اس میں مسلمان مجاہدین کی محنت وکوشش شامل ہے۔لہٰذا یہ لوگ مال فے کی تعریف میں نہیں آتے ۔ پہلا جواب تو یہ ہے کہ اللہ نے ان کو مال فے فرمایا ہے لہٰذا ہر مومن کو تسلیم کرنا چاہئے لیکن غیر مسلم حضرات کا اطمینان بھی ضروری ہے چنانچہ اگر عقلی حیثیت سے غور کیا جائے تب بھی گرفتار ہونے والے افراد مال فے میں داخل ہوں گے۔غور فرمائیں کہ وہ افراد دوران جنگ بھی آزاد ومختار تھے اور گرفتاری کے وقت نیز گرفتاری کے بعد بھی خودکشی کرنے میں مختار تھے۔انہیں کوئی مرجانے سے

نہیں روک سکتا تھا۔ اگر وہ زندہ گرفتار ہونا نہ چاہتے تو انہیں کوئی گرفتار نہ کرسکتا تھا۔ انہوں نے ایسا پسند کیا۔ مجاہدین نے گرفتار کرلیا۔ لہٰذا یاد رکھیں کہ جہاد میں گرفتار ہونے والے لوگ ہرگز اس سامان کی طرح نہیں ہوتے جو میدان جنگ میں پڑا رہ جائے اور فاتح لوگ اسے اُٹھا کر اپنے قبضہ میں لے لیں۔ اگر وہ مال آدمی ہوتا تو اُٹھ کر بھاگ جاتا یا مسلمانوں کے قبضہ میں آنے کے بعد خودکشی کرلیتا۔ اسی لئے اسی سامان کو مالِ غنیمت یا لوٹ کا مال کہا جاتا ہے۔ لیکن قیدی انسان ہیں ان کو لوٹ کا مال کہنا قرآن اور عقل کی رو سے غلط ہے۔ وہ وہ لوگ ہیں جو اللہ نے رسوؐل کو واپس دلائے (مالِ فے) اور اب انکا معاملہ خالصتاً اللہ و رسولؐ و اقربائے رسوؐل کے ہاتھ میں ہے۔

(7) چنانچہ جو افراد جہاد میں گرفتار ہوں گے ان کو سرسری طور پر اسلام کے اصول و فروع اور طرزِ حیات سے روشناس کرایا جائیگا۔ اس جنگ کے اسباب اور اس پر قرآنی حکم بتایا جائے گا (9/6 توبہ) جو زیادتیاں مسلمانوں کے ساتھ ہوئیں نوٹ کرائی جائیں گی۔ اسکے بعد ان پر ضابطہ کی کاروائی ہوگی۔ جو لوگ اپنے وطن یا قوم سے خائف ہوں یا کسی دوسری معقول وجہ سے مسلمانوں میں رہنا چاہیں۔ ان سے مختلف معاہدے ہوں گے اور شر و فساد کے انسداد کو مدنظر رکھ کر ان کی بہبود کا انتظام کیا جائیگا۔ اُمت کے قابل ترین اور آسودہ حال لوگوں کی بضاعت و استعداد و اخلاق کی نسبت سے موزوں ترین قیدیوں کو ان کی تحویل میں دیا جائے گا۔ تاکہ وہ اسلامی اخلاق و رویہ کی وجہ سے اپنے ماحول کو بھول جائیں اور اس نئی زندگی کو نعمتِ خداوندی سمجھ کر بہترین انسان بنیں اور رفتہ رفتہ باقی اُمت کی طرح ان کو بھی واپس لے کر اسلام کے مرکزی نظامِ معیشت میں داخل کرلیا جائیگا۔ یہی لوگ ہیں جن کیلئے فرمایا گیا تھا کہ <u>ہم چاہتے ہیں کہ مومنین مالملکت ایمان کو اپنے برابر کے حقوق دیں اور اپنے ہر رزق سے</u>

ان کو فاضل سرمایہ عطا کر دیں مگر یہ لوگ ان کو اپنے برابر کے حقوق دینے والے نہیں ہیں اور یہ مومنین وہ ہیں جو اللہ کی نعمتوں پر ناشکری کر رہے ہیں (16/71 نحل)۔ مسلمانوں میں اس وقت کے رؤسا اور سرمایہ داروں کا حال اس آیہ مبارکہ میں بہت واضح ہے۔ بہرحال یہ تھی وہ تیئسویں فرد جس کی پرورش و تربیت کا ذمہ دار سربراہؐ نظام معیشت ہے اور یہ ہیں وہ عربی سرمایہ دار جنہوں نے اپنے منصوبے کو رفتہ رفتہ نافذ کیا اور ایک روز اپنی رسوم اور سنت ابلیس کے ماتحت سب کو غلام بنالیا۔

(8) یہاں اسلامی معیشت کی وہ فہرست مکمل ہوگئی جو بنی نوع انسان میں ضرورتمند کہلا سکتے ہیں اور وہ تمام ضروریات گھیر کر بیان کر دی گئیں جو اِس ممکن دنیا میں حدکمال تک پہنچانے کیلئے ضروری ہیں۔ ادھر یہ بھی واضح ہوگیا کہ اخراجات میں میانہ روی اور کفایت شعاری کے احکام (17/29-30 بنی اسرائیل)(25/67 فرقان) کی اصل غرض اسلام کے مرکزی نظام معیشت کو فارغ البال رکھنا ہے۔ تاکہ جب پبلک سے اس کے لئے سرمایہ طلب کیا جائے تو خیرات کو آڑ بنا کر بہانہ سازیاں نہ کی جاسکیں لوگ حساب رکھیں۔ ہر حال میں اپنی انفرادی خیرات و اخراجات کو اعلیٰ مقاصد کے ماتحت رکھیں۔ اپنے دوست، احباب واعزہ وغیرہ کو سرمایہ منتقل کرتے رہنے کی چالیں نہ چلیں اور جب نظام معیشت کیلئے سرمایہ طلب کیا جائے تو مصنوعی یا سچ مچ کی تنگدستی کو آڑ نہ بنالیں۔ اگر یہ احکام (17/29-30 بنی اسرائیل)(25/67 فرقان) نہ ہوتے تو جس کا دل چاہتا کہہ دیتا کہ جناب میں نے توکل فلاں فلاں (XYZ) کو اپنا سارا سرمایہ خیرات کر دیا اور گھر میں جھاڑو دے دی ہے۔ میں اب خالی ہاتھ ہوں کماؤں گا یا کہیں سے ملے گا تو دونگا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ انفرادی اور شخصی بصیرت کے تحت اخراجات پر کنٹرول بڑا ضروری ہے۔

(9) اسراف و کنجوسی کے درمیان راہ کا تعین جناب علیؑ مرتضٰی کی زبانی سنئے۔ وہ حضرت **اِذَآ اَنۡفَقُوۡا لَمۡ یُسۡرِفُوۡا وَلَمۡ یَقۡتُرُوۡا وَکَانَ بَیۡنَ ذٰلِکَ قَوَاماً O** (25/67 فرقان) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:۔

1۔ فَدَعِ الۡاِسۡرَافَ مُقۡتَصِدًا 2۔ وَاذۡکُرۡ فِی الۡیَوۡمِ غَدًا 3۔ وَاَمۡسِکۡ مِنَ الۡمَالِ بِقَدۡرِ ضَرُوۡرَتِکَ 4۔ وَ قَدِّمَ الۡفَضۡلَ لِیَوۡمِ حَاجَتِکَ۔

(نہج البلاغہ مکتوب 21)

''اسراف کو کفایت شعاری یا درمیانی راہ کی طرف دھکیل دو۔ آنیوالے کل کو آج یاد رکھو اپنی آج کی ضرورت کیلئے رکھ کر فاضل مال کو آنے والی ضرورتوں کیلئے پیشگی دیدو۔''

ان چار جملوں میں نہ صرف مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کردی بلکہ اس قسم کے تمام احکام پر ایک اصول بتا کر **قل العفو** (2/219 بقرہ) کا طریقہ کار بھی واضح کردیا۔ اِسی عملدرآمد کو ان الفاظ میں بھی کہا گیا ہے کہ:۔

خذسواء واعط سواء فاذا حضرت الصلٰوۃ فدع مابیدک وانھض الی الصلٰوۃ (الفقیہ)

<u>''لین دین میں موزوں ومناسب طریقہ پر مصروف رہو۔ مگر جیسے ہی نماز کا وقت آئے یا جیسے ہی تو نماز کے لئے حاضر ہو تو جو کچھ تیرے قبضے میں ہے اسے علیحدہ کردے۔''</u>

یہاں یہ مراد لینا کہ نماز کے وقت کاروبار چھوڑ دو یا جو کچھ ہاتھ میں ہو مثلاً ڈنڈا، ترازو وغیرہ اسے الگ کردو غلط ہے۔ اس لئے کہ یہ باتیں لوگ ہزاروں سال پہلے سے جانتے تھے۔ علاوہ ازیں نماز تو گھوڑے پر سوار رہ کر بھی پڑھی جاتی ہے اور اسلحہ پہنے ہوئے بھی۔ مسائل نماز سے واقف شخص ایسی غلط مراد اختیار نہ کرے گا اور ویسے اجتہاد و قیاس میں بڑی گنجائش ہے۔ پھر ہمارا دارومدار صرف اسی حدیث پر

نہیں ہے۔ ہمارے پاس تو آیات کا اتنا ذخیرہ ہے جو ایک ہزار صفحات میں بھی ختم نہیں ہوسکتا۔ اگر ہم احادیث سے مدد لے لیں تو یقین کیجئے کہ دس ہزار صفحات بھی کفایت نہ کریں گے۔ اسی بات پر یہاں چند ایک احادیث بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔

(10) سابقہ پیرے میں جو آیت (25/67 فرقان) لکھی گئی ہے وہ آیت حکم کی صورت نہیں ہے۔ یعنی اس میں یہ نہیں کہا گیا کہ مومنین پر لازم ہے کہ وہ اسراف اور کنجوسی کے درمیان کی راہ پر چلیں۔ بلکہ اچھے مسلمانوں کی تعریف کرتے ہوئے ان کی پسندیدہ صفات میں سے ایک صفت یہ بھی بتائی گئی ہے کہ وہ نہ اسراف کرتے ہیں نہ کنجوسی کرتے ہیں۔ بلکہ ان دونوں کے درمیان قائم رہتے ہیں۔"

اِسی انداز میں ایک عقلمند مومن کی چند صفات جناب علیؑ مرتضٰی علیہ السلام سے سنئے ارشاد ہے کہ:۔

"کفر اور شر اُس کے پاس نہیں پھٹکتے اس سے ہمیشہ نیکی اور بھلائی کی اُمید رہتی ہے۔ **وفضل ماله مبذول وفضل قوله مکفوف** اس کا فاضل مال سخاوت کی بنا پر خیرات شدہ ہے اس کی فضول باتیں بند ہیں" **ونصیبه من الدنیا القوت**" دنیا میں اس کا اسی قدر حصہ ہے کہ پیٹ بھر کر کھالے۔"

(کافی۔ کتاب العقل حدیث نمبر 12)

(11) مقتول وہ ہے جو قتل ہو چکا ہو۔ مشہور وہ ہے جو شہرت پا چکا ہو۔ لہٰذا مَبذُول وہ سامان ہے جو خیرات کیا جا چکا ہو۔ **فضل ماله مبذول** کے معنی ہوئے ضرورت سے زیادہ سرمایہ کسی وقت بھی پاس موجود نہ رکھنے والا۔ ساتھ کے ساتھ انفاق کرتے رہنے والا۔ اس صفت کو جناب علی علیہ السلام تمام بنی ہاشم میں مشترک اور نسلی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ چند قبائل کی صفات کے بعد فرمایا کہ:۔ **واما نحن فابذل**

لـمـافـی ایدینا ۔رہ گئے ہم؟ تو ہم جو کچھ ہمارے پاس ہوتا ہے اُس کو از راہ سخاوت خیرات کرنے میں سب سے زیادہ ہیں (نہج البلاغہ)۔واضح ہو کہ قل العفو کے معنی ہمیشہ سے وہ تمام سرمایہ کئے جاتے رہے ہیں جو ضرورت کے لحاظ سے نہیں بلکہ ذمہ داری کو پورا کر دینے کے لئے دیدیا جائے اور پیچھے کچھ باقی نہ رہے۔ چنانچہ والدازم کے ذمہ داروں کا ہمیشہ اسی پر عمل رہتا رہا اور یہی طریقہ مطلوب ومقصود ہے۔

58۔ پس انداز نہ کرسکنا اور اسی لئے کسی کی مدد نہ کرنا قابل غور ہے سربراہان نظام معیشت کی طرز حیات پر عمل کریں

اگر آپ اپنے ماحول پر نظر ڈالیں تو چاروں طرف یہ دکھائی دیگا کہ کسی شخص کی ضرورتیں اس کی تمنا کے مطابق پوری نہیں ہورہی ہیں ۔ ہر ملازمت پیشہ شخص ہر مہینہ کی بیس بائیس تاریخ کو خالی ہاتھ رہ جاتا ہے ۔ بڑے بڑے سرمایہ دار اپنے کاروبار میں آدھے سے زیادہ سرمایہ قرض لے کر لگائے ہوئے ہیں ۔مزدوروں اور باقی غربا کا حال نہایت قابل رحم ہے۔ایسے حالات میں ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ جناب میری اپنی ضروریات ہی پوری نہیں ہوتیں تو میں کس طرح دوسرے تنگ حال افراد کی مدد کرسکتا ہوں؟ یہ بات نہایت معقول ہے اسی وجہ سے ہم موجودہ معاشرہ کے خلاف کسی قسم کے بُرے جذبات نہیں رکھتے۔مگر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ وہ طریقہ اختیار کیجئے جس سے آپ کی ضروریات آپکی تمنا کے مطابق پوری ہونے کا یقینی انتظام ہوجائے۔یعنی ہم وہی کچھ چاہتے ہیں جو آپ چاہتے ہیں۔فرق اس قدر ہے کہ آپ آج کی ضروریات کے پورا ہونے کی فکر کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس پر غور نہیں کررہے ہیں کہ آپکی ضروریات روزانہ بڑھائی جارہی ہیں اور آمدنی روزمرہ کم کی جارہی ہے۔ آپ اپنے خاندانی حالات پر نظر کریں۔چند پشتوں کے مقابلے سے

آپ کو یقین آجائے گا کہ رفتہ رفتہ ہر آنے والے شخص کی آمدنی کم اور خرچ بڑھتا جارہا ہے۔ آپ اس زوال کے اسباب پر نہ صرف غور کریں بلکہ اس زوال کو روک کر عروج میں تبدیل کردیں پس یہ ہمارا منصوبہ ہے۔ ہم آپ سے کسی قسم کی مدد کی درخواست نہیں کرتے۔ ہم تو خود آپ کی مدد چاہتے ہیں اور خود آپ کے حالات سنوارنے اور روبہ ترقی لانے کے لئے کوشاں ہیں۔ آپ یہ مانتے ہیں کہ آپ کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں اسی طرح دوسروں کی ضروریات بھی پوری نہیں ہوتیں۔ بتایئے اگر دو یا زیادہ ایسے خاندان جن کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں آپس میں کھانے پینے اور رہنے سہنے میں مشترک ہوجائیں تو زیادہ سے زیادہ یہی نقصان ہوگا کہ اب ان دونوں یا زیادہ خاندانوں کی ضروریات پوری نہ ہوں گی؟ اور یہ کوئی نقصان نہیں اس لئے کہ اشتراک سے پہلے بھی ان کا یہی حال تھا۔ مگر فائدہ یہ ہوگا کہ پہلے ہر خاندان کے وسائل منتشر اور مختلف اور ایک دوسرے کے لئے نامعلوم تھے۔ اب ان سب کو جس طرح محکمہ پولیس میں ملازمت کی سہولت حاصل ہوگی۔ اسی طرح دوسرے خاندان کے وسائل، ملز میں ملازمت کی سہولت پیدا کردیں گے۔ ایک خاندان میں ایک شخص حکیم تھا سب کو حکمت سے فائدہ ہوگا۔ حکیم صاحب، عطار صاحب اب فریب نہ دے سکیں گے۔ گھر میں محتاط زندگی پر عمل ہوگا۔ ایک شخص لکھا پڑھا تھا وہ دوسرے ان پڑھوں کو علم سے فائدہ پہنچائے گا اور آئندہ ان پڑھ رہ جانے کی راہ رک جائے گی۔ ایک نمازی سب کو نماز کی طرف متوجہ کرنے اور نمازی بناسکنے کا سبب بن جائیگا۔ عملی زندگی کو تصور میں لایئے اور دیکھئے کہ چندروز میں یہ مشترکہ خاندان ترقی کی راہ اختیار کرلیں گے۔ مخالف عناصر ایک خاندان پر دباؤ ڈال سکتے تھے۔ اب یہ نیا خاندان جسمانی حیثیت سے بھی زیادہ قوی ہے۔ اس پر ہاتھ ڈالنا

اتنا آسان نہیں جیسا کہ پہلے تھا۔ روپیہ بینک میں رکھا جا سکتا ہے۔ بدعنوانی کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ اور جب بزرگی کا معیار روالد ہو تو پھر بدعنوانی رہ نہیں سکتی۔ سربراہ وہی ہوگا جو اِن تمام خاندانوں میں سب سے زیادہ فداکار، بردبار و غمخوار و حلیم و شفیق ہو۔ اور اتنے آدمیوں میں عقلاً ایک ہی شخص ایسا ہو سکتا ہے۔ اپنے کپڑے اس وقت بنائے گا جب کہ باقی افراد کے لئے بن جائیں۔ کھانا تب ہی کھائے گا جب سب کو کھلانے کا یقین ہو جائے۔ خاندان میں پہلا نمبر بچوں کو دیا جاتا ہے۔ ان کے بعد نیچے سے اوپر کو نمبر آتا ہے۔ جو عمر و سمجھ میں جتنا زیادہ ہے اتنا ہی نمبر پیچھے ہٹتا جاتا ہے اور سب سے بعد سربراہِ خاندان کا نمبر رہ جاتا ہے۔ لہٰذا جتنا بڑا خاندان ہوگا اسی حساب سے سربراہ کو پیچھے رہنا ہوگا۔ اگر ساری بنی نوع انسان اس خاندان کے نظام معیشت میں داخل ہو جائے تو سربراہ کا نمبر ڈھونڈھنا مشکل ہو جائے گا۔ موٹا سا حساب یہ ہوگا کہ وہ اپنے حقوق، آرام و آسائش میں پوری نوع انسان سے پیچھے رہے گا۔ اگر یہ مقام اس کی تعلیم و تربیت نے اس کی فطرت میں داخل نہیں کیا ہے تو یہ ذمہ داری اس سے پوری ہونا مشکل ہے۔

بہر حال سربراہ وہی ہوگا جو اس ذمہ داری کو احسن طریقہ پر پورا کرے اور بنی نوع انسان میں حق تلفی کو داخل ہونے سے قطعاً روک دے۔ اسی لئے اللہ کی طرف سے یہ ذمہ داری صرف انبیا اور آئمہ علیہم السلام کو سونپی جاتی ہے۔ ان حضراتؑ کی تعلیم و تربیت اور غلطی سے حفاظت اللہ کے ذمہ ہوتی ہے (72/27-28، الجن) چنانچہ اسلامی نظام معیشت کے تمام سربراہوں کی زندگی مندرجہ بالا اصول کے مطابق گذری ہے یا یہ کہیں کہ ان کے طرز زندگی سے یہ اصول اخذ کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر چند سربراہانؑ نظام معیشت کی خوراک و پوشاک کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور یہ

تذکرہ اسی بزرگؑ ہستی کی زبانی ہے جو اللہ ورسولؐ کی طرف سے نظام معیشت کی سربراہی کے لئے تیار کیا گیا تھا جسؑ کی زندگی کا ہر ہر پہلو نظام معیشت کے لئے ایک مسلمہ معیار تھا۔ جسؑ کو مسلمانوں نے اس سلسلہ میں ہمیشہ راہنما سمجھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے تمام صحابہ کی رائے کے مقابلہ میں حضرت علیؑ ہی کے فیصلہ کے مطابق اپنی خوراک، پوشاک مقرر کرنیکا اعلان کیا تھا۔ (الفاروق حصہ دوم صفحہ 90) انؑ ہی کے معیار کی بنا پر حضرت عمر نے گورنروں کو حکم دیا تھا کہ وہ باریک کپڑے نہ پہنیں۔ 2۔ چھنا ہوا آٹا نہ کھائیں۔ 3۔ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوں (الفاروق صفحہ 13 حصہ دوم) عربوں نے ان احکامات پر عمل کیا یا نہیں؟ یہ آپ پتہ لگائیں۔ ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ نظام معیشت کا معیار مقرر کرنے والی بزرگ ہستیؑ نے بتایا ہے کہ:۔

(الف)(1)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام گھانس پات کھایا کرتے تھے۔

یَاْکُلُ بَقْلَۃِ الْاَرْضِ. (نہج البلاغہ، خطبہ نمبر 158)

(2)۔ حضرت داؤد علیہ السلام کھجور کی پتیوں سے ٹوکریاں بنا کر جو کی روٹی کھایا کرتے تھے۔ یَعْمَلُ سَفَائِفَ الْخُوْصِ بِیَدِہٖ ...... وَیَأْکُلُ قُرْصَ الشَّعِیْرِ.

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر 158)

(3)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پتھر کا تکیہ بناتے۔ کھردرا لباس پہنتے۔ پھل پھول گھانس پات کھاتے تھے۔ (ایضاً)

(4)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خالی پیٹ رہتے تھے اپنے ہاتھوں سے اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے۔ جوتی کی مرمت خود کرتے تھے۔ وہ حضرتؐ اپنے مخصوصین سمیت فاقے کیا کرتے تھے۔ (جَاعَ فِیْھَا مَعَ خَاصَّتِہٖ) آپ نے تعمیرِ مکان کیلئے کبھی پتھر پر پتھر نہ رکھا (نہج البلاغہ، خطبہ نمبر 158)

(5) میں نے اپنی قمیض میں اتنے پیوند لگوائے کہ اب مجھے پیوند لگانے والے سے شرم آنے لگی ہے اسلئے خود پیوند لگا رہا ہوں۔ (نهج البلاغة، خطبہ نمبر 158)

(6) اگر میں چاہتا تو شہد، گیہوں اور ریشمی کپڑوں کا انتظام کر سکتا تھا۔ لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا۔ مجھے خواہشیں مغلوب نہیں کر سکتیں۔ مجھے اچھے کھانوں کی کیسے پرواہ ہو سکتی ہے جبکہ ملک میں ایسے لوگ بھی موجود ہوں جنہیں ایک روٹی ملنے کی امید نہ ہو۔ اور کبھی پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہ ہوتا ہو۔ کیا میں عمدہ کھانے کھا کر سویا رہوں اور میرے چاروں طرف بھوکے پیاسے لوگ منڈلاتے رہیں۔ میں مومنین کا امیر ہوتے ہوئے ان کی تکلیفوں میں ان کیلئے نمونہ نہ بنوں؟...... (اور آخر کار فرمایا کہ) میں اپنے نفس کو اسبات کیلئے رضامند رکھتا چلا آیا ہوں کہ وہ ایک روٹی اور ذرا سے نمک سے خوش ہو جائے۔ (نہج البلاغہ مکتوب نمبر 45)

(7) آپ سے دریافت کیا گیا کہ ''آپ کیوں ناگوار خوراک اور موٹے کپڑوں پر زندگی بسر کر رہے ہیں؟ فرمایا کہ ''اللہ نے ہر عادل امام پر فرض کیا ہے کہ وہ بنی نوع انسان میں سب سے غریب اور کمزور انسان کی خوراک و پوشاک کو اپنا معیار بنائے۔ تاکہ فقرا و مساکین کیلئے اطمینان و ترقی کا باعث ہو جائے۔''

(کافی۔ کتاب الحجة باب سیرة الامامؑ فی نفسه...)

(8) دیکھو تمہارے امام کا تو یہ حال ہے کہ قَدِ اکْتَفَیٰ مِنْ دُنْیَاهُ بِطِمْرَیْهِ وَمِنْ طُعْمِهِ بِقُرْصَیْهِ اس نے اس دنیا کے تمام سامان میں سے دو پھٹی ہوئی چادروں اور کھانے میں دو عدد روٹیوں پر قناعت کر لی ہے.. خدا کی قسم میں نے تمہاری اس دنیا میں سونا چاندی مال و متاع سمیٹ کر نہیں رکھا اور نہ بدن کے ان پرانے کپڑوں کے علاوہ اور کپڑے مہیا کئے'' (نہج البلاغہ مکتوب نمبر 45)

59۔ مومنین کے بھائی بھائی ہونے کا مطلب،

سربراہ نظام معیشت اپنی روزی خود کمائیگا،

سرمایہ دار اور غربا دونوں مجرم ہیں، اسلام اور عربوں کی سیاست، ہمارا دور

(الف) مندرجہ بالا طرز حیات و معاش و معاشرت ایک والد و والدہ کی فطری ذمہ داری ہے۔ وہ اپنے بچوں کو بھوکا رکھ کر کھانا نہیں کھا سکتے۔ وہ بچوں کی موجودگی میں ان سے اچھا کپڑا نہیں پہن سکتے۔ سربراہ نظام معیشت میں جو صفات اللہ کو منظور ہیں ان کی فہرست قرآن کریم اور احادیث میں مفصل دی گئی ہے جن میں انہیں ایسے ماں باپ قرار دیا گیا ہے جو تمام بنی آدم کے لئے اپنی صحت و تندرستی کی پرواہ نہ کریں (18/6 کہف)۔ اپنے ان بچوں کی فلاح و بہبود کیلئے اپنی جان کی فکر نہ کریں (26/3 شعراء) سب کی پناہ گاہ ہوں۔ خدا کی طرف سے امین اور وہ دروازہ ہوں جس میں سے انعامات و سامان معیشت آتا ہے جن کی وجہ سے تمام عبادات قبول ہوتی ہیں (کافی۔ کتاب الحجۃ باب، نادر جامع فی فضل الامامؑ و صفاتہ)

(ب) قرآن کریم نے تمام ایمان لانے والوں کو بھائی بھائی فرمایا ہے (49/10، الحجرات)۔ ہر زمانہ میں جبکہ مومنین موجود ہوں ان کا باپ بھی موجود ہونا لازم ہے ورنہ بھائی بھائی برابر ہوتے ہیں۔ یہ برابری برقرار کون رکھے گا؟ اور چھوٹے چھوٹے ننھے منے بھائیوں کی پرورش کون کرائے گا؟ بڑھے اور ضعیف بھائیوں کی دیکھ بھال اور آرام کا بندوبست کون کریگا؟ جو برابر ہیں وہ اپنا آرام و چین دوسرے برابر والوں کیلئے کیوں قربان کریں گے؟ اسی لئے ہر زمانہ میں تمام بنی نوع انسان کا باپ موجود رہنا لازم ہے جو ہر ہر فرد کے لئے راحت و آرام اور متعلقہ سامان معیشت

فراہم کرتا رہے۔کسی کی حق تلفی نہ ہونے دے، سب کیلئے مثال ومعیار ونمونہ بن کر دکھائے ۔ دن رات بنی نوع انسان کی ترقی وکمال کیلئے عمل کرے اوراپنی روزی خودمحنت کر کے کمائے۔اپنے بچوں پر بار نہ بنے۔ بلکہ اپنی کمائی میں سے بھی بڑا حصہ معاشی نظام میں دیتا رہے اور کسی کو مفت خورہ نہ بننے دے ۔ ہر شخص سے اس کی وسعت کے مطابق کام کرائے اورسب کی وسعتوں میں روزافزوں اضافہ کرنے کا ذمہ لے۔قرآن کریم میں حضرت داؤدعلیہ السلام کا ذکر موجود ہے(34/10 سباء) وہ سربراہ ہوتے ہوئے محنت کر کے اپنا آزوقہ فراہم کرتے تھے(34/11 سباء)۔ ابتدامیں وہ جائز سمجھتے تھے کہ بیت المال سے اپنا معمولی گذارہ لے لیں مگراللہ نے بتایا کہ اس سے بھی بلند ہوجاؤ۔ چنانچہ محنت کرنے لگے۔

(علی علیہ السلام۔فروع کافی جلد5۔کتاب المعیشۃ)

(ج) حضرت علی علیہ السلام نے فرمایاہے کہ تمام انبیاء اورآئمہ علیہ السلام اپنے ہاتھ سے محنت کر کے آزوقہ فراہم کرتے تھے۔ خودعلی علیہ السلام باغ لگاتے اور پبلک کے لئے وقف کردیتے تھے۔(فروع کافی جلد5۔کتاب المعیشۃ)

انہوںؑ نے اپنی محنت سے نہ صرف اپنی بسراوقات کی بلکہ ہمیشہ ضرورتمندوں کی ضروریات رفع کرتے زندگی گذاری۔سینکڑوں غلام آزادکرائے۔(ایضاً)

بنجرزمینوں کوقابل کاشت بنا کر پبلک کیلئے وقف کیا۔(ایضاً)

اوران کے بعدان کا ہر جانشینؑ برابر گرمی سردی، محنت اور پسینہ کی کمائی سے غربا کا مددگار رہا۔(ایضاً)

زمانہ حکومت ورعیت میں کبھی فرق نہ آنے دیا۔نظام معیشت کی سربراہی کیلئے محنت ومشقت سے روزی پیدا کرنا لازم ہے۔خواہ حکومت عرب ہو یا حکومت سلیمانؑ ہو،

تاکہ غربا کو پستی سے بلندی پر لایا جا سکے۔ مفت خوری اسلام میں حرام ہے۔ گھر بیٹھے چھاؤں میں بلا محنت کی آمدنی جوا ہے، سود ہے، ناپاک ہے۔ قرآن وحدیث اور سنت صحابہؓ کی رو سے مذموم ومردود ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا حال قرآن کریم واضح الفاظ میں بتاتا ہے (34/10-11 سباء)۔ مومن کے لئے تو صرف ایک ہی مثال کافی ہے۔ رہ گئے وہ حضرات جو ہر حکم پر ایمان لائے، یعنی توحید کو مانا، نبوت تسلیم کی، قیامت کا برپا ہونا قبول کیا، وحی والہام اور کتب خداوندی پر ایمان لائے، روزہ، نماز، حج وزکوٰۃ پر عمل کیا، جہاد میں تیغ بکف رہے، مگر ایمان لائے اپنے اجتہاد کے مطابق اور عمل کیا مصلحت عرب کے ماتحت۔ تو یہ حضرات نہ آج ماننے والے ہیں نہ زمانہ نزول قرآن ورسولؐ میں مانا تھا۔ یہ حضرات اپنے اجتہاد وبصیرت میں اتنا بلند مقام رکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ پر ایمان لانے کا احسان دھرتے تھے۔ مطلب یہ کہ اگر ہم اسلام اختیار نہ کرتے تو یہ کامیابیاں نہ ہوتیں۔ یہی مسلمان ہیں جو اللہ ورسولؐ کو قرآن کی صحیح تعبیر وتنفیذ اور مطالب سمجھانے کی کوشش کرتے تھے۔ یعنی انہوں نے آنحضرتؐ کی تفسیر وتعبیر کو (معاذ اللہ) ہمیشہ غلط سمجھا۔ یہی وہ لوگ تھے جو اللہ ورسولؐ کو مشورہ دیا کرتے تھے تاکہ اللہ ورسولؐ سے غلطی نہ ہو جائے یعنی خود اللہ ورسولؐ کو دین سکھایا کرتے تھے (49/16-17، الحجرات)۔ یہی وہ مومنین ہیں جن کو دوبارہ ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی ان سے کہا گیا کہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ. الخ (4/136 نساء) اَے مومنین! اللہ، اُس کے رسولؐ، اُس رسولؐ کی کتاب اور سابقہ کتابوں پر ایمان لاؤ۔ یعنی مذکورہ بالا عقائد واعمال کے باوجود یہ صاحبانِ ایمان نہ تھے۔

آج بھی ان کی پیروؤں کی کثرت موجود ہے۔ یہ حضرات منافق نہ تھے

جوانہیں آج منافق کہہ کر بات ٹالنا چاہے۔ اُسے اُن ہی کے مکتب فکر کا مبلغ سمجھ لیں اوراس سے ہوشیار رہیں۔ اس کے بیانات، اس کا ایمان وعقیدہ، اس کے اعمال وعبادات ہرگز قابل قبول نہیں ہیں۔ وہ بالکل ویسا ہی مومن ہے جیسے وہ حضرات تھے۔ وہ ہر ہر آیت اور ہر حکم کو مانتے تھے۔ اس لئے اللہ اُنہیں مومن کہتا تھا۔ پھر وہ ہر ہر آیت اور ہر ہر حکم کو اپنے اجتہاد کی مشین پر چڑھا کر اپنی ضرورت کے مطابق خیراد کر لیتے تھے۔ یعنی ایمان کو کفر سے بدل لیتے تھے (2/108 بقرہ)۔ اسی لئے انکا بار بار ایمان لانا اور کفر کرنا بتایا گیا ہے (4/137 نساء)۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ناسخ ومنسوخ کے غلط معنی اختیار کرتے تھے (2/106 بقرہ) اور پھر سادہ دل مسلمانوں کے عقائد میں ردوبدل کرتے رہتے تھے۔ طرح طرح چکر دے کر سوال کرتے تھے تاکہ رسولؐ سے (معاذ اللہ) غلط بات کہلوالیں (2/108 بقرہ)۔ جب اُن کی پردہ دری کا خوف دلایا تب یہ مومنین سوالات سے باز آئے (5/101 مائدہ)۔ یہی مومن اپنی ھوا یعنی اجتہاد کے قائل تھے (4/135 نساء) اور اپنے کافر والدین وغیرہ کی حمایت میں قرآن کا رخ موڑنا چاہتے تھے (4/135 نساء)۔ یہی وہ مومنین ہیں جو خالص توحید کے قائل ہیں ہر بات میں شرک شرک پکارتے ہیں۔ ابلیس کی طرح رسولؐ کی پوزیشن کو ایک ساتھی، ایک رفیق، ایک بڑا بھائی، (معاذ اللہ) ایک غلطی کر جانے والا مجتہد اور خدا کی منشا کے خلاف کہہ سکنے اور عمل کر جانے کی حد تک گراتے ہیں۔ یعنی خدا نے کہا کہ جو ہم کہتے ہیں وہی یہ کہتا ہے (53/3-4، النجم) جو یہ کرتا ہے وہ ہمارا کیا ہوا ہوتا ہے (8/17، الانفال) اس کا ہر فعل ہماری منشا (76/30، الدھر) اور وحی کے مطابق ہوتا ہے (6/50، الانعام)۔ مگر یہ لوگ تمام رسولوںؑ کو ایسا مقام دینا شرک سمجھتے ہیں۔ یعنی اللہ اور اس کے رسولوںؑ میں فرق کرتے ہیں، تفرقہ ڈالتے

ہیں (4/150 نساء) اور ایک ایسا اسلام اختیار کرتے ہیں جو نہ اللہ کے حکم کے مطابق ہے، نہ رسوؐل اللہ کی منشا کے مطابق ہے۔ بلکہ ان دونوں کی درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں (4/150 نساء)۔ چنانچہ بتایا گیا کہ یہ مومنین نہ مومنین میں شامل ہیں نہ منافقین میں داخل ہیں۔ بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک تیسرا گروہ ہے (4/143 نساء) لَآاِلٰـی ھٰٓؤُ لَآءِ وَلَآ اِلٰی ھٰٓؤُ لَآءِ یہی مومنین ہیں جو ایک کافرانہ ولایت وحکومت کے قیام میں کوشاں تھے (4/143-144 نساء)۔ منافقین تو دراصل ان ہی لوگوں کی مدد سے اپنا کاروبار کررہے تھے۔ یہی عقائد ہیں جو کافر ومنافق کی اسکیم کو پروان چڑھانے والے تھے (4/144 نساء)۔ یہی وہ مومنین ہیں جو رسوؐل کا ادب نہ کرتے تھے۔ گھٹیا دوستوں کی طرح پکارا کرتے تھے (49/2، الحجرات) اوران کی لاعلمی میں ان کے تمام اعمال ضائع ہوگئے تھے (49/2، الحجرات) یہی مومنین آنحضرتؐ سے اپنے اجتہادی مشوروں کی اطاعت کرانا چاہتے تھے (49/7، الحجرات)۔ مومنین کا یہی گروہ ہے جس نے ایک زمانہ میں مومنین سے جنگ وقتال کرنا تھا (49/9، الحجرات) ان ہی کو قرآن کریم میں باغی کالقب دیا گیا ہے (49/9، الحجرات) یہی وہ طائفہ ہے جس نے مسلمانوں کیلئے طرح طرح کے لیبل تراشے۔ مذاق اڑایا۔ بھرے مجمعوں میں مومنین کی توہین کیلئے رسومات جاری کیں، بُرے بُرے القاب دیئے، ظن وتخمین وقیاس کو جاری کیا (49/11، الحجرات)۔ انہوں نے مومنین کی غیبت کیلئے نئے ڈھنگ نکالے جاسوسی کو اسلام میں داخل کیا (49/12، الحجرات)۔ انہوں نے مومنین کے بھائی بھائی ہونے کی ذرہ برابر رعایت نہ کی (49/10، الحجرات) اور نہ معلوم کتنے مومنین کے جگر چبائے، کتنوں کا خون پیا؟ بہرحال وہ لوگ جنہوں نے خود اللہ ورسوؐل کو اسلام سکھانے کی کوشش کی ہو۔

جنہوں نے اسلام لاکر اسلام پر احسان کیا ہو۔ وہ اگر نہ بھی مانیں تو کوئی تعجب نہ کرنا اور کبھی ان لوگوں کو کافر یا منافق نہ سمجھنا کسی آدمی کا جہنمی ہونا اور بات ہے منافق یا کافر ہونا اور بات ہے۔ یہ جہنمی تھے اور جہنمی ہیں مگر منافق یا کافر نہیں۔ یہ جہنمی و لعنتی مومن ہیں۔ یہ ابلیس کے نمائندے، سرمایہ داری کے موجد اور محافظ ہیں۔ ان کو منافق کہنے میں ایک گروہ کی نجات ہے اگر وہ ان کو منافق نہ کہیں تو ان کے مذہب کی پول کھل جاتی ہے۔ پہلے وہ اس قسم کے مومنین کو منافق کہہ کر لوگوں کے غور وفکر کی راہ بند کرتے ہیں۔ پھر ضرورت پڑنے پر کہہ دیتے ہیں کہ تمام منافق رسولؐ اللہ کے دور میں ختم ہوگئے تھے۔ حالانکہ ان کے سرمایہ دارانہ اسلام کے بانی اور مصنف وہی مومنین ہیں۔ زمانہ آگے بڑھ رہا ہے، زبانوں پر سے پہرے اُٹھ رہے ہیں۔ اب تو علما کھل کر تعین و تشخص و تحقیق کر رہے ہیں۔ ایک دن آنے والا ہے کہ جس طرح صدیوں یزید پر لعنت بھیجتے رہنے کے بعد آخر تنگ آ کر مان لیا کہ وہ انکا رہنما ہے۔ بالکل اسی طرح قبول کرا کے چھوڑا جائیگا۔ (معاذ اللہ) جس طرح کھل کر حسینؑ کی غلطیاں گھڑی گئی ہیں بالکل اسی طرح رسولؐ اللہ کی غلطیاں پیش کر کے بتایا جائیگا کہ دین ان مومنین کا صحیح تھا مگر جو خرابی پیدا ہوئی وہ معاذ اللہ رسولؐ اللہ کی وجہ سے ہوئی ہے۔ بس اس کتابچہ میں ان مومنین کا یہ آخری ذکر خیر تھا۔ ان سے اللہ نے یہ بھی کہا تھا کہ:۔

(د) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ الخ۔

اَے مومنین اللہ سے ڈرو (احساس فرض کرو) اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آؤ (57/28 حدید)۔

آپ نے دیکھ لیا کہ وہ سب کچھ مانتے تھے۔ مگر رسولؐ پر اعتماد نہ کرتے تھے اسی آیت میں ان سے یہ بھی کہا گیا کہ اگر تم رسوؐل پر سچ مچ کا ایمان لے آؤ تو ہم تمہیں

اپنی رحمتؐ (رحمۃ للعالمین) میں سے دوہری کفالت (کِفۡلَیۡنِ) دیں گے اور تمہارے لئے ایک اور نورؐ متعین کر دیں گے ۔جسکی روشنی تمہارے لئے راہ ہدایت واضح کر کے تمہیں مغفرت سے ہم آغوش کر دیگی (57/28 حدید)۔یہی وہ مومنین ہیں جنہوں نے اسلامی نظام معیشت کی دوہری کفالت قبول نہ کی ۔یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے راہ ہدایت اختیار کرنے سے منہ پھرائے رکھا تھا۔جنہوں نے اس نورؐ کی جگہ ظلمات کو اختیار کیا ۔اندھیرے اور گمراہی کو رہنما بنایا (2/257 بقرہ)۔ یہ لوگ صرف حصول دنیا کے لئے اسلام لائے تھے (8/67،انفال)۔ان کا جہاد محض لوٹ مار کیلئے ہوتا تھا۔ وہ وہی لوگ تھے جو مملکت ایمان کو غلام بنا کر استعمال کرنا چاہتے تھے ۔جنہوں نے اسلام کے واضح احکام کے بعد بھی غلامی کو جاری رکھا۔انہوں نے نمازی پرہیز گار مومنین کو حالت نماز میں قتل کیا ۔مساجد کے اندر سے گرفتار کیا،قتل وغارت اُن کا پیشہ رہا۔انہوں نے گرفتار شدہ مومنین کو پناہ نہ دی ۔ان کے ایمان واسلام کی اپیلوں کوٹھکرادیا (4/94 نساء)انہیں قتل کیا ، ان کی مسلم ومومن ازواج کوکنیزیں بنا کر تصرف کیا۔مردوں اور یتیم بچوں کو غلام بنایا۔ مال دنیا بٹورنے کے لئے مومنین کو کافر قرار دیا (4/94 نساء)اور ایک دفعہ ساری دنیا کو فساد سے لبریز کر دیا،نسلوں کو تباہ کیا،فصلوں کو غارت کیا اور یہ سب اسلام کے نام پر کیا،اُسی اسلام کے نام پر جوخود گھڑا تھا (206-2/204 بقرہ)۔ انہوں نے اللہ اور رسوؐل کے ہر ہر حکم کو تبدیل کیا اور علی الاعلان اپنے اجتہاد کو جاری کیا اور سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد رکھی ۔اسے مضبوط و مستحکم کیا اور ایک دفعہ اسی قرآن اور ان ہی احادیث سے اسلام کے نظام معیشت کو قلوب واذہان سے مٹا کر رکھ دیا۔مگران سے قدم قدم پر غلطیاں ہوئیں ،غلطیوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ انہیں ریکارڈ کرنے والے موجود رہے ۔

انہیں علم وتقویٰ کی فوجوں سے گھیرے میں لے لیا۔ ان کی نمازوں اور دیگر عبادتوں کی پول کھولی، ان کے خود ساختہ اسلام کی دھجیاں اڑانا شروع کیں ۔ ہر مناسب موقعہ پر ان کے عقائد کو علم کی روشنی میں رکھا۔ ان سے ان کی غلطیوں کا مجمع عام میں اقرار کرایا۔ انہیں ایک راہ سے دوسری راہ اختیار کرنے پر مجبور کیا ۔ ان کی زندگیوں کو تضاد واختلاف کا مجسمہ بنا کر دکھایا۔ تلاش حق ہونے لگی، زبانیں کھلنے لگیں، ظلم وجور واستبداد کی قوتیں مضمحل ہوتی گئیں۔ آج یہ وقت آ گیا کہ لوگ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے نعرے لگائیں۔ ضرورت کی شدت اس قدر بڑھ گئی کہ چور خود اقبال جرم کرنے لگا۔ فاقہ مست اصحابؓ کی قدر کا زمانہ آیا۔ رؤسا واغنیا قابل نفرت قرار پا گئے ۔ غربا کا خون چوسنے والے بے نقاب ہو رہے ہیں ان کے ایجاد کردہ مذہب کو لعنت قرار دیا جا رہا ہے ۔ خود مسلمان نہیں بلکہ سرمایہ داروں کے پیرو مسلمان علما، دین ومذہب کا فرق بتا رہے ہیں۔ سرمایہ داری کے خلاف دن رات لکھنے میں گذار رہے ہیں۔ نظام ربوبیت، اسلامی سوشلزم، اسلامی اشتراکیت اور اسلامی لوٹ مار کے لیبل لگا لگا کر مسلمانوں میں ہوا بھر رہے ہیں ۔ پمپ کر رہے ہیں۔ اُن سے کہئے کہ جنیو توڑ کر سچ مچ مسلمان ہو جایئے ۔ یہ گرنے والی تعمیر پلاسٹر سے نہ رکے گی۔ اسے نئی نہیں بلکہ چودہ سو سال پرانی بلکہ حضرت آدم علیہ السلام اتنی پرانی بنیادوں پر تعمیر کیجئے، اس بتخانہ کو مسمار کیجئے، کعبہ دل کی تطہیر کیجئے، رجس وناپاکی اور ناپاک رہنمائی سے پاک ہو جایئے۔ اور ان خطوط پر از سر نو اسلام اختیار کیجئے جو قرآن کریم سے ان چند صفحات میں بطور نمونہ پیش کئے گئے ہیں۔ دل میں رَاوَن زبان پر رام اسلام نہیں ہے۔ رسولؐ پر ایمان لایئے ان کی قرآنی پوزیشن کے آگے سر جھکایئے، اپنے خود ساختہ شرک کو شیطان کے حوالے کیجئے۔ باب محمدی پر سجدہ کے بغیر اللہ پر ایمان، ابلیس کے درجہ میں

رکھتا ہے ۔محمدؐ کا بندہ بننے کی سعادت اگر مل گئی تو رحمتؐ للعالمین کے صدقہ میں اللہ تمہارے سابقہ تمام گناہوں اور زیادتیوں کو معاف کر دیگا(39/53،الزمر)ورنہ یاد رکھو کہ دنیا و آخرت دونوں میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔

سرمایہ داری اور سرمایہ داروں کو اگر برا کہنے لگے ہو تو ہر زمانہ کی سرمایہ داری اور سرمایہ داروں کو برا کہو۔ موجودہ سرمایہ داروں کیساتھ اسی پیار و محبت ،تدریج و تالیف قلب کا برتاؤ لازم ہے جو جناب سرور کائناتؐ نے اپنے زمانہ میں کیا تھا۔نفرت اور انتقامی جذبات کا سلوک اُنکی اصلاح نہیں کرسکتا اُن کو اسلامی مقاصد سمجھایئے۔ سیاسی مذہب کے نمائندوں نے جو طریقہ اُن کے ذہن نشین کرایا ہے اس کی غلطیاں قرآن کریم اور عمل رسولؐ سے واضح کیجیئے۔ اُن کو بتایئے کہ تم خمس وزکوٰۃ اور دیگر صدقات وخیرات کے نام سے لاکھوں روپیہ ہر سال دیتے ہو مگر اس روپیہ کا غربا تک پہنچنے کا انتظام نہیں کرتے۔اسی لئے خمس وزکوٰۃ وصول کرنیوالے ادارے آج تک کسی خاندان کو خود مکتفی نہیں بنا سکے۔اِسکے برعکس غربت وافلاس روزانہ بڑھتا چلا جارہا ہے لہٰذا آئندہ ایسا انتظام کیجیئے جس سے ملک میں غربت وافلاس کا سدباب ہوجائے۔ اس سلسلہ میں ٹرسٹ بنایا جاسکتا ہے ۔ بینک اور گورنمنٹ سے تعاون حاصل کیا جاسکتا ہے۔فلاح عامہ کے اس فنڈ سے ملز اور چھوٹی صنعتی فیکٹریاں کھولی جاسکتی ہیں۔غربا کے اعداد وشمار کا موجود ہونا ضروری ہے۔انہیں اپنے گھروں کے اندر حسب قابلیت کام دیا جاسکتا ہے۔انہیں صنعتی اور ٹیکنیکل قابلیت فراہم کرنے کیلئے انجینئرز اور دوسرے ماہرین کی خدمات مفت حاصل کی جاسکتی ہیں۔ان کی تعلیم کا محلّہ وار انتظام کیا جاسکتا ہے۔جن اصولوں پر آپ اپنے سرمایہ کا تحفظ کرتے ہیں اسی طرح اس سرمایہ کی حفاظت لازم ہے جو خدا اور رسولؐ کی خوشنودی اور افلاس ومحتاجی کو دور کرنے

کیلئے خود آپ نے اور دیگر مخیرّ حضرات نے جمع کیا ہے۔ پھر اس سرمایہ کو بڑھاتے رہنے کیلئے اپنی پوری تاجرانہ سوجھ بوجھ اور ٹیکنیک استعمال کیجئے تاکہ عطا شدہ سرمایہ نہ صرف روز افزوں رہے بلکہ اسکے منافع سے غربت، افلاس ختم ہوتے چلے جائیں۔

آج تک یہ سرمایہ لوگوں کے پیٹوں میں غائب ہوتا رہا ہے۔ اس سے ایک نہایت خطرناک سرمایہ داروں کا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو صرف غربا کے نام پر اور مذہب کی آڑ میں کروڑ پتی بن کر عیش منا رہے ہیں۔ نہ وہ تجارت کرتے ہیں نہ ملازمت، نہ انہیں محنت سے سروکار ہے نہ کسی طبقہ سے ہمدردی ہے۔ اور اس فارغ البالی کے عالم میں دن رات مذہبی اُلجھاؤ پیدا کرنے میں مصروف ہیں۔ اُنہیں ہر وقت یہ فکر ستاتی رہتی ہے کہ مسلمانوں میں اتفاق واتحاد ہوتا جا رہا ہے۔ ان کے خود ساختہ مذہب سے لوگ کنارہ کش ہوتے جا رہے ہیں۔ عقل وفہم میں اضافہ، عوام میں اتحاد، مذہب کی صحیح نمائندگی اُن لوگوں کو مصیبت نظر آتی ہے۔ ان سے کہیئے کہ اب آپ کوئی باوقار پیشہ اختیار کریں۔ بے دینی پھیلانے کی ان مسندوں کو اُٹھا کر رکھ دیں، اللہ ورسولؐ اور دین کے نام پر لوگوں کا اغوا کرنا بند کر دیں، زمانہ بیدار ہو رہا ہے۔ اب فریب دینا مشکل ہوتا جا رہا ہے اس لئے مفت خوروں کا یہ گروہ اب کافرانہ نظامہائے معیشت پر اسلامی لیبل لگا کر امرا اور غربا میں تنفر پھیلانے کا بندوبست کر رہا ہے۔ غربا اور محنت کش عوام کو بغاوت پر اکسایا جا رہا ہے۔ چاروں طرف اپنے پٹھو یا چمچے چھوڑ دیئے ہیں جو روٹی روٹی اور سوشل ازم اور کمیونزم پکار رہے ہیں۔ غربا کو چاہئے کہ وہ ان لوگوں کو پہچانیں اپنے وقت کا ہر لمحہ اپنی غربت کو دور کرنے کی فکر وعمل میں صرف کریں۔

آپ کسی حالت میں دس گھنٹے سے زیادہ کام نہیں کرتے ایک ترقی پسند غریب کے لئے چھ گھنٹے سونے کے لئے کافی ہیں۔ دو گھنٹے نہانے دھونے کھانے پینے

اور دیگر ضرویات کے لئے کافی ہیں باقی چھ گھنٹے رہتے ہیں جو بالکل اتنا ہی وقت ہے جو اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم کے لئے ضروری ہے اس چھ گھنٹے روزانہ کی مدت کو کام میں لائیے ۔ جب یہ معلوم ہے کہ ہم غریب ہیں اور غربت روزانہ بڑھتی ہی جارہی ہے تو کیوں نہ ہم غربت کا راستہ روک کر کھڑے ہوجائیں ۔ جس طرح سینکڑوں غریب اور محنت کش لوگ اپنے اس فاضل وقت میں پڑھ کر میٹرک پاس کرسکتے ہیں، کالج سے ڈپلومے لے سکتے ہیں، آپ کیوں اپنے وقت کے اس قیمتی سرمایہ کو ضائع کررہے ہیں ۔ اس سلسلہ میں مولوی صاحب سے مدد مانگئے ۔ غربت وافلاس سے نجات پانے اور ضرورت واحتیاج کو دور کرنے کی ترکیبیں معلوم کیجئے ۔ یہ دریافت کیجئے کہ جناب وہ طریقہ کار بتلائیے جس سے خرچ کم سے کم ہو اور آمدنی زیادہ سے زیادہ ہو۔ علم روز بڑھتا جائے جہالت روزانہ کم ہوتی جائے۔ مل کر بیٹھئے سوچئے فضول خرچی کے تمام دروازے بند کردیجئے ۔ اگر ہم سینما نہ جائیں، اگر ہم فحاشی کے اڈوں میں شرکت نہ کریں ،اگر لذت کی جگہ مفید غذا کھانا شروع کردیں تو یاد رکھو کہ اِدھر غربت کو رخصت مل جائے گی اُدھر سرمایہ داروں کی آمدنی میں کمی ہوجائیگی ۔ لاکھوں روپیہ روزانہ سینما گھروں، شراب خانوں اور فضولیات کی فروخت سے حاصل ہونا بند ہوجائے تو سرمایہ داری دم توڑ دیگی۔ ملک میں فارغ البالی اور سہولتوں میں اضافہ ہوتا نظر آئیگا۔ لہٰذا کفایت شعار بنئے ۔ امیر بننے کا انتظام جو بھی کرے گا وہ ایک دن ضرور امیری حاصل کرکے رہیگا ۔ لہٰذا ہر وہ سوراخ بند کردیجئے جس سے غربت داخل ہوتی ہو اور امیری نکل جاتی ہو۔ یہ جتنے سرمایہ دار ہیں چٹکی بجاتے سرمایہ دار نہیں بنے ہیں ان کی سرمایہ داری کا اصلی راز کفایت شعاری ہے ۔ انھوں نے یا ان کے اباواجداد نے ابتدا میں بڑی تکلیفیں اُٹھائی ہیں ۔ اپنا پیٹ کاٹ کاٹ کر ایک ایک

پائی جمع کی ۔مکھیاں چوس چوس کر پھینکیں ۔ پائی پائی کے حساب کیلئے راتیں جاگ جاگ کرگذاریں ،عزیزواقرباسے آنکھیں چرائیں ۔فقیروں کے سامنے سلام کرکرکے بھیک نہ دینے کے لئے معافیاں مانگیں۔ پھٹے پرانے کپڑے پہنے، بچوں کو اَن پڑھ رکھا۔ان سے لوگوں کے یہاں حقے بھروائے، بازار میں چھولے بکوائے، انہیں محنت کا عادی بنایا۔ان میں سے فرعونیت کو نکالا، عاجزی کی عادت ڈالی، گالیاں کھاکرسلام کرنے کا فائدہ دکھایا، ملازمت کواپنے گھروں سے نکالا، تجارت پر بھروسہ کیا، ایک دوسرے سے تعاون کرنے میں نجات دیکھی ۔ رفتہ رفتہ سنبھلے، محنت نے تندرست رکھا۔ عاجزی نے مقدموں اور جھگڑوں سے بچایا۔ ہوتے ہوتے سرمایہ جمع ہونے لگا، سرمایہ نے سرمایہ کو کھینچنا شروع کیا۔ ایک وقت وہ آیا کہ ان میں انتقامی جذبات پیدا ہوئے۔ہم غریب تھے ہماری مدد کسی نے نہ کی۔ لہٰذا ہم بھی کسی کی مدد نہ کریں گے، بے ایمانی وعدہ خلافی غلط بیانی اختیار کی اور یہ سب سرمایہ بڑھانے کے لئے جائز کرلیا۔ لہٰذا تجارت میں صحیح بھاؤ (نرخ) بتایا ہی نہیں جاتا۔ کہیں کچھ زیادہ بتایا جاتا ہے کہیں کچھ کم بتاتے ہیں تاکہ انہیں دونوں طرح کا فائدہ ہو۔ چنانچہ تمام پسماندہ اقوام میں آج اس بات کو ایک حقیقت کی طرح مانا جاتا ہے۔ ’’کہ سچ بول کر تجارت نہیں ہوسکتی‘‘ ہم نے عملاً اس بات کو غلط ثابت کردکھایا ہے اور گذشتہ تین سال میں ثابت کردیا اور منواکر چھوڑا کہ سچ بولنے والا نسبتاً زیادہ کامیاب ہوتا ہے۔ ہمیں سب نے سمجھایا، نہ مانے تو ہمارے خلاف محاذ بنایا گیا۔ پورے بازار نے بائیکاٹ رکھا۔لیکن رفتہ رفتہ یہ محاذ ٹوٹ گیا۔ ان لوگوں کو بڑے بڑے نقصانات ہوئے۔ خدانے واضح طور پر ثابت کیا کہ اگر حق کو حکمت کے ساتھ نافذ کیا جائے تو ہرگز ناکامی نہیں ہوسکتی لہٰذا غربا کو چاہیئے کہ وہ مل کر بیٹھیں متحد ہوجائیں اپنی محنت ومشقت کا

پورا پورا بدلہ حاصل کرنے کا انتظام کریں ۔ ایک دوسرے کے خلاف ہرگز قدم نہ اُٹھائیں ۔ ہر اس چال سے بچ کر رہیں جو سرمایہ داروں کی طرف سے ان کے مقاصد کے خلاف چلی جائے ۔ انتخابات میں اگر غربا حصہ نہ لیں تو بتایئے کوئی جمہوری حکومت کس طرح قائم ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہ بھولیں کہ غربا ہی عوام کہلاتے ہیں اور عوام یا غربا ہی پورے ملک کی قوت ہوتے ہیں وہ منظّم ہوں تو حکومت ان ہی کی ہوتی ہے ۔ ہوتا یہ ہے کہ ان میں پھوٹ ڈالنے کے لئے سرمایہ دار طرح طرح کے بیج بکھیرتا رہتا ہے اور مناسب اوقات میں اس کھیتی سے اپنا گھر بھرتا رہتا ہے ۔

آپ اگر اپنا اصول یہ بنالیں کہ ہم ہرگز سرمایہ دار کو ووٹ نہ دیں گے اور پھر اس پر قائم رہیں تو ہرگز سرمایہ داروں کے قابو میں نہ رہو گے ۔ یہ تمام لیڈر رؤسا ہیں ، سرمایہ دار ہیں ، ان کی غداریاں بار بار اور ہر بار منظر عام پر آچکی ہیں ۔ ان میں خواہ نیا لیڈر رہو یا پرانا لیڈر رہو ان کو ہرگز نامزد نہ کریں ۔ ہرگز ان سے حاکم بننے میں تعاون نہ کریں ۔ یہ نہ سوچیں کہ حکومت کرنے کے لئے ایم اے پاس ہی ضروری ہے ، بالکل نہیں ان پڑھ حاکم ہو جائے تو حکومت بہتر طریقے پر چلے گی ۔ کیسے اور کیوں کر کے جوابات دینے والے آپ کے چاروں طرف موجود ہیں ۔ انگریزی میں کہا جاتا ہے کہ کرسی نشین کام نہیں کرتا بلکہ کرسی کام کرتی ہے (CHAIR WORKS) یہ بالکل صحیح ہے ۔ حاکم اعلیٰ موجود ہیں وہ خود کام کرنا سکھا دیتے ہیں ۔ پُرخلوص و دیانت بہت بڑے معلم ہیں ۔ پھر یاد رہے کہ کام کرنے والے ہر محکمہ کے سیکرٹری ہوتے ہیں ۔ یہ وزرا یا دوسرے موٹے موٹے عہدیدار تو دستخط کرنے اور سرمایہ غائب کرنے کی مشین ہوتے ہیں ۔ یہ نہ ہوں تو سرمایہ محفوظ رہیگا اور دستخط کی جگہ مہر لگا دی جائیگی ۔ اگر آپ نے تقاضا کیا تو حکومت کرنے کا ایسا طریقہ بطور کتاب پیش کر دیا جائیگا کہ ہر شخص

حکومت کر سکے گا۔ حکومت چلانا سب سے آسان کام ہے۔ اسے لوگوں نے بلکہ سرمایہ دار لوگوں نے ھوّا بنا رکھا ہے تاکہ غربا کو حکومت سے دور رکھا جا سکے۔ انہیں بتا دو کہ غربا اوران پڑھوں سے بہتر نہ کسی نے حکومت کی ہے نہ کبھی کی جا سکتی ہے۔ ہمارے نزدیک حکومت کی موجودہ شکل ہمیشہ قائم رہنا چاہیئے۔ اس لئے کہ جو طرز حکومت ملک کو تباہی سے بچالے اسے کیوں نہ ہمیشہ کے لئے اختیار کر لیا جائے؟ کیوں تباہی کو دعوت دینے والی حکومت اختیار کی جائے؟ جن ملکوں میں یہ طرز حکومت مسلسل جاری ہے وہ نہایت سکون واطمینان کے ساتھ برسرکار اور ترقی پذیر ہیں۔ سرمایہ داروں کی لکھی ہوئی ہر کتاب ہمیشہ طاغوتی حکومت کی تائید کریگی۔ وہ ہمیشہ غربت پھیلانے کے لئے اذہان کو تیار کریگی۔ آپ اگر واقعی غریب ہیں؟ اور غریب رہنا نہیں چاہتے؟ اگر واقعی آپ ایک ترقی پذیر اور خوشحال قوم بننا چاہتے ہیں؟ اگر آپ نے یہ طے کر لیا ہے کہ اس زمین سے فساد وظلم کو دور کر دیا جائے تو کسی سرمایہ دار کی راہنمائی اختیار نہ کریں اور خصوصاً مفت خورے سرمایہ داروں سے ہرگز تعاون نہ کریں۔ جنھوں نے مذہب کو اپنی معاش کا ذریعہ بنا رکھا ہوا نکا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ ہر مذہب کے مصنوعی مقدسین سے قطعاً الگ ہو جائیں جن کا کام دن رات تسبیح گھمانا ہے۔ ان کو کولھو میں گھمانا چاہیئے، ان کو مجبور کرنا چاہیئے کہ وہ کام کرنے اور حلال روزی کمانے کے لئے محنت کرنے کو بھی عبادت سمجھیں۔ مزدوری کے لئے چلنا پھرنا بھی عبادت مانیں۔ محنت ومشقت کے بعد تھک کر سونے میں ہر سانس کو نماز وروزے سے بڑھ کر عبادت کہیں۔ ان کو بتائیے کہ جو اپنی روزی کے لئے محنت ومشقت نہیں کرتا ان کی نماز وعبادات مردود ہیں۔ عبادت اسی کی قبول ہوتی ہے جو دن رات اَکلِ حلال کے لئے کام کرتا ہے۔ جس کمائی میں کبھی پسینہ نہیں آتا وہ حرام ہے، جوا ہے، سود

ہے۔اس کے خلاف جن کا عمل ہو،انہیں ہم نے مصنوعی مقدسین کہا ہے۔لہٰذا اگر واقعی غربت وافلاس سے نجات درکار ہے، اگر واقعی تمہیں لامحدود ترقیاں پسند ہیں ،اگر واقعی تم تائیداتِ خداوندی چاہتے ہو تو جس کو اس قسم کا سوکھا مقدس دیکھو یا سنو اس سے دور رہو۔اُس کی اچھی بات بھی نہ سنو،اس میں بھی کوئی مکر پوشیدہ ہوگا۔اُن کی زبان وقلم کا قطعی اعتبار نہ کرو چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ:۔

(ہ) 1۔.... کُنْ عَلٰی حَذَرٍ مِنْ اَوْثَقِ النَّاسِ عِنْدک.

(کتاب العشرة،باب من یجب مصادقته و مصاحبته)

معاشرت کے سلسلہ میں ''جو تمام انسانوں سے زیادہ باوثوق یا مقدس معلوم ہو اس سے بچ کر رہا کرو۔''

یہ حضرات بات بات میں قرآن وحدیث کو آڑ بناتے ہیں اور بنی نوع انسان کی ترقی میں رکاوٹ بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں قرآن کریم نے ان سے کہا تھا کہ تم حلال وحرام کے فتویٰ نہ دیا کرو۔

2۔ وَلَاتَقُوْلُوْا....... هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ ..الخ

تم یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے(16/116،النحل)۔

لہٰذا ان کے منہ سے قال اللہ وقال الرسولؐ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ان کی جہالت کا یہ عالم ہے کہ وہ جو کچھ کھاتے ہیں یا بطور لباس پہنتے ہیں اس سامان سے بھی جاہل ہیں ۔ وہ بنی نوع انسان کو اس ایٹمی دور میں گمراہ تو کر سکتے ہیں ان سے ہدایت کی امید نہیں ہے۔وہ کسی فن میں راہنمائی نہیں کر سکتے ۔اس کے برعکس ہر ایجاد وانکشاف کے دشمن اور ہر تحقیق سے جاہل ہیں ۔ وہ صرف چند گنتی کے مسائل جانتے ہیں جو بچوں تک کو یاد ہیں یا چند روز میں یاد کئے جاسکتے ہیں۔اس کے علاوہ یہ گروہ کچھ

نہیں جانتا۔ ہر وہ علم، ہر وہ عقدہ، ہر وہ مشکل جو بنی نوع انسان کی معاش وترقی سے متعلق ہے اس میں ان لوگوں سے کسی مدد کی امید رکھنا حماقت ہے۔ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک جتنے مسائل نوع انسانی کے سامنے آتے ہیں ان میں سے ایک پر بھی ان لوگوں کو اطلاع نہیں ہے۔ نہ وہ ان معاملات میں لوگوں کی مدد کر سکتے ہیں نہ کوئی ان سے دریافت کرتا ہے البتہ وہ رٹی ہوئی نماز کے چند فیصلوں میں اختلاف پھیلانے والے مسائل بیان کر سکتے ہیں۔ نماز کے معاملہ میں بھی یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے نماز کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنایا ہے۔ ان پر اور ان کی نماز پر تباہ ہو جانے کا حکم قرآن میں موجود ہے (107/4-5، الماعون)۔ نماز کو وہ عبادت کہا گیا تھا جو نظام معیشت کو قائم کرتی تھی۔ جس کو اختیار کرنے والا یعنی نمازی اپنے اخراجات اور اموال واولاد پر سربراہ نظام معیشت کو کلی اختیارات دیتا تھا (11/87) جس نماز کو مکمل دین قرار دیا گیا تھا (اقام الصلوٰۃ فانھا الملۃ) جسے سربراہ اسلام نے (اَلْمِلَّۃُ) پورا دین کہا۔ اُسے دین کا ایک جز واور وہ بھی فروع بنا دیا گیا اور کلی اختیارات خود سنبھال لئے۔ سربراہ اسلام کو بے دخل کر دیا گیا جو خود پوری ملت تھا، سارا دین تھا، خود الصلوٰۃ تھا (کافی کتاب الحجۃ)۔ اس سے روگردانی کر لی جو مومنین کے لئے باعث معراج ہو (اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْن) جو ہر بری بات اور بے حیائی سے محفوظ رکھنے کے لئے ذمہ دار ہو (29/45 عنکبوت) جس نماز کو اللہ نے اپنی تائیدات کا وسیلہ (وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ (2/45 بقرہ) بنایا تھا۔ جس سے مدد مانگنے کا بار بار حکم دیا تھا (2/153 بقرہ) تمام مومنین جس حکم کی ہر نماز میں تعمیل کرتے ہیں (اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُO (1/4 فاتحہ) اللہ سے تائید وامداد چاہنا (7/128، الاعراف) اسی وسیلہ سے ممکن تھا۔ سرمایہ دار علما نے

اس وسیلہ (5/35 مائدہ) کا انکار کر دیا اور ابلیس کی طرح براہ راست اللہ سے فیض حاصل کرنے کا باطل عقیدہ عام کر دیا اور اس طرح نماز اور دیگر تمام عبادات کو بانجھ اور بے نتیجہ بنا کر رکھ دیا (107/5، الماعون) ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کو اپنی عبا وقبا اور جبہ و دستار کی طرح اوڑھنا بچھونا نہ بنالینا، رسمی عملدرآمد نہ بنالینا بلکہ اس پر اس طرح عمل کرنا کہ وہ تمہارے تمام اقدامات میں دخیل ہو جائے اور جز و بدن بن کر تمہارے اعمال کے نتائج مرتب کرے اور تمہارے تمام اقدامات پر حاکم بن جائے

فَاجْعَلُو اطَاعَةَ اللّٰهِ شِعَارًا دُوْنَ دِثَارِكُمْ وَدَخِيْلًا دُوْنَ شِعَارِكُمْ وَلَطِيْفًا بَيْنَ اَضْلَاعِكُمْ وَاَمِيْرًا فَوْقَ اُمُوْرِكُمْ (نہج البلاغہ، خطبہ نمبر 196 مفتی جعفر حسین)

لیکن ان لوگوں نے نماز کو اپنے ذاتی اقتدار کا ذریعہ بنالیا اور چاروں طرف اس ریاکارانہ نماز کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا۔ ان کی اور ان کی اس نماز کی بہت مذمت کی گئی ہے اور بتایا گیا کہ لمبی نمازیں پڑھنے والوں کو ہمیشہ نظر انداز کرو، ان کا بالکل اثر نہ لو۔ یہ لوگ تو وہ ہیں جنہوں نے نماز کو ان عادات قبیحہ کی طرح اپنی عادت بنالیا ہے کہ جو وقت پر پوری نہ ہوں تو دل میں وحشت شروع ہو جائے۔

لَاتَنْظُرُوْااِلٰى طُوْلِ رُكُوعِ الرَّجُلِ وَسُجُوْدِهٖ فَاِنَّ ذٰلِكَ شَيْئٌ اِعْتَادَهٗ؛ فَلَوْتَرَكَهٗ اِسْتَوحش لذلک. (کافی۔ کتاب الایمان والکفر، باب الصدق واداء الامانة۔ حدیث نمبر 12)

ان ہی لوگوں نے نماز پڑھو، نماز پڑھو، کا شور مچا مچا کر نماز کو ذلیل وخوار کیا۔ جدھر دیکھئے در و دیوار پر، سبزی گوشت خریدنے کے جھولوں پر، کوڑا اڈالنے کے ڈرموں پر، بسوں کے آگے پیچھے، میخانوں اور پیشاب گھروں پر نماز پڑھو لکھا ہوا ملے گا۔ ان نمازیوں کی حالت یہ ہے کہ وہ جب موقع ملے اس بے عقلی کی نماز میں مبتلا ملیں گے۔

تا کہ لوگ انہیں مقدس اور دیندار سمجھیں اوران کا احترام کریں۔لیکن ان کے لئے فرمایا گیا کہ:۔

اِذَارَاَیْتُمُ الرَّجُل کَثِیْرالصَّلٰوۃِ وَکَثِیْر الْصِیَّامِ فَلَا تَباھوَابِہٖ حَتّٰی تَنْظر وُاکَیْفَ عَقلہٗ ،

جب تم کسی شخص کو بہت زیادہ نمازیں پڑھنے والا اور روزے رکھنے والا دیکھو تو اس کی زیادہ نمازوں اور روزوں کی وجہ سے اس کی کوئی اہمیت نہ سمجھو۔جب تک کہ اس کی عقل کا امتحان نہ کرلو کہ وہ کیسی ہے۔

(کافی۔کتاب العقل و الجھل حدیث۔29)

اس قسم کے لوگ جو نمازوں اور روزوں کی آڑ میں مقدس ثقہ بنے ہوئے ہیں ان کے فریب سے محفوظ رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ کن علی حذرٍ من اوثق الناس.

(کافی۔کتاب العشرۃ ،باب من یجب مصادقتہ و مصاحبتہ. حدیث نمبر4)

جس شخص کو اپنے ماحول میں سب سے بڑھ کر ثقہ اور مقدس دیکھو اس سے ہمیشہ بچتے رہا کرو۔"

(و) مندرجہ بالا قسم کے سرمایہ دار علما کی شناخت اور صفات بہت تفصیل سے بیان ہوئی ہیں۔یہاں چند نمونے دکھاتے ہیں تا کہ آپ ایسے لوگوں کو پہچان لیں اور اگر چاہیں تو ان سے اپنا دامن بچا کر رکھیں۔

1۔ حَمَلَ الْکِتَابَ عَلٰی آرَائِہِ ،(نہج البلاغۃ خطبہ نمبر85 مفتی جعفر حسین)

قرآن کو اپنی رائے پر ڈھالتا ہے۔

2۔ عَطَفَ الْحَقَّ عَلٰی اَھْوَائِہِ ، (ایضاً) حق کو اپنی خواہشوں کا رنگ دیتا ہے۔

3۔ مال و دولت اور وسائل و ہمت نہ ہونیکی وجہ سے فساد نہ کر سکنے والے، اگر یہ

سامان موجود ہوتا تو یہ بڑے مفسدہ پرداز ہوتے۔

4۔ سامان ووسائل کے ساتھ بھرپور فساد اور بیدینی پھیلانے والے ،مال بٹورنے والے جنہوں نے قوم کی قیادت وغیرہ کے لئے اپنے آپ کو منبروں سے بلند کرنے میں وقف کرر کھاہے اور گروہ بندی کر کے دین کو تباہ کرر ہے ہیں۔

5۔ ایک گروہ وہ ہے جو دینداری کی آڑ لے کر دنیا کمار ہاہے۔ یہ لوگ بڑے آہستہ خرام سنجیدہ، باوقار، دامن سمیٹ کر اور بن سنور کر رہتے ہیں۔ انہوں نے اپنا ظاہر خوب دیندارانہ بنا رکھا ہے تا کہ دوسرے لوگ انہیں دیانتدار اور امین خیال کریں۔ یہ بڑی احتیاط سے گناہ کرتے ہیں تا کہ فطری پردے ان پر پڑے رہیں۔ ان ہی میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو فطری طور پر کمزور طبیعت واقع ہوئے ہیں اور سامان وسائل نہ ہونے کی بنا پر ملک گیری اور جماعت سازی اور سیاسی ترقی میں حصہ نہیں لے سکتے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے عملدر آمد کا نام قناعت رکھ لیا ہے۔ چنانچہ تقدس کا جامہ پہن رکھا ہے اور عبادت وزہد کا میک اپ (بہروپ) اختیار کرلیا ہے۔ حالانکہ تقدس، زہد، قناعت، دیانت وامانت ودینداری سے انہیں دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔"

(نہج البلاغہ خطبہ 32)

60۔ مذہب کا انکار نہیں بلکہ مذہبی بہروپیوں کا انکار کیا جار ہا ہے، خدا کا انکار نہیں بلکہ خود ساختہ تصوراتی خدا کا انکار کیا گیا ہے۔ آپ بھی اس قسم کے مذہب اور خدا بنانے والوں کا انکار کر دیں

آپ نے دیکھا کہ جس قسم کے نام نہاد علما آپ کے چاروں طرف جال بچھائے ہوئے ہیں بالکل اسی قسم کے لوگ ابتدائے اسلام میں بھی موجود تھے۔ اگر ذرا سا غور کیا جائے قرآن کریم اور تاریخ کو ساتھ ساتھ پڑھا جائے تو آپکو یقین

آ جائیگا کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام سے آج تک دین کی حفاظت کیلئے برابر ایک سلسلہ جاری رہا ہے۔ بالکل اسی طرح ابلیسی انتظام موجود رہتا چلا آیا ہے اور آج جس گروہ کے ہاتھ میں زمام دین پائی جاتی ہے یہ اُنہی کا ورثہ دار ہے۔ اُنہوں نے لوگوں کو دینداری کی آڑ میں بے دین بنانے میں ذرہ برابر کمی نہیں کی۔ انہوں نے نمازیں پڑھوا کر لوگوں کو بے نماز بنایا۔ انہوں نے ڈنڈے کے زور سے روزوں کا اتنا احترام کرایا کہ روزہ بے معنی فاقہ بن کر رہ گیا، نماز اُٹھک بیٹھک بن گئی، لوگ متنفر ہو کر رہ گئے۔ انہی کا مذہب ہے جس کا آج انکار کیا جا رہا ہے، انہی کا خود ساختہ خدا ہے جس سے بیزاری کا اعلان ہو رہا ہے۔ انہوں نے نبوت و امامت و قیامت سب کو برباد کر کے رکھ دیا۔ کافر اگر ایسے کام کرتا اُس کو روکا جا سکتا تھا۔ مگر مومنین اور وہ بھی مومنین علماء کی طرف سے جب یہ سب کچھ ہو رہا ہو اور دین کے غلاف چڑھا کر ہو رہا ہو تو انہیں کون روکتا۔ جس نے ذرا ناک بھوں چڑھائی، جس نے ذرا اِن کے تراجم و تفسیر پر لب کشائی کی، بس بے دین، بدعتی اور فتنہ کا شور مچا کر اس کا منہ بند کر دیا دوستو اگر تم ان علما سے چپکے رہے، اگر تم نے کھل کر اِن کا انکار نہ کیا تو یاد رکھو کہ تمہیں خدا اور رسولؐ اور قرآن کا انکار کرنا پڑیگا ہوشیار باش۔ اور نہ صرف یہ بلکہ سوشل ازم کی مکروہ ترین زندگی اختیار کرنا پڑیگی۔ تمہارے یہ مقدس رشتے جیسے ماں، بہنیں، باپ، بھائی سب بالائے طاق رکھنا پڑیں گے۔ خواب خرگوش سے بیداری کا وقت ابھی باقی ہے۔ ادھر علما کے لئے بھی لازم ہے کہ اپنی خیر منائیں اور سمجھ لیں کہ حالات حاضرہ پر نظر رکھنے والے حضرات کی نظر میں وہ سرمایہ داروں سے کہیں زیادہ مجرم ہیں۔ اُن کو چاہیئے کہ وہ ان ممالک کے علما کی مثال سامنے رکھیں جہاں ابلیسی پالیسی بے نقاب ہو چکی ہے۔ ہر وہ شخص جو بنی نوع انسان کی مجموعی فلاح کے لئے اُٹھا، یا اُٹھے گا سب

سے پہلے علما ہی اس کا شکار ہوتے ہیں ۔ اگر آپ حضرت امام مہدی علیہ السلام سے واقف ہیں تو آپ کو ضرور، تین سو (300) یا تین ہزار (3000) کا عدد معلوم ہے۔ اگر آپ اپنا حشر نہیں جانتے اور اُس ظہور پر ایمان نہیں رکھتے تو یوں سمجھ لو کہ آپ پر کوئی جنگلی بلی میاؤں کہہ کر جھپٹ پڑ یگی اور آپ چوہوں کی طرح بل (نفق) میں گھسنے کا موقعہ نہ پاسکیں گے۔ غیظ وغضب کی عادت ترک کیجئے، ٹھنڈے دل سے سوچئے، اپنی پوری قوت وبصیرت اصلاحِ حال پر لگانے کے لئے اٹھئے قوم آپ کو معاف کر دیگی۔ ہم پر جس قدر چاہیں غصہ فرمالیں ہم آپ کے صحیح اور مخلص دوست ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ آپ خود اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارلیں ۔ لہٰذا دشمن سے ہوشیار رہیں وہ تمہارے پیٹ پر لات مارنے کی فکر میں ہے۔ خود قوم کی طرف سے تمہاری مذمت کی جارہی ہے یہ لوگ خود تمہیں پکڑ کر حوالے کریں گے ہوشیار باش۔

61۔ سرمایہ دارانہ نماز، روزہ اور حج وغیرہ کی پوزیشن اور اُنکے بالمقابل مومنین کے حقوق کی ادائیگی اسلام وکفر کی دلیل

جن اعمال کو سرمایہ دارانہ ذہنیت نے بہت اچھالا، جن پر سارا زور ختم کر دیا اور جن کو کر گزرنے پر یہ سمجھ لیا کہ اللہ کا پورا دین یہی کچھ ہے۔ ان اعمال وعبادات کے متعلق چند معصوم بیانات سنتے چلیں تا کہ آئندہ آپ کو یہ دیندار حضرات منہ نہ چڑا سکیں ۔ بلکہ آپ ان کو اُن کی بداعمالی پر تنبیہ کر کے راہ راست پر لاسکیں ۔ آنحضرتؐ نے روزوں اور نمازوں وغیرہ کیلئے فرمایا کہ:۔

نمبر 1۔ کسی مسلم کی مدد کرنا ایک مہینہ کے اعتکاف (چلہ) اور ایک ماہ کے ان روزوں سے بہتر ہے جو مکہ معظّمہ کی مسجد الحرام میں جا کر بجالائے جائیں۔" (الروضة من الكافي۔ الالحاق) (جلد نمبر 8)

نمبر 2۔آپس میں اصلاح کرتے رہنا عام نمازوں اور روزوں سے افضل ہے۔
صَلاحُ ذَاتَ الْبَیْنِ اَفْضَلُ مِنْ عَامَّةِ الصَّلٰوةِ وَ الصِّیَامِ؛ علی علیہ السلام۔
(نہج البلاغۃ، وصیت 47)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ نماز کو مکہ میں جا کر پڑھنا، وہاں رہ کر مسلسل روزے رکھنا آپس کی اصلاح حال اور ایک دوسرے کی مدد کرنے سے گھٹیا درجے کی عبادتیں ہیں۔مگر مذہب کے مقدس اور سرمایہ دار علما نے اصلاح و امداد کو بالائے طاق رکھ دیا۔ پھر نماز اور روزوں کو فساد پھیلانے اور پبلک کو غریب تر کرتے جانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔یہی وہ چیزیں تھیں جن پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کا دو تہائی حصہ صرف کیا اور ایک تہائی زندگی میں باقی ہزاروں احکام دیئے۔جن میں سے ایک نماز اور روزہ بھی تھا۔سرکار دو عالمؐ نے بتا دیا تھا کہ ایک دن یہی مساجد فتنے اور فساد کو جنم دینے کے زچہ خانے بن جائیں گی۔ ہر فتنہ یہیں سے پیدا ہوگا، پرورش پائیگا۔یہاں سے نکل کر اُمت پر حملہ آور ہوگا اور آپ کو تباہ کر کے واپس مساجد ہی میں آرام کیا کریگا۔ذرا غور کیجئے کہ آج امت میں افتراق و انتشار پھیلانے والے لوگوں کی کمین گاہ کہاں ہے؟ کہاں بیٹھ کر ایک فرقہ دوسرے فرقوں کے خلاف اسکیم بناتا ہے؟
نمبر 3۔ایک صاحب دریافت کرتے ہیں کہ ایک مسلم کا دوسرے مسلم پر کیا حق ہے؟ کئی دفعہ سوال کیا مگر جواب نہ ملا۔اعتراض کیا کہ جناب میرے جواب کو ٹال رہے ہیں فرمایا کہ:۔

اِنِّی اَخَافُ اَنْ تَکْفُرُوْ (کافی کتاب الایمان والکفر باب حق المؤمن..)
مجھے خوف ہوا کہ کہیں معلوم ہو جانے کے بعد عمل نہ کرنے سے تم کافر نہ ہو جاؤ۔
اس نے عمل کرنے کا پختہ وعدہ کیا تو بتایا کہ اللہ نے اپنی مخلوق پر تین عدد عمل بہت سختی

کے ساتھ فرض کئے ہیں:۔

اول ۔اپنی طرف سے ہر فرد کے ساتھ اس طرح انصاف کرنا کہ اس وقت تک چین سے نہ بیٹھا جائے جب تک وہ سب کچھ فراہم نہ کردے جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے۔انصاف کے معنی کسی چیز کو آدھا آدھا (برابر کے دو نصف) کر دینا ہیں۔ اس کی وضاحت بھی اسی حدیث میں آرہی ہے یعنی:۔

دوم۔ مواساۃ الاخ فی المال۔

مسلمان بھائی کو مال و دولت میں ہمسر بنالینا۔

سوم ۔اللہ کو ہر حال میں یادرکھنا یا اللہ کا تذکرہ ہر حال میں کرتے رہنا۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ سبحان اللّٰہ والحمدُلِلّٰہ کی تسبیح پر رٹ لگالے۔ بلکہ اللہ کا تذکرہ سے مراد ہے اللہ کی طرف سے جن چیزوں کی ممانعت ہوئی ہے ان تمام سے باز رہنا ہے۔

غور کیجئے کہ نماز وروزہ اشدترین اعمال یا احکام میں کوئی مقام نہ رکھتا تھا۔ یہاں آ کر معلوم ہوا کہ جس نماز کے پڑھنے کا یہ لوگ شور مچاتے ہیں اس کا حق العباد سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔لہٰذا ہر وہ عبادت جو بنی نوع انسان کے حقوق کی نگہداشت کیلئے نہ ہو وہ انسانوں پر کیسے فرض ہوسکتی ہے؟ **(کافی کتاب الایمان والکفر، باب حق المؤمن علی اخیہ واداء حقہ)**

نمبر4۔ مَاعُبِدَاللّٰہِ بِشَیْءٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَاءِ حَقِّ الْمُؤْمِنِ؛(ایضاً)

''مومن کے حق کی ادائیگی سے افضل اللہ کی کوئی عبادت نہیں ہوسکتی۔''

چونکہ سرمایہ دار علماء کی خانہ ساز نماز سے مومنین کے حقوق ادا نہیں ہوتے بلکہ دن میں پانچ مرتبہ ہر نماز کے ذریعہ مومنین کی حق تلفی کا اہتمام کیا جاتا ہے اس لئے لاشعوری طور پر اس نماز کو لوگ چھوڑتے چلے جارہے ہیں۔

نمبر 5۔ایک صاحب سر براہِ نظام معیشت کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں اور ایک غریب و نادار شخص ان کے انتظار میں کھڑا ہے اور یہ صاحب طواف و سر براہ کے احترام کی بنا پر اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تو فرمایا گیا کہ جو حج تم پر فرض ہوا اُس کے طواف کو بھی منقطع کر کے ملاقات کرنا لازم ہے۔ یہ صاحب دریافت کرتے ہیں کہ جناب مومن پر مومن کا کس قدر حق ہوتا ہے؟ فرمایا کہ رہنے دو ایسا نہ ہو کہ تم جان بوجھ کر بھی عمل نہ کرو۔ عمل کا وعدہ کیا تو بتایا کہ:۔

اول۔''اپنے تمام مال و دولت میں سے آدھا اس کو دینا لازم ہے۔''

یہ فرما کر اس کے منہ کو دیکھا کہ کیا تاثرات ہیں؟ اور کچھ دیکھ کر فرمایا کہ بھائی تم نے قرآن میں ان لوگوں کی تعریف پڑھی ہے جنہوں نے غربا کو ہر حال میں اپنے اوپر ترجیح دی اور ایثار کیا تھا؟ لہٰذا یہ تو ایک گھٹیا عمل ہے کہ تم دونوں برابر ہو گئے قرآن کریم کی رو سے تو تمہیں؛

دوم۔ اپنے آدھے حصے میں سے بھی آدھا دینا ہوگا۔تب جا کر تم قرآن کریم کے ممدوحین میں شمار ہو گے یہ وہ ایثار ہوگا جو قرآن کو مطلوب ہے۔(ایضاً)

یہاں آپ نے کعبہ،طواف اور سر براہ کی پوزیشن دیکھ لی جس پر غربا کی احتیاج کو ترجیح دی گئی ہے۔ پھر مال و دولت اور دیگر سرمایہ کی تحویل و تقسیم پر بھی بھرپور فیصلہ دیکھ لیا ہے۔ بتایئے! مسلمانوں کو اس سے زیادہ اور کس وضاحت کی ضرورت ہوسکتی ہے؟ اور ملاحظہ ہو کہ حج کرنے کی پوزیشن کیا ہے؟ فرمایا گیا کہ:۔

6۔اللہ کے نزدیک کسی مردمومن کی حاجت روائی کرنا ایسے بیس حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے جن میں سے ہر ایک میں ایک ہزار روپے خرچ کئے جائیں۔

(کافی۔کتاب الایمان والکفر باب قضاء حاجة المؤمن)

اللہ کی محبوب ترین عبادت کو سرمایہ دارانہ ذہنیت نے اختیار نہیں کیا۔ اُن کے علما کو حج پیارا ہے تاکہ حج کے بہانے سیر و سیاحت وتفریح کے ساتھ ساتھ اسمگلنگ (SMUGGLING) اور تجارت و بردہ فروشی کی راہیں برقرار رہیں۔ اس کے بعد یہ دیکھ لیں کہ کسی سرمایہ دار کا جہاد میں مدد کرنا کیسا ہے؟

7۔ کسی مومن کی حاجت روائی کرنا اس سے بہتر ہے کہ کوئی شخص راہ خدا میں ایک ہزار غلاموں کو آزاد کرائے اور ایک ہزار گھوڑے مجاہدین کے لئے فراہم کردے۔" (ایضاً)

یہ سمجھ کر آگے بڑھیں کہ اگر ایک شخص بھی ایسا موجود ہے جس کو کسی قسم کی معاشی دقت درپیش ہے تو اس دقت یا حاجت کو دور کرنا پہلے لازم ہے۔ ورنہ حج قبول نہیں ہے، نہ کسی کی نماز قبول ہے، نہ کوئی دوسری عبادت جائز ہے۔ تمام عبادات اور پورے دین کی غرض ہے بنی نوع انسان کو تمام متعلقہ معاشی سہولتوں سے مالا مال رکھنا اور بس۔ اس کے سوا ہر مذہب اور ہر مذہبی عبادت و عمل بے دینی ہے، گمراہی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ:۔

8۔ جو شخص ایسی حالت میں صبح کرے کہ اسُنے مسلمانوں کے کسی بھی کام کا اہتمام نہ کیا ہو تو وہ شخص مسلمان نہیں ہے (رسولؐ اللہ)

مَنْ اَصْبَحَ لَایَھْتَمّ بِاُمُوْرِ الْمُسْلِمِیْن لَیْسَ بِمُسْلِمٍ. (کافی کتاب الایمان والکفر باب الاھتمام باموراِلمسلمین....)

اختصار کی غرض سے ہم عربی نہیں لکھتے جس کا دل چاہے تصدیق کرے۔ ہم تحقیق کرنے پر ابھارنے کیلئے یہ کتاب لکھ رہے ہیں تاکہ دین اور بے دینی، ہادی وگمراہ، علمائے سوء اور علمائے حق الگ الگ واضح ہو جائیں۔ مندرجہ بالا حدیث دو دفعہ

آئی ہے تیسری دفعہ ذراسا فرق ہے وہ بھی سنتے چلیں:۔

9۔ ''جس نے ایسی حالت میں صبح کی کہ مسلمانوں کے کسی بھی کام کا اہتمام نہ کیا ہوتو وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی فریاد سنے اور اس کی مدد نہ کرے وہ بھی مسلمان نہیں ہے۔'' (ایضاً)

آپ نے سابقہ نمبروں میں حدیث نمبر 3 اور نمبر 5 میں یہ جملہ دیکھا تھا کہ ''**اِنّـِی اَخَـافُ اَنْ تَـکْفُـرُوْ ا**'' مجھے خوف ہے کہ کہیں تم کفر نہ کرو یا کافر نہ ہو جاؤ۔ یہاں ثابت ہے کہ مومن کے حقوق ادا نہ کرنے والا اگر جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے تو کافر ہے ۔معلوم ہوگیا کہ ہر وہ شخص کافر ہے جو مسلمان کی معاشی دقتوں کو دور کرنے میں مصروف نہیں ہے خواہ وہ عالم ہے یا جاہل۔وہ ثقۃ الاسلام کا لیبل لگا تا ہو یا حجۃ اللّٰہ کا اور آیت اللہ کا لقب رکھتا ہو۔نہ ان کی عبادت عبادت ہے نہ ان کا ایمان ایمان ہے ۔لہٰذا اُن کے لکچروں ،وعظوں ،میلادوں ،خطبوں اور مجالس سے تمام بنی نوع آدمؑ کو نقصان ہی ہوتا ہے ، پہلا اور سب سے مہلک نقصان یہ ہے کہ بنی نوع انسان میں تفرقہ اور نفرت پھیلتی ہے جو تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ اور ان کی آمدنی کا مستقل ذریعہ ہے۔سربراہ نظام معیشت نے فرمایا تھا کہ:۔

10۔ ''جو شخص ایسی تحریک چلائے یا ایسے عمل کی طرف دعوت دے جس سے تفرقہ پھیلتا ہو فَاقْتُلُوْہُ وَلَوْکَانَ تَحتَ عِمَامَتِیْ ھٰذِہٖ اُسے فوراً قتل کردو خواہ وہ میرے اس عمامہ کو پہن کر آیا ہو یا پہنے ہوئے ہو۔'' (نہج البلاغہ خطبہ 125 مفتی جعفر حسین)

نظام معیشت تفرقہ اندازی اور فرقہ وارانہ ذہنیت کو بنی نوع انسان کا سب سے بڑا دشمن بتا تا رہا ہے۔وہاں سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کی فکر کی جائے چنانچہ فرمایا گیا۔

11۔ انسک الناس نسکًا انصحھم حبیبًا و اسلمھم قلبًا الجمیع المسلمین (کافی کتاب الایمان و الکفر، باب الاھتمام بامور المسلمین و النصیحة لھم و نفعھم) (رسولؐ اللہ)

''سب سے زیادہ عابد وہ شخص ہے یا سب سے زیادہ فدا کار وہ شخص ہے جو تمام مسلمانوں کا مخلص خیر خواہ ہو۔ دل کی گہرائیوں میں ان کی سلامتی کا جذبہ رکھتا ہو۔''

اسی اصول کی بنا پر رسولؐ اللہ سے دریافت کیا گیا تھا کہ:۔

12۔ ''مَنْ اَحَبُّ النّاسِ اِلی اللّٰہ ؟ اللہ کے نزدیک تمام انسانوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ یا محبوب کون ہے؟ فرمایا کہ اَنْفَعُ النّاسِ لِلنّاس جو انسانوں کو نفع رسائی میں سب سے زیادہ ہو (ایضاً)

لہٰذا ہر وہ شخص دشمن خدا ہوا جو نقصان پہنچائے۔ اور سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والا تمام دشمنان خدا سے بڑا دشمن ٹھہرتا ہے اور دشمنان خدا اور رسولؐ پر لعنت کرنے کا حکم ہے۔ عبادت کے سلسلہ میں ایک اور حدیث سن لیں:۔

13۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ:۔ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہ سرور (الّذی) تدخلہ علی المؤمن، تطر دعنہ جوعتہ اوتکشف عنہ کربتہ. (کافی. کتاب الایمان و الکفر باب ادخال السرور علی المؤمنین)

اللہ کے نزدیک سب اعمال سے محبوب ترین یا پسندیدہ ترین عمل وہ ہے جس سے مومن کو بھوک کے رفع ہو جانے یا تکلیف کے دور ہو جانے کی مسرت حاصل ہو۔ اس کے بعد آپ کو مومن کے مومن پر حقوق سنا کر اس عنوان کو جبراً ختم کرتے ہیں۔ سربراہِ نظامِ معیشت سے دریافت کیا گیا کہ:۔

14۔ مَاحَقُّ الْمُسْلِمِ عَلیَ الْمُسْلِمِ ؟ مسلم کا مسلم پر کیا حق ہے؟ فرمایا لَہٗ

سَبْعُ حقوق واجبات مامِنْهُنَّ حَقٌّ اِلَّا وَهُوَ وَاجِبٌ اِنْ ضَيَّعَ منها شيئاً خَرَجَ من ولاية اللّٰه وطاعته . ولم يكن لله فيه من نصيب. مسلم کے سات واجب حق ہیں ان میں سے کوئی حق ایسا نہیں ہے جو واجب نہ ہو اور اگر کسی سے ان میں سے کوئی ایک بھی ضائع ہو جائے تو اللہ کی ولایت (دائرہ اسلام) اور اطاعت سے خارج ہو گیا اور اس صورت میں اللہ تعالی اس کی عبادت سے کوئی حصہ نہ لیگا۔'' یعنی اس کی ساری عبادت نظر انداز کر دیجائی گی، نامقبول رہے گی۔''

دریافت کیا گیا کہ وہ ساتوں واجب حقوق بتائیے؟ فرمایا کہ مجھے تمہارے متعلق از راہ شفقت یہ خوف ہے کہ تم معلوم ہو جانے کے بعد عمل نہ کرو اور اس تعلیم کو ضائع کر دو۔ وعدہ کیا تو بتایا کہ تمام حقوق میں آسان ترین حق یہ ہے کہ:۔

اول۔ اَنْ تحبَّ لَهُ ماتحبُّ لنفسک وتکره له ماتکره لنفسک ؛

یہ کہ جو اپنے لئے پسند کرے وہی اس کیلئے پسند کرے اور جو اپنے لئے ناپسند کرے وہ اس کیلئے بھی ناپسند کرے۔

دوم۔ ان تجتنب سخطه وتتبع مرضاته وتطیع امره ؛

یہ کہ اس کو غصہ دلانے سے باز رہے۔ اس کی رضامندیاں حاصل کرے اور اس کے احکام کی اطاعت کرے۔

سوم۔ ان تعینه بنفسک ومالک ولسانک ویدک ورجلک؛

یہ کہ اس کی اعانت میں اپنی جان و مال و زبان و ہاتھ اور پیروں سے دریغ نہ کرے۔

چہارم۔ ان تکون عینه ودلیله ومرأته۔

یہ کہ تو اس کی آنکھ اس کی دلیل اور اس کا شیشہ یا آئینہ بن جائے۔

پنجم۔ لاتشبع ویجوع ولا تذوی ویظمأ ولاتلبس ویعریٰ

جب وہ بھوکا ہو پیٹ بھر نہ کھانا جب وہ پیاسا ہو ہرگز نہ پینا۔اس کے پاس کپڑے نہ ہوں تو کپڑے نہ پہننا۔

ششم۔ تیرے پاس خادم ہواور تیرے مسلم بھائی کے پاس خادم نہ ہوتو تم پر واجب ہے کہ خادم کو بھیجے تا کہ وہ اس کے کپڑے دھودے،کھانا پکادے،بستر بچھادے۔

ہفتم۔ اس کی قسم اور وعدوں کو پورا کرنا،اس کے بلاوے پر جانا،بیماری میں عیادت کرنا،جنازہ پر حاضر رہنا اور جب یہ معلوم ہونے لگے کہ اسے کوئی حاجت درپیش ہے تواس کی حاجت کے رفع کرنے میں سبقت کرنا۔ یہ تمنا نہ کرنا کہ وہ کہے تو تم اس کی ضرورت کو پورا کرو۔ بلکہ پیش بینی کرنا اوراس معاملہ میں پہل کرگذرنا۔ایسا کیا تو، تُو اوروہ ایک ولایت (یعنی حکومت یا نظام معیشت) کے ممبر ہو۔

والحقُّ السّابع ان تبَرَّقسمه وتجیب دعوته ،وتعود مریضه، وتشهد جنازتهٗ، واذا علمت انّ لهٗ حاجة تبادره الی قضا ئها ولا تلجئه ان یسألکها ولکن تبادره مبادرة . فاذافعلت ذلک وصلت ولایتک بولایته وولایته بولایتک۔

(کافی۔کتاب الایمان والکفر باب حق المؤمن علی اخیه وادا حقه)

سرمایہ دارانہ ذہنیت نے نہ صرف قرآن کا انکارکیا بلکہ احادیث کیلئے بھی بہانہ سازیاں کی ہیں۔

سابقہ عنوانات کو بھی تشنہ چھوڑ دیا گیا ہے۔اس کے باوجود آپ کے سامنے سرمایہ دارانہ نظام کے محافظ علما کا مذہب،ان کی عبادت اورطرز حیات واضح ہوگئی ہے قرآن کریم نے جتنے الزامات کفارِعرب پر قائم کئے تھے وہ اپنی تفصیل کے ساتھ

سامنے آ گئے۔یعنی انہوں نے کس طرح نماز کو بانجھ بنایا اور کس طرح تمام احکامات کو سرمایہ داری کی حفاظت کا رنگ دیا۔مندرجہ بالا چودہ احادیث میں ہر حدیث ایسی ہے کہ اگر ان میں سے کسی ایک پر بھی عمل کر لیا جائے تو نظام معیشت قائم ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر چودہویں حدیث پر دوبارہ نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ کیا اس سے اچھی صورت حال کسی اور ازم میں پیش کی جاسکتی ہے ؟ حالانکہ یہ حدیث بھی ان لوگوں کو مخاطب کرتی ہے جو عبوری دور میں اپنے اپنے سرمایہ کے انفرادی طور پر مالک رکھے گئے ہیں۔مگر مقصد اس میں موجود ہے کہ تمام انسان یکساں سہولت اور معاشی سامان حاصل کریں جو ایک کے پاس ہے وہ سب کے پاس ہو۔لوگوں کو سوال کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ضرورت کے پیدا ہونے سے پہلے لوگ اس فکر میں ہوں کہ دیکھیں کون سب سے پہلے اس پیدا ہونے والی احتیاج کے رفع کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے تاکہ سربراہ نظام معیشت کی ولایت سے وابستگی کا حق رہے تب جا کر ان لوگوں کی نماز نماز ہوگی ،ان کا حج حج ہوگا۔انکی تمام زندگی اور زندگی کا ہر سانس عبادت ہوگا ، ہر اقدام عبادت ہوگا۔ آپ نے سربراہان نظام معیشت کی طرز حیات ،خوراک ، پوشاک وغیرہ دیکھی تھی۔ بالکل اسی قسم کے جذبات ہوں گے تو مندرجہ بالا احادیث پر عمل ہوگا ورنہ نہیں۔ان احادیث سے جان چھڑانے کے لئے سرمایہ دار علما نے ہر اس حدیث کو غلط اور بناوٹی قرار دیدیا جس میں محنت کم اور ثواب زیادہ دیکھا۔یعنی ان حضرات کے نزدیک (معاذ اللہ) خدا بھی ان ہی کی طرح کنجوس ہے۔اس عنوان پر ہم سے گفتگو کی جاسکتی ہے۔ یہاں تو ہم متعینہ ضخامت سے بھی آگے نکل چکے ہیں۔ لہٰذا اسناد حدیث پر جس کا دل چاہے ہم سے خط وکتابت یا گفتگو کے ذریعے اپنے شبہات رفع کر سکتا ہے اخراجات کا بار ہم اٹھا لیا کرتے ہیں۔

62۔ حقیقی مومنین کی شناخت، تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور تمام مومنین کا سربراہ ان کا حقیقی والد ہے

پہلے بھی اشارے کیئے جا چکے ہیں اور بار بار مومنین کا بھائی بھائی ہونا، مسلم بھائی کا مسلم بھائی پر حق ہونا مذکور ہوتا چلا آیا ہے ۔ اس پہلو پر ذرہ سی تفصیل کی ضرورت ہے دیکھئے کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (49/10، الحجرات) کے معنی اسکے سوا اور ہو ہی نہیں سکتے کہ تمام وہ لوگ جو ایمان لانے والے ہیں آپس میں بھائی بھائی کا رشتہ رکھتے ہیں'' یعنی اللہ کی اس آیت کے فیصلہ کے مطابق مومنین آپس میں باپ بیٹے چچا بھتیجے داماد اور خسر وغیرہ کا رشتہ نہیں رکھتے ۔ وہ عارضی اور پہچان کیلئے رشتے ہیں ۔ تا کہ شریعت کے احکام کا تعین ہو سکے ورنہ حقیقی طور پر وہ سب بھائی بھائی ہیں ۔ یعنی باپ بیٹا بھی آپس میں دراصل بھائی ہیں ۔ دین وایمان کے رشتہ میں ان کا والد ایک ہی ہے ۔ اور اسکی طرف اشارہ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى ہم نے تمہیں ایک ہی مذکر اور ایک ہی مونث سے پیدا کیا ہے (49/13، الحجرات) یہاں یہ پہلو سامنے رہے کہ یہ بات صرف ایمان لانے والوں کی ہو رہی ہے ۔ اس میں رسولؐ اور وہ افراد داخل نہیں ہیں جن پر ایمان لایا جاتا ہے ۔ یعنی حقیقی والد رسولؐ اللہ ہیں ۔ حضرت آدمؑ بھی رسول اللہ ہیں ۔ ہر نبیؑ رسول اللہ ہے اور اپنے اپنے زمانہ میں وہی سب کے باپ ہیں اور وہی سربراہ نظام معیشت ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ پالنا، پوسنا، تربیت دینا، اولاد کے لئے ہر تکلیف اُٹھانا ان سے زیادہ کسی کیلئے ممکن نہیں ہوسکتا ۔ اس پر ایک دو حدیثیں سن لیں اور تیار رہیں کہ اچانک ہم رخصت ہونے والے ہیں ۔ یہ احادیث مندرجہ بالا آیات (49/10-13، الحجرات) کی تفسیر کرتی ہیں ۔ فرمایا گیا کہ :۔

اول ۔ اِنّما المؤمنون اِخوۃ بنو أبٍ واُمٍّ واذا ضَرَبَ رَجُلٌ مِّنْھُمْ عرق

سھرلہ آخرون .(کافی کتاب الایمان والکفر،باب اخوۃ المؤمنین بعضھم لبعض) تمام مومنین ایک باپ اور ایک ماں سے پیدا ہونے والے ایسے بھائی بھائی ہیں کہ اگران میں سے کسی ایک کے چوٹ لگے تو باقی بھائیوں کی نیند اڑ جائے''اور:۔

دوم۔ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ خلق المؤمنین من طینۃ الجنان واجری فیھم من ریح وروحہ فلذٰلک المؤمن اخوالمؤمن لّابیہ واُمّہ، فاذا اصاب روحًا من تلک الارواح فی بلد من البلد ان حُزُنٌ حزنت ھٰذہٖ لِاَنّھا منھا. (کافی۔ کتاب الایمان والکفر، باب اخوۃ المؤمنین بعضھم لبعض)
حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جنتیوں کی طینت سے پیدا کیا ہے اور ان میں اپنی روحؑ اور ریح کو جاری وساری کیا ہے ۔ اسی بنا پر مومن ایک ماں باپ سے پیدا شدہ بھائی بھائی ہیں ۔ چنانچہ جب کبھی ان ارواح میں سے کسی روح کو کسی بھی مقام پر رنج ہوتا ہے تو تمام ارواح رنجیدہ ہوجاتی ہیں اس لئے کہ وہ ان ہی میں سے ایک ہے۔''(ایضاً)

بہرحال یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان ایک درخت کی طرح ہے ان کی بنیاد اللہ ہے۔چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ:۔

سوم۔ قال اللّٰہ عزَّوَجلَّ: الخلق عیالی، فَاَحَبُّھُمْ اِلَیَّ اَلْطَفھم بھم واسعاھم فی حَوَائجِھِمْ. اللہ نے فرمایا ہے کہ تمام مخلوق میرا کنبہ ہے۔اس لئے میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس میرے کنبے کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں اور ان پر لطف وکرم کرنے میں سب سے زیادہ ہو۔'' (کافی کتاب الایمان والکفرباب السعی فی حاجۃ المؤمن)

ظاہر ہے کہ جن کو اللہ نے رحمۃ للعالمین قرار دیا (21/107، الانبیا) جن کو رؤف ورحیم فرمایا (9/128 توبہ) جو اس خاندان کی فلاح و بہبود کے لئے ان کی ترقی وعروج کے لئے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے (18/6 کہف) وہی حبیب ومحبوب خدا ہیں (5/54 مائدہ) اور وہی اس خاندان کی روحانی بنیاد ہیں (43/81، الزخرف) (90/3، البلد) ساری مخلوق ایک کنبہ ہے اوراس کنبہ کی معاش کی فراہمی اور **دیگر انتظامات کو انجام دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری ہے۔ اسی کو ہم نے والدازم قرار دیا ہے یہی اسلام کا نظام معیشت ہے۔** چنانچہ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

چہارم۔ تمام حمد وستائش اس اللہ کیلئے ہے جو اپنے فیض اور بخشش کو روک لے تو مالدار نہیں ہوسکتا اور جود وسخاوت کو جاری رکھے تو غریب نہیں ہوسکتا۔ جبکہ اللہ کے سوا ہر دینے والے کے یہاں دینے سے کمی ہو جاتی ہے اور ہاتھ روک لینے سے مذمت ہوتی ہے (اسلئے ناجائز مال بڑھتا جاتا ہے) اور اللہ نفع رساں نعمتوں اور عطیات کی فراوانی دینے والا اور سامان معاش کی تقسیم کرنے والا ہے۔ **عِيَالُهُ الْخَلَا ئِقُ ضَمِنَ اَرْزَاقَهُمْ وَقَدَّرَ اَقْوَاتَهُمْ** ......الخ (نہج البلاغہ خطبہ 89 مفتی جعفر حسین)

تمام مخلوق اس کا کنبہ ہے۔ اس نے سب کو معاش فراہم کرتے رہنے کا ذمہ لیا ہے اور سب کے لئے روزی کا تعین کر دیا ہے۔ نعمت طلب کرنے والوں کیلئے اس نے راہیں کھول رکھی ہیں۔''

آپ نے دیکھا کہ اللہ، خاندان آدم ہی نہیں بلکہ تمام مخلوق کو اپنا کنبہ قرار دیکر رب العالمین ہے، رزاق اور خیر الرازقین ہے، وہ سب کا مالک وخالق ہے۔ اس کے نائبین انبیا علیہم السلام ہیں پھر ان کے جانشین آئمہ علیہم السلام ہیں۔ یہ سب

حضرات اللہ کے اس کنبے کے سربراہ ہیں، ماں باپ ہیں، جسمانی طور پر ان کی ترقی اور عروج کیلئے ذمہ دار ہیں۔ اسی قرآنی انتظام کا نام ہے والدازم اور اسی طرز حیات کا نام ہے اسلام کا معاشی نظام۔ والسلام

خادم المسلمین۔ احسنؔ

31 مئی 1969ء

عنوان	صفحہ نمبر
☆ یُوں نہیں؟ تو یُوں سہی	1
☆ تخلیق کائنات ایک مثالی انسان اوراس کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر کی گئی تھی	1
☆ سرمایہ داروں نے غربا کوفریب دینے کا نیا ڈھنگ اور ڈھونگ شروع کیا ہے	6
☆ آپ کوکسی ازم سے خوف زدہ رہنے کی ضرورت نہیں قرآن کوراہنما بنایئے	8
☆ نوع انسان کی ابتدااور حضرت آدمؑ کی تخلیق وتعلیم	10
☆ حضرت آدمؑ کی استعداداور ملائکہ وابلیس سے تعارف	11
☆ جنت میں دنیا کیلئے تیاری کا موقعہ دیا گیا، ابلیس سے مقابلہ طے پایا، ابلیس کی استعداداور قوت	12
☆ حضرت آدمؑ کی ذمہ داریاں، ابلیس کے بالمقابل کامیابی، آدمؑ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے	14
☆ ابلیس کے ساتھ ساتھ ہدایت کا مستقل اور مسلسل انتظام ہے۔ معاشی فراوانیاں اطاعت کے ساتھ مشروط اور عام ہیں	15
☆ حضرت آدمؑ کا جنتی معاشی نظام سب کے لئے عام تھا۔ قدم قدم پر بے حساب رزق موجود رہتا رہا ہے	16
☆ حقیقی رازق اللہ ہے، مخلوق کی تخلیق سے پہلے رزق ومعاش کا پیدا کرنا، ہر بنی آدم کوعبادت گاہوں سے ہر قسم کا رزق ملے گا، رزق سب کیلئے عام ہے	18
☆ جو کچھ بھی زمین پر ہے ہم نے اُسے زمین کی زینت بنایا ہے (18/7 کہف)	19
☆ ہر کنبہ میں حضرت آدمؑ کا معاشی نظام موجود ہے، ہر والد سربراہ نظام ہے، سربراہ نظام معیشت وہ ہوگا جو قربانی اور ایثار میں سب سے بڑھ کر ہو	21
☆ ہر نبیؑ پوری نوع انسانی کا والد اور سربراہ نظام معیشت تھا۔ ابلیس نے بنی آدم میں معاشی فساد پیدا کیا جو جس کو ملا دبا کر بیٹھ گیا	23

☆ انفرادی ملکیت کا غلط استعمال، انبیاؑ سب کی پرورش حسب حال کرتے تھے، انبیاؑء کے تیار کردہ افراد کا عملدر آمد دوسروں پر قربان ہونا تھا۔ 25

☆ نبیؑ کے انصار اللہ کے مددگار، حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرؐت کا معاشی نظام انجیل اور قرآن سے، کمیونزم حقیر ترین نظام ہے 26

☆ اسلام اور اس کا نظام معیشت ہی وہ بنیاد ہے جس پر تمام مفید منصوبے بنائے گئے یہ ایک چیلنج ہے جو ہمیشہ قائم اور ثابت رہیگا 33

☆ ہر فردِ بنی آدم کو آزاد رکھ کر معاشی فراوانی بہم پہنچانا اصل مقصد ہے، جبر و تشدد کسی حالت میں جائز نہیں ہے 34

☆ جبر کرنے والے ملعون ہیں، ہر حال میں والد اور والدہ کا کردار پیش کرنا لازم ہے لیڈروں سے ہوشیار، اُنکے آلہ کار نہ بنیں، سرمایہ دار لیڈر کو جواب 36

☆ آپ میں وہ صفات موجود ہیں جن پر اسلامی نظام معیشت کا دارومدار ہے اور آپ اپنے سے بہتر انسان پیدا کرسکتے ہیں 41

☆ آج کی نسل انسانی پہلے کی نسل انسانی سے خود بخود بلند کردار و علم رکھتی ہے۔ مزید بلند معیار کی کامیاب کوشش جاری ہے۔ اسلام خود معیار ہے 43

☆ ابلیس کے گمراہ کن وجود کیساتھ اس سے حفاظت کا مضبوط ترین انتظام لازم ہے 45

☆ حضرت آدمؑ سے قیامت تک نظام ہدایت کی تفصیل، جو اِبلیس کو ہر قدم پر شکست دیتا رہا 46

☆ سرکارِ کائناتؐ اور دوسرے انبیاءؑ کا مقام، انبیاؑ نے اُنؐ کے ظہور کیلئے دعائیں مانگیں، آپ کی بعثت مومنین پر احسان ہے وہ لوگ مومن تھے جن کی آغوش میں رسولؐ اللہ تشریف لائے 49

☆ ہمارے دلائل، عقلی اور تجربہ سے متعلق ہیں، ان کو ماننے کیلئے عقیدتمندی کی ضرورت نہیں ہے یہ فطری ہیں جمہوری نہیں۔ 54

☆ ہمیں ہر وہ ازم پسند ہے جو بنی نوع انسان کو مجموعی حیثیت سے فراوانی معاش 57
فراہم کرے، کسی کو خسارہ نہ ہو، کوئی مجبور نہ کیا جائے

☆ کمیونزم سے تعارف، اس کی قدامت، 58
کمیونزم اور سوشلزم کا فرق، ان کا طریق کار و دائرہ عمل

☆ کمیونزم اور مذہب، 59
لینن اور مارکس کے قلم سے تشدد قتل و غارت اور فریب سازی کا جواز

☆ کمیونزم اور سوشلزم حکومت پر قبضہ کئے بغیر قائم ہی نہیں ہو سکتے، 61
ان دونوں ازموں میں قاعدہ قانون اور دستور بے معنی ہیں۔

☆ کمیونزم کی ضرورت اور مذہب کا انکار اگر ظلم واستبداد سے بچنے کے لئے ہے؟ 62
تو آپ کو مایوس ہونا ہوگا۔

☆ کمیونسٹ اور سوشلسٹ ایک بات دل میں چھپائے رہتے ہیں جسے ظاہر کرنا 63
ہمارا حصہ تھا

☆ کمیونزم اور سوشلزم کی تیسری بنیاد کو نہایت تدبر اور سادگی سے عام کیا جا رہا ہے۔ 64
سخن ہائے ناگفتنی۔

☆ عربوں میں اشتراک کی تیسری صورت موجود تھی 68

☆ کمیونزم اور اسلامی نظام معیشت کا تقابل 69

☆ والدازم یا اسلامی نظام معیشت کا قائم کرنا ہمیشہ بہت آسان رہا ہے۔ 70
غلط مذہب کو مٹانا ضروری ہے۔

☆ آج کے مذاہب کی صحیح تصویر، انبیاءؑ کا مذہب اور ابلیس کی عقل، 72
انہی مذاہب کا کمیونزم نے انکار کیا ہے۔

☆ ہر منصوبہ حالات کو مدنظر رکھتا ہے۔ 74
آنحضرتؐ نے تدریج و تمہیل پر عمل کیا۔ سابقہ نظام کو تباہ نہیں بلکہ اصلاح کی

☆ آنحضرتؐ نے اپنے نظام معیشت کو کس حسن وسہولت سے نافذ کیا تھا 77

☆ دولت کا رخ غُربا کی طرف موڑ دیا گیا، فاضل سامانِ معیشت مرکز کی تحویل میں 83
آنے لگا، ٹیکس کا نفاذ ہوا۔ عبادت کیا ہے؟ اخراجات کی مدیں، بلامحنت حاصل
کرنا جائز نہیں ہے۔
☆ نظام معیشت کی طرف رخ کرلیا گیا، نظام معیشت کی ضرورت اور ذمہ داریاں، 94
اخراجات کی قسمیں اور فوائد، نماز کے ساتھ ساتھ حقوق کی ادائیگی لازم ہے،
نماز کیا ہے؟ خاص مومنین، پاگل اور حکیم
☆ السِّلْمِ اور اسلام کا فرق، صحابہ اور ازواج رسولؑ کی بھی رعایت نہیں، 106
رسولؑ اور ایمان کی پوزیشن، بانیان سرمایہ داری، مومن کون ہے؟
☆ موجودہ مذہب کو جوئے اور چوری سے بھی گھٹیا سمجھا جا رہا ہے۔ 119
فائدہ کی خاطر نقصان کی پرواہ نہیں کی جاتی آپ سنجیدہ نہیں ہیں
☆ کائنات صالحین کی ملکیت ہے، مقاصد کو پورا کرنا ان کی ذمہ داری ہے، 122
ہر ضرورت مند کو سامانِ معاش فراہم کرنا لازم ہے
☆ نبیؑ کے لئے انسان ہونا ضروری ہے، 127
مگر سرمایہ دارانہ ذہنیت کو اس پر اعتراض تھے۔ تنہا رسولؑ ہدایت نہیں کرسکتا۔
☆ اس صورت حال پر عقلی حیثیت سے نظر کرنا ضروری ہے 129
☆ معاشی نظام کی ابتدائی صورت، اس میں شامل ہونے والوں کی قسمیں، 137
مخالفین سے تصادم اور حفاظت، معاشی احکام کی قسمیں اور سبب
☆ معاشی نظام سے متعلق وہ آیات جن کو سرمایہ دار علما نے سرمایہ داری کے تحفظ کا ذریعہ 163
بنایا ہے، ضرورت مندوں اور ضرورتوں کی وہ فہرست جو تمام اِزموں کی ماخذ ہے
☆ پس انداز نہ کرسکنا اور اسی لئے کسی کی مدد نہ کرنا قابل غور ہے۔ 177
سربراہان نظام معیشت کی طرز حیات پر عمل کریں

☆ مومنین کے بھائی بھائی ہونے کا مطلب، سربراہ نظام معیشت اپنی روزی 182
خود کمائیگا، سرمایہ داراورغربا دونوں مجرم ہیں،

اسلام اورعربوں کی سیاست، ہمارا دور

☆ مذہب کا انکارنہیں بلکہ مذہبی بہروپیوں کا انکار کیا جا رہا ہے، خدا کا انکارنہیں بلکہ 200
خودساختہ تصوراتی خدا کا انکار کیا گیا ہے ۔آپ بھی اس قسم کے مذہب
اورخدا بنانے والوں کا انکار کردیں۔

☆ سرمایہ دارانہ نماز، روزہ اورحج وغیرہ کی پوزیشن اوراُنکے بالمقابل مومنین کے 202
حقوق کی ادائیگی اسلام وکفر کی دلیل۔

☆ حقیقی مومنین کی شناخت، تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اورتمام مومنین کا سربراہ ان کا 212
حقیقی والد ہے

☆......☆☆☆......☆